UNIVERSAL LIBRARY

OU_226353

UNIVERSAL LIBRARY

انّ فی ذالک لآیٰتٍ لقومٍ یتفکّرون

# الاستدلال

مصنفہ


محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی



سنہ ۱۳۳۷ھ

مطبع نظام دکن پریس حیدرآباد دکن



جملہ حقوق محفوظ ہیں


قیمت ۔۔۔

Checked 1969
Checked
CHECKED

# الانسان

Checked 1969.

زبان اردو میں علم الانسان میں یہ پہلی کتاب ہے جس سے انسان کے تمام قوائے نفسانی وجسمانی اور تمام خصوصیات طبعی کی کیفیت اچھی طرح ہویدا اور منکشف ہوجاتی اور نئی اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہے طرز بیان نہایت قریب الفہم۔ دلچسپ۔ زبان بامحاورہ اور شستہ ہے علوم جدیدہ کی اصطلاحات بہت عمدگی سے قائم کی گئی ہیں۔ علم الانسان اور مشاہدہ ذاتہ کی تعریف اور کیفیت بیان کرنے کے بعد انسان کی جسمانی ساخت ارتقا قدامت انواع واقسام وغیرہ کے متعلق زمانہ حال کی تحقیقات کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے اور پھر احساسات ومنطق کی حقیقت بیان کرکے حیات نفسیہ کی کیفیت اور نفس کی تمام قوتوں کا حال مشرح لکھا ہے اور علم اخلاق۔ مذہب۔ معاشرت وتمدن کا فلسفہ نہایت خوبی سے بیان ہوا ہے یہ کتاب مذہبی علمی ادبی حیثیت سے قابل مطالعہ ہے قیمت عمہ۔

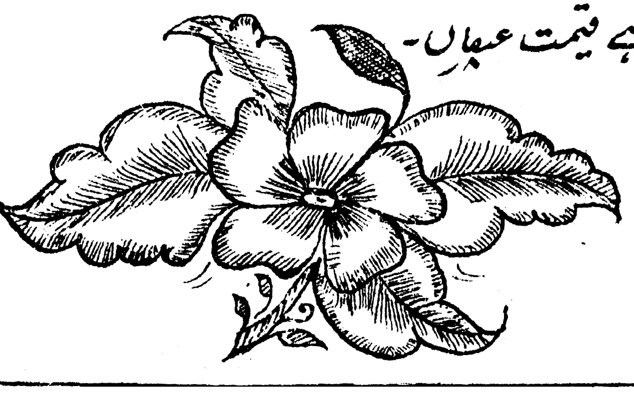

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَاب

# الاستدلال

مصنفہ

محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

سنہ ۱۹۱۹ع

مطبع عہدِ نظامِ دکن پریس واقع بازار عثمان میاں حیدرآباد

قیمت ۷ /

# حکمت عملی

اسٹلر کی

فلسفہ عملی پر یہ ایک مبسوط اور جامع کتاب ہے اردو میں اس فن پر کوئی کتاب ایسی جامعیت سے نہیں لکھی گئی۔ مصنف نے اس کتاب کو اس زمانہ اور اس ملک کی ضرورتوں کے قابل بنانے کی کوشش کی ہے اور افراد انسانی کی روحانی ارتقاء کی بدایت کے ساتھ ساتھ قومی ترقی اور عزت حاصل کرنے کے اصول بھی بیان کئے ہیں اور مشرقی و مغربی علما کی کتابوں سے وہ مضامین اخذ کرکے درج کئے ہیں جو انسان کی ذات میں جوہر شرافت پیدا کرنے والے اور اس کو زندگی کے مختلف مدارج۔ مختلف زمانوں اور مختلف حالتوں میں اصول حکمت پر کاربند رکھنے والے ہیں تاکہ نفوس انسانی میں حکمت کی ماہیت کے بعد اس پر عمل کرنے کی قوت پیدا ہو۔

معاشرت اور تمدن کی اصلاح کے لئے عورتوں کی حالت کی اصلاح اور حقوق کی نگہداشت ضروری ہے لہذا موقعہ بہ موقعہ اس کا ذکر بھی کیا ہے اسلئے اس کتاب کا مطالعہ مردوں اور عورتوں دونوں کو ضرور اور مفید ہے۔ اس کتاب کی عبارت نہایت صاف شستہ اور رواں ہے اور چونکہ مغربی و مشرقی خیالات کا مجموعہ ہے مضامین میں متانت و دلچسپی پیدا ہوگئی ہے اگرچہ نہایت دقیق مسائل پر بحث کی گئی ہے لیکن طرز بیان ایسا شگفتہ اور دلنشیں ہے کہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی۔ بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انسان کو آزاد دلیر۔ غیر متند باحوصلہ پرجوش ہونے اور مہات امور پر نظر رکھتے جائز آرام اور لذائذ کا حظ اٹھانے کی تعلیم دی ہے کیونکہ قوت فاعلہ کی ترقی سے انسان میں بلند حوصلگی پیدا ہوتی ہے اور اگرچہ قوت منفعلہ کی خوبیاں بھی جابجا بیان ہوئی ہیں لیکن اس انداز سے کہ ان کا میلان پست ہمتی کی طرف نہ ہو۔ اس خصوصیت میں یہ کتاب دوسری اخلاقی کتابوں سے فایق ہے (قیمت ..... ۳ ..... سے) ادھ ؟

# فہرست مضامین


| فہرست مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| دیباچہ - قوت ادراک اور قوت فکر - منطق اور سفسطہ میں فرق - کتاب الاستدلال کی خصوصیت | ۹ - ۱۴ |
| اعلیحضرت مدظلہ العالی کی علمی فیاضیوں کا تذکرہ | ۱۴ - ۱۶ |
| **استخراج** | |
| ادراک - مظاہر قدرت - حواس - علم | ۱۷ - ۱۸ |
| فکر کی حقیقت - فکر کی سادہ صورت | ۱۸ - ۲۳ |
| تصور کی تعریف | ۲۳ - ۲۴ |
| تصدیق - حکم - تصدیقات ایجاب و سلب - محکوم علیہ محکوم بہ - تصدیقات بدیہی و نظری - فکر کی تعریف | ۲۴ - ۲۷ |
| تصور اور تصدیق | ۲۷ - ۲۹ |
| تصدیقات کلی ہوتی ہیں - کلیت کے معنے | ۲۹ - ۳۱ |
| تصدیق میں عمل تحلیل و ترکیب داخل ہیں - | ۳۱ - ۳۵ |
| تصدیقات احدیت | ۳۵ - ۳۶ |
| علم - سائنس - تعمیم یا کلیہ | ۳۶ - ۳۸ |
| علم منطق کی تعریف - منطق اور علم النفس | ۳۸ - ۴۰ |
| منطق علم بھی ہے اور فن بھی - علم اور فن کی تعریف فکر کا تعلق مادے سے - منطق کی تعریف بہ تعلق مادہ | ۴۰ - ۴۴ |
| علم منطق کی ضرورت - علم منطق کی شرافت | ۴۴ - ۴۶ |

| | |
|---|---|
| منطق کا تعلق زبان سے۔ دلالت وصفی۔ دلالت عقلی۔ دلالت طبعی۔ الفاظ مترادف و مشترک۔ اصطلاح مجاز۔ دلالت تضمنی۔ دلالت التزامی۔ کلام تام۔ مرکب ناقص۔ جملہ جزیہ و انشائیہ۔ الفاظ کے صحیح معنے اور محل استعمال جاننے کی ضرورت۔ مجاز میں ادائے مطلب کرنا غلطی میں پھنساتا ہے۔ | ۴۶ - ۵۲ |
| منطق کے حصے۔ تصدیق اور قضیہ دلیل معرف یا قول شارح۔ قضیۂ منطق۔ حد مواطی اور غیر مواطی۔ قیاس منطق کے تین بڑے حصے۔ اطراف۔ قضئے۔ استنتاج (استخراجی و استقرائی) | ۵۲ - ۵۸ |
| اطراف یا الفاظ۔ واقعی۔ وہمی۔ نفسانی۔ مادی ذاتی صفاتی۔ شہودی۔ وجودی۔ جوہر۔ عرض۔ معرفہ نکرہ۔ طرف کلی و مجموعی۔ اطراف کی نسبتیں۔ تساوی تباین عموم۔ خصوص مطلق۔ عموم خصوص من وجہ۔ اسم مثبت منفی۔ سلبی۔ نقیض۔ تضاد۔ اضافی و مطلق۔ تعبیر و تضمن | ۵۸ - ۷۱ |
| کیفیت و کمیت۔ تصدیقات کیفیت۔ فکر کی ابتدا ہیں۔ تصدیقات کمیت۔ | ۷۱ - ۷۴ |
| دلالت افرادی و دلالت وصفی۔ اسماء کی دلالت وصفی جس قدر بڑھتی جاتی ہے۔ دلالت افرادی گھٹتی جاتی ہے اسی طرح اس کی بالعکس۔ بعض اسماء کوئی صفت ظاہر نہیں کرتے۔ | ۷۴ - ۷۸ |

| | |
|---|---|
| جنس و نوع - جنس عالی - نوع سافل - اجناس یا انواع متوسط - انواع قسمیہ - خاصہ - اعراض فارق و غیر فارق قابل الحمل - | ۷۹ - ۸۲ |
| تسمیہ - اصطلاح | ۸۲ - ۸۳ |
| تعریف کی تعریف - مثبت طریقہ - منفی طریقہ - ایک ہی شئے کی تعریف مختلف لحاظوں سے - بعض ناموں کی تعریف نہیں ہوسکتی - تعریف کے قاعدے - تعریف کی قسمیں - | ۸۳ - ۹۴ |
| اصطفاف - علمی اور عملی مقاصد کے لئے تقسیم - اصطفاف کے قاعدے - تقسیم - تشفیع | ۹۵ - ۱۰۱ |
| قضیہ - قضیہ کی تقسیم مختلف لحاظوں سے - قضایاء کلیہ جزئیہ - شخصیہ - مہملہ - موجبہ - سالبہ - محصلہ - معدولہ حملیہ - شرطیہ - مطلقہ - احتمالیہ | ۱۰۱ - ۱۰۵ |
| اطراف کی جامعیت | ۱۱۵ - ۱۱۹ |
| قضایاء کی نسبتیں - منافات - تضاد - نقیض - متقابل قضایا کی صحت یا غلطی - | ۱۱۹ - ۱۲۴ |
| اصول اولیہ - اصول عینیت - اصول تبائن - اصول خارج اوسط | ۱۲۴ - ۱۲۸ |
| اصول استدلال | ۱۲۹ |
| علوم متعارفہ توجیہہ | ۱۲۹ |
| استدلال بدیہی کی تعریف - استدلال نظری - عدل - عکس - | ۱۳۰ - ۱۳۶ |
| قضایاء حملیہ کا عکس | ۱۳۶ - ۱۳۸ |

| | |
|---|---|
| قضایاء شرطیہ کا عکس | ۱۳۸ - ۱۳۹ |
| عکس النقیض و قلب | ۱۳۹ - ۱۴۱ |
| تحکیم ۔ انتاج بدیہی کے قواعد | ۱۴۱ - ۱۴۴ |
| قیاس ۔ تصور ۔ تصدیق ۔ قیاس نتیجہ ۔ قیاس کے اقسام مقدمات سے نتیجہ نکالنے کے طریقے ۔ صغرے ۔ کبرے ۔ | ۱۴۴ - ۱۴۹ |
| قیاس کے قاعدے | ۱۴۹ - ۱۵۹ |
| قیاس بسیط یا مفرد | ۱۵۹ - ۱۶۰ |
| قیاس کی اشکال اربعہ | ۱۶۰ - ۱۶۱ |
| قیاس کی اشکال اربعہ کی ضربیں | ۱۶۱ - ۱۷۳ |
| قیاس شرطیہ ۔ شرطیہ متصلہ ۔ شرطیہ منفصلہ ۔ شرطیہ حملیہ منفصلہ حملیہ ۔ عاطفہ منفصلہ | ۱۷۳ - ۱۸۲ |
| قیاس منفصلہ | ۱۸۲ - ۱۸۴ |
| قیاس استثنائی | ۱۸۴ - ۱۸۶ |
| قیاس ذو الجہتین یا ڈائیلیما | ۱۸۶ - ۱۹۰ |
| قیاس مرکب ۔ قیاس متقدم ۔ قیاس متاخر ۔ قیاس ترکیبہ قیاس تحلیلیہ ۔ موصول النتائج ۔ مفصول النتائج | ۱۹۰ - ۱۹۵ |
| قیاسات ظنی ۔ سقیم ۔ موکد | ۱۹۵ - ۱۹۶ |
| قیاس موجز ۔ | ۱۹۶ - ۱۹۷ |
| قیاس خلف | ۱۹۷ - ۱۹۸ |
| قیاس مساوات | ۱۹۸ - ۱۹۹ |

# استقرا


| | |
|---|---|
| استقرا۔ استقرا اور تعریف میں فرق۔ استقرا کے طریقے قضیہ کلیہ۔ استقرا تام۔ استقرا ناقص۔ ثبوت استقرائی و ثبوت استخراجی۔ منطق استقرائی کے ابتدائی مراحل۔ مشاہدہ قیاس۔ قیاس مصدق۔ دلیل قاطع۔ تجربہ قاطع | ۲۰۳ - ۲۰۸ |
| مشاہدہ۔ صحیح مشاہدہ استدلال ناقص کو استدلال تام بنا دیتا ہے مشاہدہ میں غلطی کے وجوہ | ۲۰۸ - ۲۰۹ |
| استدلال تمثیلی۔ تمثیل پر کاروبار دنیا کا انحصار ہے۔ دلیل تمثیلی میں غلطیاں۔ دلیل تمثیلی توجیہہ کی محتاج ہے۔ | ۲۰۹ - ۲۱۳ |
| تعمیم۔ عمل تعمیم کی تعریف۔ قواعد کلیہ دریافت کرنا۔ امکان | ۲۱۳ - ۲۱۸ |
| قانون علت و معلول۔ روابط علتی مستقل ہوتے ہیں۔ مقدمات۔ تالیات۔ علت مستقیم و غیر مستقیم استدلال لمی استدلال انی | ۲۱۸ - ۲۲۴ |
| تصدیقات علت و معلول | ۲۲۴ - ۲۲۶ |
| طریق تحقیق۔ مشاہدہ۔ تجربہ۔ تجربہ کے فواید۔ قیاس | ۲۲۶ - ۲۳۰ |
| طریق تفارق۔ طریق تفارق تجربہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس طریق کو عمل میں لانے کی احتیاطیں | ۲۳۰ - ۲۳۴ |
| طریق توافق۔ طریق توافق کی دقتیں | ۲۳۴ - ۲۳۷ |
| طریق تبادل لاحق یا اختلاف متلازم۔ اس طریق کے فائدے۔ | ۲۳۷ - ۲۳۸ |
| طریق بقایا۔ یہ طریقہ ہر صورت میں مفید یقین نہیں ہوتا۔ | ۲۳۹ - ۲۴۵ |

| | |
|---|---|
| استدلال ظنی یا قیاس مفروضی - قیاس یقینی کی قسمیں۔ اولیات - فطریات - مشاہدات - وجدانیات - تجربیات حدسیات - متواترات - مسلمات - قیاس غیر یقینی کی قسمیں مشہورات مظنونات - وہمیات - مشبہات۔ | ۲۴۰-۲۴۶ |
| نتیجہ | ۲۴۶-۲۴۸ |
| قیاسات کے ایماء ہونے کے طریقے۔ علمی تحقیقات قضایا کا عکس - طریق بقایا - مشابہت - قیاس علت و معلول تخمین۔ | ۲۴۸-۲۵۳ |
| اعداد و شمار | ۲۵۴-۲۵۶ |
| اتفاق | ۲۵۶-۲۵۷ |
| توجیہہ | ۲۵۷-۲۶۲ |
| تصدیق | ۲۶۲-۲۶۵ |
| استقراء و استخراج | ۲۶۶-۲۶۹ |
| مغالطہ - دلیل باطل - منطق کے قاعدوں کو توڑنے کے مغالطے - مغالطہ ابہام - مغالطہ اتفاق - مغالطہ ترکیب مغالطہ تقسیم - مغالطہ عکس - مغالطہ عدل مصادرہ علی المطلوب یا برہان دوری - دلیل استقرائی کے مغالطے مغالطہ خاص سے عام پر - مغالطہ خاص سے خاص پر - مغالطہ علت - مغالطہ عدم مشاہدہ امثلہ - مغالطہ تمثیل کاذب۔ | ۲۶۹-۲۸۱ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے زدہ برتر از گماں دامنِ کبریائی را
دست بتو کجا رسد عقلِ شکستہ پائے را

# دیباچہ

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ[1]

قوت ادراک و قوت فکر

دنیا میں انسان اور حیوان دونو زندگی بسر کرتے ہیں لیکن بڑا فرق جو ہم ان دونو میں دیکھتے ہیں یہ ہے کہ انسان کبھی ایک مرتبہ پر قائم نہیں رہتا۔ بخلاف حیوانات کے کہ وہ ذہنی اور نفسانی حالت کے ایک ہی درجہ پر ہیں وجہ یہ ہے کہ حیوانات کے پاس علم حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے یعنے **ادراک** اور دوسری قوت یعنے **فکر** یا تو اون کو عطا ہی نہیں ہوی یا ایسی محدود اور کمزور ہے کہ اون کی حالت کو مرتبہ کمال میں ترقی دینے کے ناقابل ہے **ادراک** سے مراد ہے وہ علم جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان اور حیوان اس میں مشترک ہیں لیکن انسان کا علم قوت فکر کی مدد سے اب ایسا

[1] جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم ملا ہے اللہ اُن کے درجے بلند کریگا۔ اور اللہ کو تمھارے سب کاموں کی خبر ہے

وسیع ہوگیا ہے کہ حیوانات کی کوئی نوع اس درجہ تک نہیں پہونچ سکتی۔ قدرت نے **فکر** کی قوت انسان کو اعلیٰ درجہ کی عطا فرمائی ہے اوس کا کام یہ ہے کہ وہ معلوم چیزوں یا واقعات سے نامعلوم چیزوں یا واقعات کو معلوم کرلیتی ہے۔ میووں کے رنگ و بو سے ہم پہچان لیتے ہیں کہ اون کا ذائقہ کیا ہے۔ حکما نبض دیکھ کر مرض کی کیفیت معلوم کرلیتے ہیں۔ مدبران ملک باشندوں کی تمدنی اور معاشرتی حالت دیکھکر بتا دیتے ہیں کہ آیندہ وہ کیا رنگ لائنگے۔ اگر مثلث کے وتر پر ایک مربع بنایا جائے اور وہ اون مربعوں کے برابر ہو جو مثلث کے باقی دونوں ضلعوں پر بنائے گئے ہیں تو مدرسہ کا ایک لڑکا بھی بتا دیگا کہ مثلث قائم الزاویہ ہے۔ لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان کو بھی اگر کسی دارالعلوم میں باندہ دیں تو وہ بز اخفش سے زیادہ نہ ہوگا۔

**فکر** کی یہ قوت تمام انسانوں میں یکساں نہیں ہے بعض میں کم ہے اور بعض میں زیادہ جن میں کم ہے وہ زوال اور پستی میں ڈوبے ہوے ہیں جن میں زیادہ ہے وہ کمال اور عروج پر ہیں پس تعلیم کا پہلا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ انسان کی قوت فکر کو ترقی دیجائے جب انسان اس قوت کو بڑھاتا ہے تو بہت سے **حقایق حکمیہ** اس پر منکشف ہوجاتے ہیں چنانچہ دنیا کی تمام ایجادیں اسی قوت کے کرشمہ ہیں جس قوم میں یہ قوت زیادہ ہوتی ہے وہ حکومت کرتی اور ترقی کے میدانوں میں قدم مارتی ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ[۱] وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔

کون سی ایسی مردہ دل قوم ہوگی جس کا جی نہ چاہتا ہو کہ ہم بھی دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی طرح سربرآوردہ ہوں لیکن جب تک اون کی جسمانی اور دماغی قوتیں استقدر اعلیٰ نہ ہوں کہ وہ دوسروں سے فوقیت لیجائیں اون کو برتری حاصل نہیں ہوسکتی اس لئے سب سے پہلے وہ علم حاصل کرنا چاہئے جو فکر کو بڑھاتا اور واقعات سے صحیح

---

۱؎ وہ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت ملی اوس کو بڑی نعمت ملی ۱۲

نتائج اخذ کرنا سکھاتا ہے۔

دنیا کی چیزوں سے دو طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے ایک تو یہ کہ جس حالت میں کوئی شے ملے اوس کو اسی طرح کام میں لائیں یہ زیادہ تر حیوانات کا حصہ ہے دوسرے یہ کہ قدرتی چیزوں میں تصرف و تبدل کرکے کام میں لائیں۔ انسان اگرچہ اشیائ کے خواص نہیں بدل سکتا لیکن اون خواص کا علم حاصل کرکے اون سے حیرت انگیز کام لیتا ہے چنانچہ دخانی اور برقی چیزیں اور مرکبات کیمیائی اسی علم کے طفیل حاصل ہوئے جس نے انسان کی طاقت اور قدرت کو بے انتہا بڑھا دیا ہے۔ یہ قوت **صنعت** اور جو فوائد اس سے حاصل ہوتے ہیں **دولت** کہلاتے ہیں لیکن صنعت یا دولت میں ترقی کرنے سے قبل ضرور ہے کہ اشیاء کے خواص کا علم حاصل کیا جائے کوئی مادی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک علمی اور ادبی ترقی پہلے سے حاصل نہ ہوئی ہو پس انسان کے تمام عروج کی بنیاد **علم** پر ہے۔

فکر کی ترقی علم و دولت کی ترقی کا سبب ہوتی ہے

کسی اہم معاملہ میں جب انسان کو اپنی موجودہ معلومات کافی اور تشفی بخش نہیں معلوم ہوتی تو وہ اوس کے متعلق نئی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک عالم اور جاہل میں یہی فرق ہے کہ عالم اپنے جہل سے واقف ہوتا ہے اور علم حاصل کرنے کی زیادہ کوشش کرتا ہے بخلاف جاہل کے کہ وہ تھوڑی سی معلومات پر قانع ہو جاتا اور اپنے تئیں ہمہ داں سمجھتا ہے۔ جب ہم نئے اصول اور قوانین دریافت کرنے چاہتے ہیں تو ایسے قواعد جاننے کی ضرورت ہوتی ہے جو نئی تحقیقات میں مدد دیں اور جنکے بموجب جزئیات کو مشاہدہ کرکے قوانین کلیہ دریافت کرسکیں۔ کائنات کی اشیاء سے ہم اس وقت تک عملی فائدہ حاصل نہیں کرسکتے جب تک ہمیں اُن کا پورا پورا علم نہ ہو قوانین قدرت دریافت کرنے کے لئے نیچر کے مشاہدہ کی حاجت ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ خاص خاص حالتوں میں قدرت کیونکر عمل کرتی ہے۔ کائنات کی اشیاء کے علم

حاصل کرنے اور قوانین قدرت کو دریافت کرنے کے لئے قوت فکر کو ترقی دینا اوران طریقوں کا جاننا لازم ہے جو فکر کو غلطیوں سے بچاتے ہیں اور یہ طریقے علم **منطق** سکھاتا ہے اگر قوت فکر کی تربیت نہ کی جائے تو غلطیوں میں پڑ جانے کا بہت اندیشہ ہے۔ **سفسطہ** ایسے ہی غلط استدلال کا نام ہے جو مغالطہ پر مبنی ہو۔ سفسطہ کا منشأ تحقیق حق نہیں ہوتا بلکہ کسی طرح سے خواہ دلیل سے ہو یا مغالطہ دہی سے اپنے منشاء کو ثابت کرنا ہوتا ہے سفسطہ صداقت اورحق کا موئد نہیں بنا تا بلکہ لوگوں کو چلتا پرزا بناتا ہے۔ سفسطہ ایسے طریقے نہیں سکھاتا جن سے صحیح نتائج استنباط ہوں۔ بلکہ چالبازی اور چھل بٹے سکھاتا ہے **سوفسطائیوں** کا خیال ہے کہ صداقت اورحقیقت کا کوئی مقررہ معیار نہیں ہے جو کچھ ہے انفرادی رائے ہے اس لئے غلط رائے کی صحیح سے تمیز کرنا ناممکن ہے یہی حالت اون کے مسائل اخلاقی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ کوئی چیز اچھی ہے نہ بری نہ حق ہے نہ ناحق بلکہ ہر شخص کو حق ہے کہ جس چیز کو اپنے واسطے مفید خیال کرتا ہے اختیار کرلے۔ اخلاق کے ایسے اصول مقرر نہیں کئے جاسکتے جن پر تمام لوگوں کو پابند کیا جاسکے ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد تہذیب و ترقی کا مانع اورحق و باطل کے فرق کو مٹانے والا ہے

منطق اور سفسطہ میں فرق

جب کوئی شخص غور و فکر کرتا ہے تو یہ اسکی اختیار میں نہیں ہے کہ جس نتیجہ پر چاہے پہونچے اگر وہ دانشمند آدمی ہے تو اُس کو ایک خاص طریقے پر فکر کرنا پڑیگا اور اس نتیجہ کو جو اُس سے نِکلے (خواہ اس کی مرضی کے موافق ہو یا خلاف) ماننا پڑیگا کوئی نتیجہ خود رو نہیں ہوتا بلکہ دوسرے واقعات سے جو صحیح ثابت ہوچکے ہیں اور منطق کی اصطلاح میں **مقدمات** یا دلایل کہلاتے ہیں پیدا ہوتا ہے پس جیسے مقدمات ہونگے ویسے ہی نتائج ہونگے اور ہر شخص کو جو اپنے دعوی کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے ضرور ہے کہ اپنے دلایل کی صحت ثابت کرے۔ نا تعلیم یافتہ

شخص چونکہ اپنے مقدمات کی جانچ نہیں کرسکتا اگر اُس سے دلیل پوچھو تو خفا ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر بیجا اعتراض کیا جارہا ہے **فکر** جوں جوں ترقی کرتا جاتا ہے انسان اون دلائل سے واقف ہوتا جاتا ہے جن پر اسکی تصدیقات مبنی ہوں۔

حجت

بہ الفاظ دیگر وہ اپنے ہر دعوے کے لئے ایک **حجت** قائم کرسکتا ہے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو تو سانس لینے میں بڑی دقت ہوتی ہے جاہل اور ناواقف آدمی کچھ نہ سمجھیگا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اگر اس سے پوچھا جائے کہ تم اس امر کو سچ جانتے ہو یا جھوٹ تو بہت سے بہت وہ یہ کہیگا کہ جن لوگوں نے یہ بیان کیا ہے وہ پہاڑ پر گئے تھے اور اون کو جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن جو شخص حقایق موجودات سے آگاہ ہے وہ اس کو دوسرے واقعات کرہ ہوائی کی کیفیت اور عمل شمس کے علم سے ربط دیگا اور اسکے ذریعہ سے اس قول کی تصدیق کریگا۔ اس کا نام

استدلال

**استدلال** ہے یعنے **استدلال** ذہن کی وہ حرکت ہے جو اشیاء اور واقعات پر غور و فکر کرنی اون کے خواص طبعی اور باہمی علاقوں اور روابط کو معلوم کرتی اور اُن سے صحیح صحیح نتایج استنباط کرتی اور راست کو غلط سے علیحدہ کرتی ہے جب عملاً اس سے کام لیا جائے تو استدلال وہ اسباب بہم پہونچاتا ہے جن سے کوئی خاص نتیجہ کامیابی کے ساتھ حاصل ہوسکے پس دنیا کی ہر طرح کی ترقی کا زینہ قوت فکر کو کام میں لانا اور ان اصول کا جاننا ہے جن پر صحیح نتایج پر پہونچنے کے لئے فکر کو کاربند ہونا چاہیئے۔

کتاب الاستدلال کی خصوصیت

چراغ میں نور ہو تو گھر روشن ہوتے ہیں زبان علمی جواہر کی سرمایہ دار ہو تو دماغ جگمگا اٹھتے ہیں۔ ہماری **زبان اردو** جس طرح دوسرے علوم میں بے مایہ ہے اسی طرح علم منطق سے بھی تہی دست ہے بہی خواہان قوم کا یہ فرض ہے کہ وہ اس زبانکو ایسے مضامین سے سرمایہ دار کریں کہ قوم کا دامن نہ صرف بیش بہا معلومات سے بھر جائے بلکہ خود اون کے دماغوں میں غور و فکر کرنے نئے نئے انکشافات کرنے

کی قابلیت پیدا ہو جائے وہ دوسروں کے علمی ذخیروں کی دریوزہ گری ہی نہ کریں بلکہ کائنات کے معدنوں سے خود بھی جواہر علمیہ نکالیں۔ اس مقصد میں مدد دینے کے لئے میں نے یہ کتاب تصنیف کی ہے جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا ہے میں نے یہ کوشش کی ہے کہ طرز بیان ایسا سادہ اور سلیس ہو کہ طلبا کو مشکل سے مشکل مسئلہ سمجھنے میں بھی دقت نہ ہو اور تمام ضروری مسائل بیان ہو جائیں۔

تاہم یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ ملک کو اس قسم کی تصنیفات سے مستغنی کر دیگی بلکہ اس کو مبادیات منطق کی ایک کتاب سمجھنا چاہئے جو زیادہ تر ایسے لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے جنکو مدارس یا کالجوں میں اس فن کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملتا یا مدارس کی ایسی جماعتوں کیلئے جہاں منطق کی تعلیم شروع کرائی جاتی ہے میرے ہم وطن اگر اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں تو میری محنت کا کافی صلہ مل جائیگا اور اس سے زیادہ صلہ کی مجھے حاجت بھی نہیں ہے کیونکہ آقائے نعمت **لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹڈ ہائینس رستم دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار آصفجاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ محی الملتہ والدین نواب میر سر عثمان علیخان بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی ایس آئی جی سی بی ئی والی مملکت دکن خلد اللہ ملکہ** کی حوصلہ افزا قدردانیوں نے مجھے دوسرے صلوں سے مستغنی کر دیا ہے اور ایک مجھ پر ہی کیا منحصر ہے بہت سے اہل قلم جودت سے گمنامی اور ناکامی کے تاریک گوشوں میں پڑے ہوئے تھے حضرت ظل سبحانی کی دستگیری اور نوازشوں کے طفیل اب ملک کے ہر حصہ میں علوم و فنون کی روشنی پھیلا رہے ہیں نئی نئی معلومات کے پھولوں کا باغ لگاتے اور حقایق و معارف کے گلدستے مشرق و مغرب سے لالا کر سجاتے ہیں۔ شاہ عالم پناہ کا دست فیض اون پر آب حیات کا مینہ برساتا اور

اعلیحضرت کی علمی فیاضیوں کا تذکرہ

وظائف وانعامات کی ابیاری سے حیات جاوید بخشتا ہے۔ اطمینان وسکون قلب
جو اظہار کمال کیلئے لازمۂ زندگی ہیں اہل کمال کو مدت سے حاصل نہ تھے لیکن حضرت
اقدس واعلی کی قدردانیاں اب اہل ہنر کی ہمدم و دمساز ہیں اور ضروریات
زندگی سے فراغ بخش کر تمام وقت مشاغل علمی میں مصروف رکھتی ہیں وہ گوہر آبدار
جو سینوں میں چھپے ہوے تھے اب صفحہ قرطاس پر الفاظ بنکر ٹپکتے اور اپنے
معانی کی چمک دمک سے سمندر کے موتیوں کو شرماتے ہیں کیوں نہ ہوں ان میں
حقایق کا نور بھرا ہے جو چشم بصیرت کو روشن کرتا۔ اور دلوں کو معارف سے
منور کردیتا ہے ان کا جوہری وہ یگانہ روزگار صاحب جود وعطا ہے۔ جو
اہل کمال کے دامن زر و جواہر سے بھرتا اور اپنی بے مثل قدردانی سے ذرہ کو
آفتاب بنا کر چمکاتا ہے۔ کارکنان قدرت نے جو تاج شاہی ۴ رمضان المبارک
سنہ ۱۳۲۹ ہجری کو **شہریار دکن** کے فرق مبارک کے لئے تیار کیا اسمیں جوہر شناسی
کے ایسے ابدار موتی نصب کئے ہیں جنکی چمک شعاع مہر پر آنکھ مارتی ہے اہل ہنر
جب اسکی یدفیض کا سہارا پاتے ہیں تو علو مرتبت میں کہیں سے کہیں بڑھ جاتے
ہیں وابستگان دامن دولت کا تو کہنا ہی کیا ہے ممالک غیر کے رہنے والے
بھی جب دامن پھیلاتے ہیں تو امید سے زیادہ لیجاتے ہیں پس یہ کہنا بیجا نہیں
ہے کہ اس زمانہ میں جو فراغ اہل علم و ہنر کو حاصل ہے اس میں حضرت اقدس
واعلی کی قدردانی اور فیاضی کا بہت بڑا حصہ شامل ہے اور اعلیحضرت کا دست
کرم بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کی دستگیری کر رہا ہے راقم حروف کو یہ موقعہ کہ
اپنا وقت فرصت مشاغل علمی میں صرف کرے اسی ریاست ابد مدت کی خدمتگزاری
کے طفیل حاصل ہے **نظام کالج** کی پروفیسری خود ایک علمی اور قومی خدمت ہے
جس میں مطالعہ کتب اور معلومات علمی کے بڑھانے کے موقعہ ملتے رہتے ہیں۔ یہ

بجائے حقیقت جو کچھ علماء کی دریوزہ گری سے پاتا ہے ارباب ملک کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ مدعا صرف اتنا ہے کہ علمی معلومات کے خزانوں کی کنجی نونہالان ملک کے ہاتھ میں آجائے اور زبان اردو علمی زبانوں کے حلقہ میں جگہ پائے۔ مبداء فیاض سے امید ہے کہ یہ ناچیز کوشش بیکار نہ جائیگی اور شرف قبول پائیگی۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ[1]

---

[1] مالک میرے مجھ کو سمجھ عنایت فرما۔ اور نیک بندوں سے مجھ کو ملادے۔

# استخراج

# الاستدلال

## اِدراک Perception

مظاہر قدرت

بہارستان عالم کو دیکھو کیسی کیسی انواع و اقسام کی مخلوق اس میں آباد ہے۔ کیسی کیسی نادر اور عجیب و غریب چیزیں کس کثرت سے ہیں کہ انسان کسی طرح اون کا شمار نہیں کر سکتا۔ ذرا نظر کو بلند کرو اور فضائے بسیط میں سیاروں کو دیکھو جنکی گنتی اور جنکی حقیقت سوائے صانع حقیقی کے اور کوئی نہیں جانتا۔

ان چیزوں کا دیکھنے والا اگرچہ کائنات کا چھوٹا سا جزو ہے لیکن وہ اپنے تئیں ان سے غیر سمجھتا ہے اور اپنے سوا تمام عالم کو (جس میں اس جیسی اور مخلوق بھی داخل ہے) موجودات خارجی کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور اپنے تئیں میں کہتا ہے اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ شاہد میں مشاہدہ کی قوت ہے اور کائنات کی چیزیں اس کے مشاہدہ کے دائرہ میں آسکتی ہیں لیکن جب ایسا ہو کہ انسان اپنی ذات کا مشاہدہ کرے تو اس میں شاہد اور مشہود کی دونوں حیثیتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اس کی ذات ایک لحاظ سے خود بھی موجودات خارجی کی ایک شئے ہو جاتی ہے۔

ان تمام چیزوں کی جن کو ہم موجودات سے تعبیر کرتے ہیں صورتیں تاثیریں اور بعض خصوصیات ایسی ہوتی ہیں جو خاص اُس ہی شئے سے تعلق رکھتی ہیں اور ان ہی خصوصیات کے سبب اُس شئے کی دوسری اشیاء سے تمیز ہوتی ہے۔ دیکھو درخت ستارہ بلبل تین چیزیں ہیں اُن کی صورتیں اور خاصیتیں ایسی مختلف ہیں کہ کوئی شخص کبھی یہ دھوکا نہیں کھاتا کہ درخت کو بلبل اور بلبل کو ستارہ سمجھ لے۔ درخت لہلہاتا ہے ستارہ چمکتا ہے بلبل چہکتا ہے اور ہم ان میں سے جب ایک کو دیکھکر دوسرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم پر مختلف طرح کا اثر ہوتا ہے۔ ہر شئے کے یہ خواص مختصہ مظاہر

یا مظاہر قدرت کہلاتے ہیں اور ان کی جو کیفیت حواس کے ذریعہ سے ہم کو معلوم
علم ہوتی ہے ایک **علم** ہے جس کو **ادراک** کہتے ہیں۔

حواس ہر شے کے خواص و کیفیات اس قدر کثیر ہیں کہ انسان کبھی یقینی طور پر یہ نہیں
کہہ سکتا کہ اس نے تمام خصوصیات اور کیفیات کو دریافت کر لیا ہے مثلاً چاند دوربین
سے دیکھو تو گول اور پہاڑی معلوم ہوتا ہے لیکن چاند کی بابت ہزاروں ایسی باتیں
ہیں جو اب تک معلوم نہیں ہوئیں۔ اور جس قدر یہ کیفیتیں دریافت ہوتی جائینگی اسی قدر
چاند کی نسبت انسان کا علم بڑھتا جائیگا غرض **ادراک** اوس **علم** کا نام ہے۔ جو
موجودات خارجی کے مشاہدہ یا تجربہ سے بذریعہ حواس حاصل ہو۔

# فکر

## Thought

حواس علم حاصل کرنے کا ایک محدود ذریعہ ہیں حیوانات بھی دیکھتے سونگھتے اور چکھتے
ہیں لیکن ان کا علم بمقابلہ انسان کے علم کے بہت کم ہوتا ہے۔ قدرت نے انسان کو
فکر علم حاصل کرنے کی ایک اور اعلیٰ قوت بھی عطا فرمائی ہے جس کو **فکر** کہتے ہیں اس کے
ذریعہ سے انسان جزئی واقعات کو جمع کرتا اور اون سے کلی مسائل اور قضیئے بناتا
ہے مثلاً انسان نے ہزار گھوڑے دیکھے اور دیکھا کہ اون کے چار پاؤں ہیں اس نے
یہ کلیہ قائم کیا کہ تمام گھوڑے چوپایہ ہیں۔ دوربین سے سینکڑوں سیاروں کا مشاہدہ
کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ تمام اجرام فلکی گول ہوتے ہیں **فکر** کا کام یہ ہے کہ ذہن میں
معلومات و حقایق کا خزانہ جمع کرے **فکر** خود کیا چیز ہے؟ وہ ایک ذی شعور عملی
قوت ہے۔ جو علم فراہم کرتی ہے وہ مشینوں کی سی قوت عمل نہیں ہے جس کو اپنے
افعال کا کچھ علم نہیں ہوتا نہ وہ فعل مشین کی فطرت میں داخل ہوتا ہے۔ بلکہ فکر کا فعل

ذی حیات اجسام (نباتات یا حیوانات) سے مشابہ ہے جو باطن میں پیدا ہوتا اور اپنی نیچر (فطرت) کے قانون کے مطابق اندر ہی اندر تکمیل کو پہونچتا ہے اس لئے فکر اجسام غیر ذی حیات سے نہیں بلکہ اجسام ذی حیات سے مشابہ ہے اور اس کی خلقت میں حیات کے ساتھ شعور[1] بھی شامل ہے۔

فکر کی حقیقت

فکر کی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ افراد انسان میں بھی اور اقوام میں بھی جب سوچنے اور فکر کرنے کی قوت شروع ہوتی ہے تو ابتداءً بہت سادہ ہوتی ہے اور مرکب و پیچیدہ اشیاء کی ماہیت یا مشکل امور و واقعات کی دقیق حقیقتوں کا سمجھنا ان کی قوت فکر سے باہر ہوتا ہے۔ جوں جوں قوت فکر ترقی کرتی جاتی ہے وہ مرکب اشیا پیچیدہ معاملات و واقعات کو سمجھنے لگتے ہیں حتی کہ کائنات کی گوناگوں اور پراسرار کہنہ حقیقت میں غور کرنے لگتے ہیں فکر کی ابتدائی اور سادی حالت یہ ہے کہ چیزوں اور اون کے اجناس و انواع میں بھی تمیز نہ کی جاسکے۔ بلکہ تمام مجموعہ کا یکساں ادراک ہو۔ بچہ جب ذرا ہوش سنبھالتا ہے تو آدمیوں کو شناخت نہیں کرسکتا نہ خود اپنے جسم کے مختلف حصوں کو پہچانتا ہے بلکہ تمام اشیاء خارجی کو یکساں جانتا ہے۔ چاند کی طرف پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے اور اپنے جھنجھنے کو کھانے کے لئے منہ میں رکھ لیتا ہے۔ جوں جوں بچہ کی سمجھ ترقی کرتی جاتی ہے اس میں اشیاء کے فرق کو سمجھنے کا مادہ پیدا ہوتا جاتا ہے اور وہ ماں کو اماں اور باپ کو ابا کہنے لگتا ہے۔ کھانے کی چیزوں کو نہ کھانے کی چیزوں سے تمیز کرتا ہے سخت و نرم کو پہچانتا ہے۔ غرض جوں جوں وہ بڑھتا جاتا ہے مرکبات کی تحلیل اسکو آتی جاتی ہے پہلے پھلوں کو معہ چھلکے اور بیجوں کے کھانے لگتا تھا اب چھلکا اور گٹھلی پھینک دیتا ہے اس طرح اشیاء کے حصے اور اجزا اسکی سمجھ میں آنے

[1] نفس کا اپنے اعمال و تاثیرات کو جاننا اور یہ پہچاننا کہ یہ اعمال و تاثیرات میری ہی ہیں شعور consciousness کہلاتا ہے

لگتے ہیں اور جس قدر فرق کی تمیز زیادہ ہوتی جاتی ہے وہ جنس نوع قسم حصہ اور جزو میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ غرض فکر اور سمجھ جوں جوں بڑھتی جاتی ہے تحلیل کی قوت بڑھتی جاتی ہے۔

یہی نہیں کہ بچے اور جاہل آدمی اشیاء اور انکی اجزا میں فرق و امتیاز نہیں کرتے بلکہ اون کے علم کے حصے بھی فرادے فرادے ہوتے ہیں اور ان میں باہم یا تو کوئی ربط ہوتا ہی نہیں یا بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اون کے علم کا کوئی ٹکڑا بڑھ جائے لیکن واقعات میں ربط دینا اون کو نہیں آتا۔ لیکن ذی علم بننے یا دانش کے ادنیٰ مرتبہ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہونچنے کے لئے یہ دیکھنا بھی ضرور ہے کہ ہمارے علم کے مختلف حصے باہم کیا ربط رکھتے ہیں یا کس طرح ایک واقعہ دوسرے واقعہ پر منحصر ہے انسان کی فراست کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اشیاء کے روابط اور مخلوط اجزا کی ترکیب دریافت کرنی چاہتی ہے اور جس قدر زیادہ کامل طور سے فہم اس رابطہ اور ترکیب کو سمجھ سکتا ہے اتنے ہی فراست و فہم اعلیٰ درجہ کے اور کامل ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ فرق و امتیاز کرنے کی قوت بھی اسکے ساتھ ویسی ہی ترقی یافتہ ہو

علم کے کمال اور قوائے عقلی کے نشو و نما کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ انسان کائنات کے ہر شئے کے باہمی تعلق و ربط کو (خواہ وہ کیسے ہی مختلف طرح کے کیوں نہ معلوم ہوتے ہوں) سمجھے اس طرح ایک واقعہ کا علم دوسرے واقعہ کا علم حاصل کرنے کی راہ نمائی کرتا ہے۔

جس طرح علم نباتات کا عالم ایک پتے کو دیکھکر سارے درخت اور درخت کے نوع و جنس کی کیفیت بتا دیتا ہے۔ یا ایک عالم علم حیوانات کسی جانور کا دانت دیکھکر اس حیوان کی تمام حقیقت و ماہیت ظاہر کر دیتا ہے اسی طرح عالم علم کائنات اگر اس کا علم کامل ہو ایک شئے کو دیکھکر تمام مخلوقات کی کیفیت اور حقیقت بیان

کر سکتا ہے یہ مرتبہ اگرچہ کسی شخص کو حاصل ہونے والا نہیں ہے کیونکہ کمال علم اور کمال قدرت سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں نہ ہو سکتا ہے لیکن فکر کی نشو ونما اور ترقی کی راہ یہی ہے اور جس اعلیٰ مرتبہ تک یہ پہونچ سکے اسی قدر انسان کا علم وسیع ہوگا۔ کسی واقعہ کی وجہ یا علت دریافت کرنا فکر کی ترقی کا پہلا قدم ہے اور وجہ وعلت دریافت کرنا اوس کو دوسرے واقعات کے ساتھ ربط دینا ہے اب وہ واقعات علیحدہ علیحدہ نہیں رہتے بلکہ ایک قاعدے کے تحت میں آتے جاتے ہیں اور جوں جوں عمل توجیہہ بڑھتا جاتا ہے ہمارا علم زیادہ مربوط ہوتا جاتا ہے۔

نباتات اور حیوانات کی ماہیت کی تحقیق کا طریقہ یہ ہے کہ سادی اور غیر مرکب انواع سے شروع کرکے مرکب اور پیچیدہ انواع کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ بسیط انواع میں بھی (نباتی ہوں یا حیوانی) وہ صفات ذاتیہ جو اجسام آلیہ کی تکمیل افراد میں پائے جاتے ہیں موجود ہوتے ہیں جیسے کہ ایک کیڑے میں ایک بڑے سے بڑے حیوان کے وظائف طبعی موجود پائے جاتے ہیں اسی واسطے علمائے علم حیوانات تحقیقات کا سلسلہ ایک علقہ (cell) والے کیڑے سے شروع کرتے ہیں کیونکہ سادہ اور بسیط چیزوں کا مطالعہ پیچیدہ اور مرکب چیزوں کے مطالعہ سے آسان ہے۔ چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ فکر کے پیچیدہ اور مرکب عمل بھی ابتدائی سادے اور بسیط طریقوں سے نشو ونما پاتے ہیں اور دونو متحد الکیفیت ہیں یہ مناسب ہوگا کہ عمل فکر کے خصائص ذاتیہ کی تحقیقات بھی سادی اور ابتدائی صورتوں سے شروع کی جائے۔ فکر کی ان سادہ حالتوں میں جو امر صحیح اور حق ہوگا وہ اسکی ہر مرکب اور پیچیدہ صورت میں ضرور موجود ہوگا۔

فکر کی سادی صورت

سوچنے اور فکر کرنے کی سادی صورت کیا ہے؟ اس کا جواب دینے کیلئے

اس امر کے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حیوانی زندگی کے مدارج میں وہ قوت جس کو سوچنا کہتے ہیں فی الحقیقت کہاں سے شروع ہوتی ہے آیا کتے بھی سوچتے ہیں یا نہیں؟ ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ انواع حیوانات میں کون سوچ سکتا ہے۔ اور کون نہیں۔ لیکن جہاں کہیں سوچ اور فکر پایا جاتا ہے وہ انتقال ذہنی یا سرعت فہم کی ایک حرکت ہے یعنے وہ معلوم سے نامعلوم کو جھٹ معلوم کرلیتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص اپنے کمرے میں بیٹھا ایک کام میں مصروف ہے کہ یکایک اس کے کانوں میں ڈھول بجنے کی آواز آئی۔ ممکن ہے کہ یہ آواز تو آئے لیکن وہ اس کا کچھ مطلب نہ سمجھے اس صورت میں اگرچہ حس سماعت نے اپنا کام پورا کردیا لیکن ذہن نے اُس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا لیکن جس صورت میں کہ ذہن اپنے پورے شعور کی حالت میں ہو تو وہ غور کریگا کہ اس وقت اس آواز آنے کے کیا معنے ہوسکتے ہیں۔ اور اس لئے وہ اپنی سابقہ معلومات کی بنا پر یہ سوچیگا کہ یہ آواز کس قسم کے ڈھول کی ہے۔ یہ آواز اوس ڈھول کی ہے جو۔

(۱) برابر کے کارخانہ میں مزدوروں کے جمع کرنے کے لئے آٹھ بجے صبح بجایا جاتا ہے اس لئے اس کا مطلب کارخانہ میں مزدور جمع کرنا ہے چونکہ یہ ڈھول آٹھ بجے صبح بجایا جاتا ہے اس لئے آٹھ بج گئے ہیں۔

(۲) اخبار میں پڑھا تھا کہ فبروری کی ۵ اتاریخ رسالہ عروب کا ایک دستہ مقام ا پر کوچ کریگا آج وہی تاریخ ہے اور یہ آواز بھی فوجی باجے کی ہے لہذا رسالہ عروب کا ایک دستہ برابر کی سڑک پر سے گزر رہا ہے۔

(۳) شادی کا رقعہ جو زید کے ہاں سے آیا تھا اس میں برات کی روانگی کا وقت ۸ بجے لکھا تھا یہ اوسی شادی کا باجہ ہے لہذا جلدی سے برات میں شامل ہوجانا چاہیے غرض ڈھول کی آواز سے وہ ایک ایسی بات معلوم کرلیگا جو اس سے بیان نہیں

کی گئی ہے وہ نتائج جو کوئی شخص احساسات سے اخذ کرتا ہے خارج سے اس کے ذہن میں نہیں آتے بلکہ خود ذہن کے انتقال سے پیدا ہوتے ہیں ذہن اس علم کو جو محسوسات سے حاصل ہوتا ہے بطور مقدمات جماتا اور اون سے کوئی مطلب نکالتا ہے ورنہ صرف احساس ہونے سے کوئی مفید علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایک ناخواندہ شخص حروف کو دیکھکر کوئی مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک وہ یہ نہ جانتا ہو کہ یہ علامات کیا مطلب ظاہر کرتی ہیں۔ اسی طرح تمام آثار و علامات جو کائنات کی ہر شئے میں پائے جاتے ہیں ایک ناواقف پر کوئی حقیقت منکشف نہیں کرتے۔

تصدیق — **فکر** کے عمل کی سادی صورت کو **تصدیق** (Judgement) کہتے ہیں۔ جیسے گھاس سبز ہے۔ باجا بج رہا ہے۔ انسان فانی ہے اس لئے فکر کی ماہیت حاصل کرنے کے لئے ہمیں تصدیق سے شروع کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے۔ کہ

(۱) فکر کی اس سادہ صورت کے ابتدائی خصوصیتیں کیا ہیں۔

(۲) فکر کی مختلف صورتیں (یا تصدیق کی مختلف قسمیں) کیا ہیں۔

(۳) وہ کیا طریق عمل ہے جس سے کہ تصدیقات قیاس کی صورت اختیار کرتیں اور کوئی حجت قائم کرکے نامعلوم نتیجہ کو دریافت کرلیتی ہیں۔

اب اس بیان کی تفصیل سمجھو۔

تصور

# تصوّر

## concept

آئینہ کو دیکھو ہر شئے کا عکس اس میں پڑتا ہے درخت ہلتے ہوے دکھائی دیتے ہیں پتوں کی سبزی پھولوں کی سرخی صاف معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال انسان کے اس آئینہ کا ہے جس کو **ذہن** کہتے ہیں اس میں بھی جس چیز یا کیفیت

کو ایک بار دیکھ چکے ہیں بار بار دیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً گھوڑے۔ ہاتھی بیل۔ میز کرسی سب کی تصویریں موجود ہیں بلکہ اس آئینہ میں تو اس قدر ضیا ہے کہ جلی آئینہ میں جو چیزیں نہیں دکھائی دیتیں وہ بھی اس میں محسوس ہو جاتی ہیں۔ جیسے گرمی سردی وغیرہ اشیاء کی ان صورتوں کو جو ذہن میں پیدا ہوتی ہیں **تصور** کہتے ہیں یعنے تصور موجودات خارجی کی ذہنی تصویر کا نام ہے

تصور کی تعریف

تصور دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو شئے کی شکل وصورت کا تصور دوسرے ان اوصاف کا تصور جو ان اشیاء میں پائے جاتے ہیں مثلاً انسان کا تصور ایک لحاظ سے صرف انسان کی صورت کا تصور ہوگا اور دوسرے لحاظ سے ان اوصاف کا تصور ہوگا جو تمام انسانوں میں بالاشتراک پائے جاتے ہیں جیسے حیوانیت اور نطق کا تصور۔

# تصدیق judgement

حکم

لیکن ذہن میں اشیاء کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ذہن اون کے متعلق کوئی حکم بھی لگاتا ہے۔

"عربی گھوڑا بہت مضبوط ہوتا ہے" "گرمی سے اشیاء کے اجزا پھیل جاتے ہیں" عربی گھوڑا اور گرمی دو تصور تھے اون پر یہ حکم لگایا کہ عربی گھوڑا مضبوط ہے گرمی اشیاء کے اجزاء کو پھیلا دیتی ہے تو اب ذہن میں دو چیزیں ہو گئیں ایک اشیاء کا تصور دوسرے اون حکموں کا تصور جو ان اشیاء پر لگائے گئے۔

تصدیق

تصور اور حکم کو ملا کر جو خیال ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ **تصدیق** کہلاتا ہے۔

ایجاب سلب

حکم دو طرح کے ہوتے ہیں **ایجابی** اور **سلبی**۔

پہاڑوں کی ہوا تفریح بخش ہوتی ہے۔ (ایجابی)

غلیظ ہوا مفید صحت نہیں ہے۔ (سلبی)

اس طرح ایک تصدیق میں تین تصور اور ایک حکم ہوتا ہے۔ مثلاً اوپر ہی کی مثال میں کہ غلیظ ہوا مفید صحت نہیں ہوتی۔ عربی گھوڑا بہت مضبوط ہوتا ہے اول غلیظ ہوا کا تصور۔ پھر مفید صحت اشیاء کا تصور۔ پھر ہوا کے مفید صحت ہونے کا تصور پھر یہ حکم کہ غلیظ ہوا مفید صحت نہیں ہوتی۔ منطق کی اصطلاح میں اس شئے کو جس پر

محکوم علیہ

محکوم بہ

حکم لگایا جائے **محکوم علیہ** اور جس بات کا حکم لگایا جائے اس کو **محکوم بہ** اور ان دونوں کی باہمی نسبت کو نسبت حکمیہ کہتے ہیں۔ عربی گھوڑا محکوم علیہ مضبوط شئے محکوم بہ عربی گھوڑے کا مضبوط ہونا۔ نسبت حکمیہ۔ غلیظ ہوا محکوم علیہ مفید صحت شئے۔ محکوم بہ غلیظ ہوا کا مفید صحت نہ ہونا نسبت حکمیہ جو تصدیقات آسانی سے سمجھ

تصدیقات بدیہی

میں آجاتی ہیں وہ **بدیہی** کہلاتی ہیں آگ جلا دیتی ہے لوہا سخت ہوتا ہے انسان بیمار ہو جاتا ہے ایسی باتیں ہیں کہ ان کے سمجھنے میں غور و فکر کی حاجت نہیں اور بدیہات میں داخل ہیں لیکن بعض چیزیں نہایت غور و فکر سے سمجھ میں آتی ہیں۔ مثلاً محسوسات کا ادراک اعصاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے تمام اشیاء ایک دوسرے کو اپنی جانب کھینچتی ہیں ایسے تصدیقات ہیں کہ اُن کے سمجھنے کے لئے بہت غور و

تصدیقات نظری

فکر کی حاجت ہے۔ ایسی تصدیقات کو **نظری** کہتے ہیں۔ جو تصدیقات بدیہی کہلاتی ہیں در اصل یہ بھی نظری ہیں بات صرف اتنی ہے کہ اون کا مشاہدہ اور تجربہ اس قدر کثرت سے ہوا ہے اور فکر اس قدر ان امور پر صرف ہو چکا ہے کہ آئندہ اب اون کے اذعان کیلئے مزید فکر کی حاجت نہیں ہے ورنہ یہ تصدیقات بھی بغیر فکر خرچ کئے حاصل نہیں ہوی ہیں ہزاروں بار آگ کو جلاتے اور پانی کو ڈبوتے دیکھا اب یہ حکم آنکھیں بند کر کے لگا دیتے ہیں کہ ثقیل چیزیں پانی میں ڈوب جاتی ہیں اور آگ ہر شئے کو جلا دیتی ہے۔ نظریات پر ہر شخص کی قوت فکر اس قدر صرف نہیں ہوی کہ وہ بدیہی کے درجہ تک پہونچ جائیں۔ آگ اور برق دونوں

دنیا میں موجود ہیں لیکن آگ کا جس قدر تجربہ گھر کی ماما کو ہے برق کا بڑے سے بڑے عالم کو بھی نہیں۔ پھر برق کی نسبت تصدیقات کیونکر آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ جیسے کہ (۱)[1] **دو منفی** برقی قوتیں ایک دوسرے سے حرب کا میلان رکھتی ہیں (۲) اسی طرح **دو مثبت** برقی قوتیں بھی باہم منافرت رکھتی ہیں (۳) لیکن ایک **مثبت** اور ایک **منفی** قوت باہم ایک دوسرے کو جذب کرتی ہیں۔ یہ برق کے متعلق تین تصدیقات ہیں اور اُن سے نتیجہ نکالنے کے لئے زیادہ فکر کی ضرورت ہے فرض کرو کہ **ا** اور **ب** دو اجسام ہیں جنمیں دو منفی برقی قوتیں ہیں اور **ج** و **د** دو اجسام ہیں جنمیں دو **مثبت** برقی قوتیں ہیں اب قوت فکر کا یہ کام ہے کہ وہ یہ دریافت کرے کہ ان میں سے کون کون سے اجسام ایک دوسرے کو کھینچیں گے اور کون کون سے ایک دوسرے سے بھاگینگے۔ قوت فکر مذکورۂ بالا تینوں تصدیقات پر غور کرتی ہے اور حکم لگاتی ہے کہ:۔

اجسام **ا و ب** ایک دوسرے سے بھاگینگے۔

اجسام **ج و د** ایک دوسرے سے بھاگینگے۔

**ا و ج** ایک دوسرے کو کھینچیں گے۔

**ا و د** ایک دوسرے کو کھینچیں گے۔

**ب و ج** ایک دوسرے کو کھینچیں گے۔

**ب و د** ایک دوسرے کو کھینچیں گے۔

فکر کی تعریف

اس مثال سے یہ سمجھ میں آگیا ہوگا کہ فکر کیا چیز ہے **فکر** وہ قوت ہے جو تصدیقات

---

[1] اجسام میں دو قسم کی برقی قوتیں ملی جلی موجود ہوتی ہیں اور جب اوس جسم کو رگڑتے ہیں تو دونو الگ الگ ہوجاتی ہیں۔ شیشے کی ڈنڈی کو ریشمی کپڑے پر رگڑنے سے جو قوت برقی شیشہ میں ظاہر ہوتی ہے وہ مثبت یا زجاجی کہلاتی ہے اور جو لاکھ کی ڈنڈی کو فلالین پر رگڑنے سے لاکھ میں ظاہر ہوتی ہے اوس کو منفی یا راتنجی کہتے ہیں۔

معلومہ سے تصدیقات نامعلوم کو دریافت کرلیتی ہے اور یہ علم حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ ہے۔

# تصوّر اور تصدیق

## Concept and judgement

"لوہا ایک دھات ہے" "پانی عنصر نہیں ہے" دونو تصدیق ہیں پہلی تصدیق میں دو تصور لوہا اور ایک دھات ایک حکم میں جمع کئے گئے ہیں اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اون تمام چیزوں میں سے جن پر دھات کے لفظ کا اطلاق ہوسکتا ہے ایک لوہا بھی ہے دوسری تصدیق میں بھی پانی اور عنصر دو تصور ہیں لیکن ان دونو میں تفریق ظاہر کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ عنصر کی خاصیت (بسیط اور ناقابل تجزیہ ہونا) پانی میں نہیں پائی جاتی۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونو تصور جن سے تصدیق مرکب ہے (لوہا و دھات یا پانی و عنصر) ایسے علم کے حصے ہیں جو اس تصدیق سے پہلے حاصل ہو چکا ہے اس لئے ذہن کا وہ فعل بھی جن سے یہ دونو خیالات (تصورات ذہنی) بنے ہیں تصدیق کے فعل سے پہلے واقع ہوا ہوگا اس لئے تصور تصدیق سے مقدم ہے۔ کیونکہ تصدیقات تصورات سے بنتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے ذرا تصور کی حقیقت پر غور کرو تصور صرف لفظ ہی نہیں ہے جو بلاکسی مفہوم (معنے) کے ذہن میں آگیا ہو بلکہ لوہے کا تصور خود چند تصدیقات سے بنا ہے اور اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک مادہ کی حالتوں ٹھوس سیال غاز کی حقیقت نہ معلوم ہو پھر ان میں سے ٹھوس کو انتخاب کریں اور ٹھوس میں سے دھات کو لیں اور دھات کے عام خواص میں سے لوہے کے خواص کو انتخاب کرکے اوس شئے کو جس میں وہ

خواص وصفات پائے جاتے ہیں لو ہا کہیں کسی تصور کے مفہوم میں جس قدر زیادہ تصدیقات شامل ہونگی اسی قدر اُس کے معنے اور دلالت وسیع ہوگی اس لئے تصور بہت سے مسلسل تصدیقات کا جو ذہن پہلے سے قائم کر چکا ہوتا ہے قائم مقام ہوتا ہے زبان فکر کی مدد کرتی ہے اور ان تمام تصدیقات کو ایک کلام اور کبھی ایک لفظ میں ظاہر کردیتی ہے اس لئے ہر تصور کی ساخت میں کئی تصدیقات مضمر ہوتی ہیں مثلاً فقری حیوان۔ مرضعہ حیوان دو پایہ حیوان۔ ناطق حیوان وغیرہ کے مجموعہ کو ایک لفظ انسان سے تعبیر کرتے ہیں لیکن لفظ تصور نہیں ہے بلکہ صحیح تصور حاصل کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ اون تمام تصدیقات کو جنکو مختصر طور پر وہ لفظ ظاہر کرتا ہے ہم اپنے ذہن میں موجود کریں۔

"بارش ہورہی ہے" "سورج چمک رہا ہے" یہ تصدیقات اگرچہ کئی لفظوں سے مرکب ہیں لیکن یہ علم کا ایک ٹکڑا ہیں۔ ذہن کا وہ فعل جس سے یہ علم حاصل ہوا ہے فقروں کی ترکیب کی طرح ایسا نہیں ہے کہ کسی خارجی ترکیب سے ایک جزو کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے بلکہ ایک عقلی اور ذہنی عمل ہے جس سے ہم کسی شئے کی کچھ حقیقت و ماہیت سمجھ لیتے ہیں۔ کسی شئے کے متعلق جب ہم کوئی نئی تصدیق قائم کرتے ہیں تو ہم اس ماہیت سے شروع کرتے ہیں جو ہم کو اس شئے کے متعلق اس وقت حاصل ہے یہ معلومات اون تصدیقات کا نتیجہ ہوتی ہے جو پہلے بنائے جا چکی ہیں یعنے سابقہ تصدیقات سے ہمارا علم جس نقطہ تک پہونچ چکا ہے اوس کے آگے ہم نئی تصدیق شروع کرتے ہیں پانی پیاس بجھاتا ہے وہ تمام تصدیقات جو لفظ پانی سے ظاہر ہوتی ہیں (مادہ ہونا۔ سیال ہونا) اون پر اس تصدیق کا اضافہ ہوا کہ وہ پیاس بجھاتا ہے۔

اس صورت میں علم کی ترقی معلوم سے غیر معلوم تک نہیں ہوی ہے بلکہ جزوی معلومات سے وسیع یا کامل معلومات کی طرف ہوی ہے لیکن ہر تصدیق کسی سابقہ تصدیق سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ابتدا میں ایک ایسی تصدیق ماننی پڑیگی جو کسی دوسری تصدیق سے نہ نکلی ہو۔ اگر سب تصدیقات کسی پہلی تصدیق سے نکلیں تو آخر ابتدا کہاں سے ہوگی؟ **شعور** تصدیق کی ابتدائی اور پہلی صورت ہے اس حالت میں کسی شئے کا ادراک بلا اوس کی اوصاف کے یا اوصاف کے بہت کم علم کے ساتھ ہوتا ہے اور سچ پوچھو تو یہی **تصوّر** ہے یعنے کسی شئے کا ادراک بلا کسی حکم کے۔ لیکن یہ فعل عقلی نشو و نما کی بہت ہی ابتدائی حالت میں ہوتا ہے اور وہ بھی پورے طور پر حکم یعنے شے کے اوصاف ذاتیہ سے خالی نہیں ہوتا خواہ کسی قدر ابتداء کی طرف جاؤ جہاں سے **شعور** شروع ہوجائیگا وہیں سے ذہن موجودات پر اپنا عمل کرنے اور علم حاصل کرنے لگیگا۔ نوزائیدہ بچے کا شعور بھی اسی طرح عمل کرتا اور تصدیقات قائم کرتا ہے۔ اگرچہ یہ عمل بہت خفیف ہوتا اور یہ ابتدائی تصدیقیں بہت ہی کمزور اور پریشان ہوتی ہیں لیکن ذہنی اور عقلی ترقی کے شروع ہونے کا یہی نقطہ ابتدا ہے۔ جب یہی خفیف اور کمزور تصدیقیں بڑھتی جاتی ہیں تو علم میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔

# تصدیقات کلّی ہوتی ہیں

کلیت کے معنی

تمام تصدیقات کلّی ہوتی ہیں۔ مگر کلیت کئی طرح کی ہوتی ہے اور ایک سے زیادہ لحاظ ایسے ہیں کہ ایک تصدیق کلّی کہی جاسکتی ہے۔ کسی تصدیق کو (اور

عام طور پر کسی قضیہ کو) اوس وقت کلی کہتے ہیں جب کہ موضوع کلی ہو یا اس سے پہلے الفاظ۔ سب۔ تمام۔ کل۔ وغیرہ آئیں "سارے حبشی سیہ فام ہوتے ہیں"۔ کسی تصدیق یا قضیہ کو جزئی اوس وقت کہتے ہیں جبکہ موضوع کسی کل کا ایک جزو ہو اور اس سے پہلے الفاظ بعض کچھ وغیرہ جو جزئیت ظاہر کرتے ہیں آئیں بعض آدمی سیہ فام ہوتے ہیں لیکن جب ہم تصدیقات کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ وہ کلی معنی ظاہر کرتی ہیں تو ہمارے ذہن میں اس قسم کا خیال (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا) نہیں ہوتا بلکہ کلیت سے مراد یہ ہے کہ وہ نتائج جن پر تصدیقات پہونچتی ہیں ہر صورت میں صحیح ہونے کا دعوے رکھتے ہیں (خواہ اونکی موضوع اور محمول کچھ بھی ہوں) جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو یہ ایک حقیقت ہے جو ہر حال میں صحیح ہے اور ہر شخص اس کو تسلیم کرتا ہے بعض حیوان ناطق ہیں (قضیہ جزئیہ ہے) لیکن ایک لحاظ سے یہ ایسا کلیہ ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

چیزوں کو باہم ملانے اور اُن کی تنقیح و تنقید کرنے سے انسان کا ذہن علم حاصل کرتا ہے لیکن وہ علم شخصی اور وقتی نہیں ہوتا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں لوہا مقناطیس کی طرف میلان رکھتا ہے۔ پانی کا حجم دبانے سے کم نہیں ہو سکتا تو یہ ایسے تصدیقات نہیں ہیں کہ صرف میرے ہی شعور میں گزر رہے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہر وقت اور ہر حال میں صحیح ہیں ممکن ہے کہ ایسے مسایل کسی ایک شخص کے غور و فکر سے دریافت ہوے ہوں لیکن جب دریافت ہو جائیں تو ہر ذی عقل شخص اون کو تسلیم کرتا ہے یعنے اگر وہ بھی اسی طرح فکر کرے جیسا کہ اس شخص نے کیا تو وہ بھی اُسی نتیجہ پر پہونچیگا۔ اگر کسی شخص کی تصدیقات اس لحاظ سے کلی نہ ہوں کہ ایک آدمی جس تصدیق پر پہونچا ہے دوسرے بھی اسکو

تسلیم کریں تو پھر صداقت اور سچائی کا کوئی معیار نہیں رہتا اور اگر ایک شخص کے قول کو دوسرا تسلیم نہ کرے تو کوئی امر سچ نہیں رہتا۔ صداقت کی اس خاصیت سے کہ تمام آدمی ایک امر کو تسلیم کرتے ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کے فکر کرنے کا طریقہ یکساں ہے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طرح سوچ بچار کرتے ہیں کسی تحقیقات کے متعلق یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ کس کے ذہن اور فکر نے یہ امر دریافت کیا ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ آیا عقل و درایت کی رو سے یہ امر صحیح ہے یا نہیں ایک وحشی آدمی اور ایک تعلیم یافتہ متمدن آدمی کے شعور میں یہ فرق ہوتا ہے کہ وحشی آدمی کا شعور کم تربیت یافتہ ہوتا ہے لیکن باوجود اس فرق کے دونوں میں ایک طرح کی فراست موجود ہوتی ہے اور اون کے سوچ بچار کے طریقے ایک سے ہوتے ہیں اس وجہ سے وحشی مہذب و متمدن بن جاتے ہیں۔

## تصدیق میں عمل تحلیل و ترکیب داخل ہیں

تحلیل و ترکیب دو متناقض عمل ہیں کسی شئے کے مختلف اجزا کو علیحدہ علیحدہ کرنا **تحلیل** (Analysis) ہے اور مختلف اجزا کو ملا کر ایک چیز بنانا **ترکیب** پانی کا آکسیجن اور ہائیڈروجن میں تجزیہ کرنا تحلیل ہے اور آکسیجن اور ہائیڈروجن کو ملا کر پانی بنانا ترکیب ہے یہ ناممکن ہے کہ ایک وقت میں دو متناقض عمل کئے جا سکیں۔ پس عملی دنیا میں ایک وقت میں ایک شئے پر یا تو تحلیل کا عمل کیا جا سکتا ہے یا ترکیب کا یہ دیکھنا ہے کہ فکر جب کوئی تصدیق قائم کرتا ہے تو تحلیل کا عمل کرتا ہے یا ترکیب کا کسی شئے کی حقیقت کامل طور پر سمجھنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ ہم اوسکی تحلیل و ترکیب دونوں سے واقف ہوں۔ مثلاً گھڑی کی حقیقت جاننے کے لئے ہم کو

ایک ایک پرزے کے نام شکل وصورت سے واقف ہونا لازم ہے یہ عمل تحلیل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ وہ سب پرزے کس ترکیب سے ملائے جاتے ہیں اور سب ملکر کس طرح عمل کرتے ہیں کہ ایک مرتب گھڑی صحیح وقت بتانے کا کام دینے لگے یہ عمل ترکیب ہے پس ذہن بغرض تحقیق میں عمل تحلیل وترکیب دونو کو کام میں لاتا ہے۔

**ترکیب** کے معنے یہ ہیں کہ مختلف اجزاء ملکر ایسی صورت اختیار کریں کہ ایک نئی شے اون سے پیدا ہوجائے اور اگر ایک جزو کو نقصان پہونچے تو کل کو بھی ساتھ ہی نقصان پہونچے۔ جیسے انجن کا ایک پرزہ خراب ہونے سے انجن کام نہیں دیسکتا یا اعضائے انسان کہ سب کے کام علیحدہ ہیں لیکن پھر بھی ان میں ایسا ربط ہے کہ

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

اناج کے انبار میں سے اگر ایک حصہ نکال لو تو دوسرا حصہ باقی رہتا ہے لیکن مرکب اشیاء کا یہ حال نہیں وہ سب خراب ہوجاتی ہیں حتی کہ یہی حال سوسائٹی کا ہے کہ جزو کی خرابی کل میں فساد پیدا کردیتی ہے۔ پس مرکب اشیاء کی ماہیت اور حقیقت کو سمجھنے کے لئے اون کی اجزا کے علیحدہ علیحدہ عملوں اور سب کے ملکر باہم کام کرنے کے طریقوں سے واقف ہونا لازم ہے جب کوئی معمولی شئے سامنے آتی ہے تو ذہن اناً فاناً میں پہلے تو اس کی اجزاء کو دیکھ لیتا ہے اور پھر یہ دیکھ لیتا ہے کہ آیا وہ تمام اجزا ملکر وہ کیفیت پیدا کرتے ہیں یا نہیں جو اوس شئے کے لئے ضروری ہے اس طرح عمل **تحلیل** و **ترکیب** دونو اس قدر عجلت سے ہوجاتے ہیں کہ اون میں تمیز کرنی

مشکل ہوتی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں گلاب کا پھول ہے وہ اس کی رنگ و بو
شکل و وضع زیرہ ڈنڈی وغیرہ ایک ایک چیز کو دیکھ رہا ہے اس طرح وہ
اپنے ذہن میں تحلیل کا عمل کر رہا ہے اُس شخص کے ہاتھ میں ایک پھول ہے وہ
اُس کی رنگ و بو شکل و وضع زیرہ و ڈنڈی وغیرہ کو دیکھکر کہتا ہے کہ یہ گلاب
کا پھول ہے اوس نے اپنے ذہن میں عمل ترکیب کیا۔ کیونکہ جب تک وہ تمام
خواص جو ایک گلاب کے پھول کے لئے لازم ہیں مجموعۃً ایک پھول میں نہ پائے
جائیں اس کو گلاب نہیں کہہ سکتے۔ جب ہم کسی شئے کو پہلے پہل دیکھتے یا اوسکی
ماہیت سمجھنی چاہتے ہیں یا کسی علمی تحقیقات میں مصروف ہوتے ہیں تو تحلیل و
ترکیب کا عمل ایسی جلدی نہیں ہوتا جیسا کہ واقف اشیاء کی صورت میں بلکہ
بعض اوقات سالہا سال کی تحقیق و تفتیش میں کسی چیز کی تحلیل و ترکیب کی
صحیح کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

عملی نقطہ نظر سے جب کسی شے کی تحقیق کرتے ہیں تو اُس کا تجزیہ کرکے ایک
ایک عضو کی حالت و کیفیت اور اوسکی وظائف طبعی معلوم کرتے ہیں مثلاً
درخت کے پتوں کو درخت سے جدا کرکے دیکھتے ہیں اسی طرح پھل پھول، تنہ
جڑ بیج وغیرہ کا امتحان کرتے اور اون کے حالات و آثار مخصوصہ دریافت کرتے
ہیں اسی طرح جسم انسان کے اعضاء و جوارح کے حالات طبیعۃ علیحدہ علیحدہ معلوم
کرتے ہیں اور پھر اوس پوری شے کی جس کے یہ اجزا ہیں ہئیت اجتماعیہ پر غور
کرکے اون اجسام کے خواص کلی اور صفات ذاتیہ دریافت کرتے ہیں مثلاً کسی
شخص کی عادت و فطرت کا تصور اوس کی سوسائٹی یا مذہب یا خاندان وغیرہ
کے تصور سے علیحدہ کرکے خیال کیا جائے۔ اور پھر سوسائٹی کی حالت اجتماعی
پر غور کریں۔ چونکہ سائنس کا کام یہ ہے کہ کسی شئے کے جزئی و کلی خواص کو مفصل

طور پر بیان کرے۔ تجزیہ سے بچنا محال ہے لیکن اس صورت میں بھی اجزا
کی حقیقت کو کما حقہٗ سمجھنے کے لئے کل شئے کی اجتماعی حالت کو سمجھنا بہت ضرور
ہے۔ علم الحیات نے اجسام آلیہ کی تمام انواع کو ایک ہی قانون کے رشتہ میں
جکڑ دیا ہے۔ پہلے زمانہ میں حیوانات و نباتات کی ہر ایک نوع ایک دوسرے
سے علیحدہ خیال کی جاتی تھی لیکن اب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تمام موالید آلیہ
(حیوانات و نباتات) ایک ہی خاندان کے ممبر ہیں اور یہ بات اونکی باہمی
رشتوں اور تعلقات پر نظر ڈالنے سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

حواس کے مدرکات بہ نسبت فکر کے مدرکات کے زیادہ بسیط ہوتے ہیں
کیونکہ حواس اشیا کا ادراک علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔ بخارات۔ کہر۔ پانی برف
کی تمیز اگر صرف حواس پر منحصر ہو تو وہ اُن کو بالکل علیحدہ علیحدہ چیزیں تصور
کرینگے۔ ادراک حسی میں ہر ایک شے ایک علیحدہ فرد خیال کی جاتی ہے
یہ فکر کا کام ہے کہ وہ اشیاء کے درمیان تعلق و رشتہ دریافت کرتا ہے اور وہ
اصول دریافت کرتا ہے جن کے بموجب وہ ایک دوسرے سے رابطہ رکھتی ہیں فکر
یہ ظاہر کرتا ہے کہ جن چیزوں کو حواس بالکل علیحدہ علیحدہ خیال کرتے تھے
فی الحقیقت ایک دوسرے سے بہت قریب کا علاقہ رکھتی ہیں اور ایک
ہی نظام کی رکن ہیں۔ جیسے بخار کہر پانی برف در اصل ایک ہی شے ہیں۔ چند
مظاہر کو جو حواس کو بالکل علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے تھے سائنس لیتا ہے اور دکھاتا
ہے کہ ان میں کیا علاقہ اور کیا مشابہت ہے اور پھر ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک ہی
قانون کے محکوم ہیں اور اون میں ایک ایسا قانون مشترک پایا جاتا ہے جو اونکو
اس طرح ملاتا ہے جیسے ایک شئے کے اجزاء یا جسم کے اخلاط ملے ہوے ہوتے ہیں
سمندر کا مد و جزر۔ زمین پر اشیاء کا گرنا۔ سیاروں کا نظام حواس کو

علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتا ہے لیکن فکر یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ سب کشش ثقل کے قانون سے وابستہ ہیں اور اون کی علت ایک ہی ہے فکر کے مدرکات بہ نسبت حس کے ادراکات کے زیادہ کلی اور اجتماعی ہوتے ہیں کیونکہ فکر مظاہر قدرت میں اتحاد و رابطہ کا پتہ چلاتا ہے اور تمام کائنات وحدت کا منظر معلوم ہونے لگتی ہے۔ ۱۲.۶ منہ

# تصدیقات احدیت

## judgements of individuality

جب بہت سی چیزیں ملکر ایک مقصد کو پورا کرتی ہیں تو وہ ایک شے تصور کی جاتی ہیں مثلاً گھڑی کہ بہت سے پرزوں سے مرکب ہے لیکن وہ سب پرزے ملکر ایک کام (وقت بتانا) انجام دیتے ہیں تو اون سب کا مجموعہ ایک شے خیال کیا جاتا اور گھڑی کہلاتا ہے اگر اون ہی اجزاء کو الگ الگ میز پر رکھدیں اور وہ وقت بتانے کا کام نہ دیں تو اون کو گھڑی نہ کہیں گے۔ پتھر اینٹ چونا پانی لکڑی لوہا علیحدہ علیحدہ موجود ہیں لیکن جب سب ملکر ایک ایسی صورت اختیار کرتے ہیں جو آدمیوں کی سکونت کا کام دیتی ہے تو اس کو مکان کہتے ہیں اور وہ سب ایک شے سمجھے جاتے ہیں بہت سے آدمی مختلف زبان بولنے والے مختلف قوم مختلف رنگ و صورت مختلف مذہب کے جب متحدہ طور پر حمایت ملک کی خدمت انجام دیتے ہیں تو اون کا تصور ایک کیا جاتا ہے اور وہ فوج کہلاتے ہیں غرض جب بہت سی مختلف الکیفیت چیزیں متحدہ طور پر اس طرح کام دیں کہ اون سے کوئی خاص منشاء پورا ہو اور انکی مجموعی حالت کا تصور بطور شئے واحد کے کیا جاسکے تو اونکی ذہنی نقوش تصدیقات احدیت کے

نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔

# علم اور Science

تصدیقات یہ نہیں کرتیں کہ پتھروں کی انبار کی طرح واقعات کا خزانہ ذہن میں جمع کر دیں بلکہ وہ نئے واقعات کو معلومہ واقعات سے ربط دیتی ہیں اور پھر اون کی تنقید کرتی ہیں۔ صرف ایک تصدیق اس کام کیلئے کافی نہیں ہوتی لیکن ہر ایک تصدیق اس مقصد کے حصول میں کچھ نہ کچھ مدد دیتی ہے۔ محض ایک دراک جس کی اوّل و آخر دوسرے معلومات نہ ہوں انسان کے علم میں کوئی اضافہ نہیں کرتا۔ مثلاً محض گھنٹی کی آواز آنے سے کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا لیکن یہ آواز جب اس علم سے ملتی ہے کہ جس وقت گھنٹی بجتی ہے تو ریل آتی ہے تو ساتھ ہی یہ علم حاصل ہو جاتا ہے کہ ریل اسٹیشن پر آگئی ہے۔

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب وہ کوئی نئی علامت دیکھتا یا بات سنتا ہے تو یہ پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے یا اس کا کیا مطلب ہے۔ ہر نئے تجربہ کو اوس معلومات سے جو پہلے سے حاصل ہے ربط دیتا ہے اور اوس کی تنقید کرتا ہے اگر یہ جدید معلومات سابقہ علم سے (جو یقینی ہے) خلاف ہو تو اوس کو غلط کہتے ہیں اور موافق ہو تو صحیح۔ ہم جانتے ہیں کہ فلاں شخص نہایت راستباز اور پابند اخلاق ہے اوس کی نسبت اگر کوئی شخص چوری کا الزام لگائے تو ہم اس خبر کو غلط کہہ دینگے۔ کیونکہ اس شخص کی طرف ایسا رویہ منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بعض شعبدہ باز ایسے ایسے شعبدے دکھاتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ لیکن باوجودیکہ ہمارے حواس گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی ادراک کیا ہی جیسا کہ

شعبدہ باز کہہ رہا ہے لیکن ہم اُس کو غلط اور دھوکہ دہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ کام قانون قدرت کے خلاف ہیں مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ علمی تحقیقات شعبدہ بازی نہیں ہے بعض اوقات ممکن ہے کہ ایک علمی تجربہ ایک پرانے اعتقاد کو غلط ثابت کردے مثلاً مدت سے یہ خیال راسخ چلا آتا تھا کہ خاک و بادوآب وآتش عنصر ہیں لیکن جب علم کیمیا نے ان کی تحلیل کرکے اُن کے اجزاء دکھائے تو اب سوائے جہلا کے اور کون باور کریگا کہ دنیا میں چار ہی عنصر ہیں یا ایک یا کا شخص کے خلاف جو بڑا متقی اور پارسا مانا جاتا تھا۔ چوری کا جرم ثابت ہوجائے تو اُس کی منسبت تقدس کا یقین خاک میں مل جائیگا۔ غرض علم دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو واقعات کا غیر مربوط اور غیر مسلسل علم دوسرے واقعات کا مربوط اور مرتب علم مثلاً واقعات ذیل کا علم۔

زید فقہ وحدیث کا بہت بڑا ماہر ہے۔

اس سال بارش کی کثرت سے اناج کی فصل کو نقصان پہونچا۔

اکبر نے ۱۶۰۵ء میں انتقال کیا۔

تینوں واقعات علم ہیں لیکن ان میں باہم کوئی تسلسل اور ربط نہیں ہے اس لئے یہ سائنس نہیں کہلائے جاسکتے۔ اس معلومات اور علمی تحقیقات میں بڑا فرق ہے زمین گول ہے ہوا آکسیجن اور نائٹروجن سے مرکب ہے صرف خبر یا افواہ نہیں ہے بلکہ ایک علم ہے جو ایک عالم آدمی کو بہت سے واقعات معلومہ کو ترتیب دینے اور نئے مشاہدات اور تجربات علمی پر غور و فکر کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ جو نئی حقیقت اس وقت ذہن کے تجربہ میں آئی ہے اوس کو وہ اپنی سابقہ معلومات کے سلسلہ میں اوس مقام پر رکھتا ہے جو اوس کے لئے مناسب ہے۔ غرض سائنس اوس علم کا نام ہے جو مربوط اور

سائنس

مرتب ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک سائنس غیر مربوط واقعات سے شروع ہوتا ہے اور پھر روزمرہ کے تجربوں سے جو حقیقتیں منکشف ہوتی ہیں ان کو بیان کرنے کے لئے قواعد عامہ وضع کرلئے جاتے ہیں جو اوس سائنس کے اصول کہلاتے ہیں۔ اس بیان پر ذرا پھر غور کرو۔ افراد کو علیحدہ علیحدہ مشاہدہ کرنے اور اون کی خصوصیات اور کیفیات دریافت کرنے سے جزئیات کا علم حاصل ہوتا ہے لیکن ان جزئیات سے قواعد کلیہ اخذ کرنا **تعمیم** (generalization) یا **قانون** یا **قضیہ کلیہ** (universal law) یا **اصول** کہلاتا ہے۔ کلیات کا علم جزئیات پر منحصر ہے۔ لیکن بہ نسبت جزئیات کے زیادہ مفید اور بکار آمد ہے۔ مثلاً ہم نے بلندی سے پتھر پھینکا وہ زمین پر آرہا۔ ایک شیشہ کا ٹکڑا پھر لوہے کی چیز اسیطرح طرح طرح کی اشیا پھینکیں اور دیکھا کہ وہ سب زمین پر آرہیں۔ اس طرح جزئیات کا امتحان کرکے ہم نے یہ کلیہ قائم کیا کہ تمام چیزیں زمین کی طرف گرنے کا میلان رکھتی ہیں یہ ایک کلیہ یا قانون ہے اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ آئندہ ہم کو بالانفراد اشیاء کے تجربہ کرنے کی حاجت نہیں رہی اور اب ہم کسی قیمتی شئے کو اس طرح نہ پھینکیں گے کہ وہ زمین پر گرکر چور چور ہوجائے۔ ایسے اصول کلیہ اگر بلا کافی مشاہدہ اور تجربہ کے جمع کرلئے جائیں تو غلطیوں میں بھی مبتلا کردیتے ہیں۔ جیسے دُمدار ستارے کے طلوع کو ضعیف الاعتقاد دنیا میں تباہی آنے اور جنگ واقع ہونے کا سبب خیال کرتے ہیں۔ جزئی واقعات کو دیکھکر اصول کلیہ قائم کرنا اور اون اصول کلیہ کو مرتب اور مربوط صورت میں جمع کرنا **سائنس** ہے۔

تعمیم یا کلیہ

## علم منطق Logic

ہر ایک سائنس کا موضوع جدا ہے۔ یہ موضوع موجودات عالم کی

کوئی نوع ہوتا ہے۔ مثلاً علم ہئیت کا موضوع اجرام سماوی ہیں۔ علم حیوانات کا حیوان علم النفس کا نفس انسان اور علم منطق کا فکر یعنے علم منطق اون طریقوں کا جاننا ہے جو صحیح نتائج پر پہونچنے کے لئے قوت فکر کام میں لاتی ہے اسی لئے اہل عرب نے منطق کی یہ تعریف کی ہے

علم منطق کی تعریف

آلۃ قانونیۃ تعصم مراعاتہا الذہن عن الخطاء فی الفکر وہ آلہ قانونی جس کی مطابقت ذہن کو فکر کرنے میں خطا سے بچاتی ہے۔

منطق دلیل کرنے کا علم یا فن ہے یا اون اصول کا علم ہے جنکی بناء پر صحیح صحیح قیاس قائم کئے جا سکتے ہیں۔

ہملٹن کہتا ہے۔ منطق فکر کی ضروری صورتوں کا علم ہے یعنے اون کلیہ قوانین اور اصول کا علم ہے جنکی مطابقت فکر کو ضروری ہے تاکہ فکر کے حاصلات یعنے تصورات و تصدیقات اور استدلالات صحیح و سلیم ہو سکیں۔

مل نے منطق کی یہ تعریف کی ہے۔ منطق سونچنے کا علم ہے یعنے اون شرائط کا علم جن پر صحیح تصورات اور تصدیقات اور استدلالات کا انحصار ہے۔

علم منطق کا کام یہ ہے کہ فکر کو اس طرح تربیت کرے کہ اوس کو علم حاصل کرنا آسان ہو جائے اور ایسے اصول و قواعد سکھائے جو جدید علم حاصل کرنے میں بکار آمد ہوں۔

ہر سائنس کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع کے مسائل کو ایک خاص قاعدے سے ترتیب دیتا ہے یہی حال علم منطق کا ہے کہ وہ فکر کی مختلف قسموں کو ہی بیان نہیں کرتا بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ اقسام باہم کس طرح مربوط ہیں تصور تصدیق قیاس استقراء استخراج فکر کے مختلف عمل ہیں اور اون کی خصوصیات اس طرح کی ہیں کہ اون میں باہم تمیز ہو سکتی ہے۔ علم منطق صرف اون کی کیفیت

علیحدہ علیحدہ بیان نہیں کرتا بلکہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ باہم اون میں علاقہ اور ربط کس طرح قائم ہے اور کوئی نئی حقیقت علمیہ ان سب کے متفقہ طور پر عمل کرنے سے کیونکر منکشف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے منطق کے جس قدر طریق عمل ہیں وہ بھی باہم مربوط ہوتے ہیں کسی نئے علم حاصل کرتے میں اگرچہ وہ مختلف زینوں کا کام دیتے ہیں لیکن دراصل وہ ایک ہی چیز کے حصے ہیں جس کو عقل یا دانش کہتے ہیں۔

منطق اور علم النفس

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ منطق کو علم النفس سے بہت لگاؤ ہے کیونکہ یہ دونو علم اون حالتوں کا بیان کرتے ہیں جو **نفس** یا **شعور** میں گزرتی ہیں بیشک دونو علموں میں یہ توافق ہے لیکن باوجود اس توافق کے فرق و امتیاز بھی ہے **علم النفس** اون تمام حالتوں سے بحث کرتا ہے۔ جو نفس میں گزرتی ہیں وہ راحت و رنج کی حقیقت موانست۔ خیالات کی کیفیت خواہش اور ارادے وغیرہ تمام قواء ذہنی کی ماہیت وغیرہ بیان کرتا ہے اسی طرح وہ فکر اور استدلال کی حقیقت سے بھی بحث کرتا ہے غرض علم النفس ذہن کی کیفیات کو بجنسہ بیان کر دیتا ہے **علم منطق** یہ نہیں بیان کرتا کہ خیالات کس طرح پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہ سکھاتا ہے کہ موجودہ ذہنی مواد سے نئی معلومات کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔

## منطق علم بھی ہے اور فن بھی

فن

جب کسی سائنس کے اصول کلیہ معلوم ہو جائیں تو ہم پھر اون کو جزئی واقعات پر استعمال کرتے ہیں مثلاً یہ ایک اصول کلیہ ہے کہ ہر گھوڑے کے

چار پاؤں ہوتے ہیں۔ ایک شخص ہمارے ہاتھ ایک گھوڑا فروخت کرنا چاہتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ گھوڑا تین ٹانگوں سے لنگڑاتا چل رہا ہے تو ہم کبھی اوس گھوڑے کو نہ خریدینگے کیونکہ اُس کی ایک ٹانگ کم ہے۔ اگر دو مثلثوں میں سے ایک مثلث کے دو ضلعے دوسرے مثلث کے دو ضلعوں کے الگ الگ برابر ہوں لیکن اون ضلعوں سے بنے ہوے زادے آپس میں برابر نہ ہوں تو ہم فوراً کہہ دینگے کہ مثلث آپس میں برابر نہیں ہیں۔ اِس طرح اصول کلیہ کو جزئی واقعات پر استعمال کرنے کو فن کہتے ہیں۔ ہم نے بارہا تجربہ کر کے یہ کلیہ قائم کیا کہ پانی اپنی سطح سے تیس فٹ بلندی تک چڑھ سکتا ہے۔ یہ سائنس ہے اب ہمکو کنوئیں میں سے پانی لینا ہے جو پچیس فٹ گہرا ہے تو ہم پانی لینے کے لئے بے تکلف وائرپمپ (الہ فخراج الماء) لگا دینگے کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس پمپ سے پانی سطح زمین تک چڑھ آئیگا۔ منطق بھی اس لحاظ سے کہ اوس کے اصول فکر کے جزئی واقعات کو دیکھکر اخذ کئے گئے ہیں۔ سائنس ہے اور اس لحاظ سے کہ دلیل میں فکر کے جزئی واقعات پر منطق کے اصول منطبق کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ دلیل صحیح ہے یا نہیں فن (Art) ہے۔

سائنس اور فن کی تعریف

تمام علوم میں غور و فکر سے کام لینا پڑتا ہے۔ ہر علم میں فکر کو کام میں لانیکا وہی طریقہ ہے جو علم منطق سکھاتا ہے اسی واسطے علم منطق کو ام العلوم science of sciences کہتے ہیں۔ طبقات الارض کی کیفیت کو دریافت کرنے کے لئے جو غور و فکر کیا جاتا ہے وہ علم زمین یا علم طبقات الارض سے تعلق رکھتا ہے اور درختوں اور پودوں کی پیداوار اور اقسام وغیرہ کے متعلق جو غور و فکر کیا جاتا ہے وہ علم نباتات کا حصہ ہے منطق کو نہ زمین کے طبقات سے غرض ہے نہ درختوں کے پتوں اور پھولوں سے بلکہ اون واقعات اور

کیفیات کو دیکھکر جو زمین کے ذروں اور درختوں کے رگ وریشہ میں پائے جاتے
ہیں نتائج اور قواعد استنباط کرنے کے طریقے سے مطلب ہے اوس کا کام یہ دیکھنا
ہے کہ ایا جس طریق سے اون علوم میں نتائج استنباط کئے جاتے ہیں وہ صحیح
ہے یا نہیں منطق کو طریق فکر سے مقصود ہوتا ہے اور جن اشیاء یا کیفیات پر
فکر کا تعلق مادے سے
فکر کیا جاتا ہے اون سے کچھ مقصد نہیں ہوتا تاہم یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ فکر
کو کام میں لانے کے لئے بھی کسی مادی شئے کا تصور ضرور ہے خواہ وہ مثال ہی کے
طور پر ہو یہ ناممکن ہے کہ کوئی خیال یا تصور ذہن میں آسکے۔ جب تک اسکی کوئی
ذہنی تصویر دماغ میں موجود نہ ہو۔ مثلاً چھوٹے اور بڑے کا تصور نہیں ہوسکتا
جب تک کہ دو چیزوں میں جسامت کے لحاظ سے نسبت نہ قائم کی جائے۔ مادہ کا
اس قدر تعلق لابد ہے اگرچہ منطق کو مادے اور اسکی انواع و اقسام کی صورتوں سے
کچھ سروکار نہیں ہے بلکہ فکر کی اون صورتوں سے تعلق ہے جو کسی شئے کے متعلق
حقایق کو دریافت کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ مادے کا لگاؤ چونکہ تصورات
ذہنی میں بھی باقی رہتا ہے اس لحاظ سے منطق کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے کہ
منطق کی تعریف بہ تعلق مادہ
وہ علم جو ایسے عام اصول بیان کرتا ہے جنکی بموجب ہم کو اشیاء کے متعلق
غور و فکر کرنا چاہیئے وہ خاص شئے خواہ کچھ بھی ہو۔ ہر ایک علم کسی نہ کسی شئے
کا علم ہوتا ہے اس لئے مادی اشیاء کے تصور سے بچنا منطق میں بھی ممکن نہیں ہے۔
فکر میں غلطی کرنا
کسی سائنس کا خواہ کچھ ہی موضوع ہو وہ طریقہ استدلال جو اون سب میں
استعمال ہوتا ہے یکساں ہے لوگ فکر کرنے میں دو طرح سے غلطی کرتے ہیں یا تو وہ
ایسے طریق سے فکر کرتے ہیں کہ اون جزئیات سے جو انھوں نے مشاہدہ یا تجربہ وغیرہ
سے حاصل کئے ہیں۔ غلط اصول کلی قائم کرتے ہیں یا صحیح اصول سے غلط نتائج
استنباط کرتے ہیں۔ منطقیوں نے یہ کیا ہے کہ اوس طریق استدلال کا جس سے

غیر صحیح نتائج پیدا ہوتے ہیں اس طریق سے مقابلہ کیا ہے جو صحیح نتائج پیدا کرتا ہے اور ایسے قواعد عامہ دریافت کئے ہیں جن کے بموجب ہم کو فکر کرنا چاہئے تاکہ نتیجہ صحیح ہو اوس علم کا نام جو یہ اصول سکھاتا ہے **منطق** ہے۔ منطق کو فکر کی اون صورتوں سے تعلق ہوتا ہے جو ہمارے دوران فکر میں کام میں آتی ہیں کسی علم کی تفصیل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

سائنس سے ہم کو کسی شے کا علم حاصل ہوتا ہے اور **فن** اوس کو عملی طور پر کام میں لانا سکھاتا ہے سائنس حقایق مسلمہ اور اصول کلیہ دریافت کرتا ہے اور اوس کو ذرا بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس معلومات سے عملی کام کیا لیا جا سکتا ہے فن کسی عملی مقصد کو پورا کرنے کی تدبیر بتاتا ہے علم منطق ہم کو وہ طریقے بھی بتاتا ہے جن کے بموجب ہم فکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ صحیح صحیح فکر کیونکر کرنا چاہئے۔ یہ خیال رہے کہ کسی کام کی عملی صورتیں علمی تحقیقات پر ہی مبنی ہوتی ہیں۔ فن کا انحصار سائنس پر ہے اور جوں جوں علم بڑھتا جاتا ہے فن بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔ مثلاً حصول صحت کے لئے ادویات کا استعمال۔ علم تشریح۔ علم افعال الاعضاء۔ علم خواص الادویہ اور علم کیمیا پر منحصر ہے اور جس قدر ان علوم میں ترقی ہوتی جاتی ہے فن طبابت بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔ غرض جب کسی علم کو کسی عملی مقصد حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں تو اسکو فن کہتے ہیں۔ بعض صورتوں میں تو یہ استعمال بہت نمایاں اور بلا واسطہ ہوتا ہے جیسے مشینوں اور کلوں کا بنانا اور بعض صورتوں میں بہت خفی ہوتا ہے جیسے کہ قواء ذہنی کے عمل میں لیکن ہر صورت میں علم عمل پر مقدم ہے یہی حالت منطق کی ہے کہ پہلے اوس کے اصول کا علم ہونا چاہئے اور بعد میں استعمال کا

# علم منطق کی ضرورت

علم منطق کی حاجت

سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آیا علم منطق پڑھنے کی حاجت بھی ہے یا نہیں کیونکہ ہم بغیر علم منطق کے بھی دلیل کر سکتے ہیں؟ یہ سچ ہے کہ لوگوں نے علم منطق کی ایجاد سے پہلے بھی صحیح صحیح استدلال کیا ہے اور اون ہی اصول کو دیکھکر جو صاحبان فکر استعمال کرتے تھے۔ علم منطق اس قابل ہوا ہے کہ صحیح استدلال کی شرائط مقرر کرے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ منطق کے اصول کا مطالعہ کرنا بیفائدہ ہے اگرچہ غلط استدلال کا استیصال تو منطق سے بھی نہیں ہوتا۔ جیسے علم طب بیماری کو نہیں مٹا سکتا لیکن علم منطق سے ہم اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ایسے قوانین بنائیں جن سے استدلال کی غلطیوں کا پتہ چل سکے۔ منطق صحیح دلیل کرنا سکھاتی ہے اور صحیح صحیح دلیل کرنا علم کو بڑھاتا ہے منطق عقل کی آنکھوں میں سرمہ لگاتی ہے جس سے انسان یہ دیکھنے لگتا ہے کہ جو واقعات گرد وپیش واقع ہو رہے ہیں اُن کی کیا وجہ ہے یہ کس طرح واقع ہوتے اور کیونکر رُک سکتے اور کیا کیا نتیجے پیدا کرتے ہیں۔ صحیح دلیل صداقت اور حق کی طرف راہ نمائی کرتی اور غلط دلیل غلطیوں اور مصیبتوں میں پھنساتی ہے۔ لوک Locke علم منطق کی ضرورت پر اعتراض کرتے ہوے کہتا ہے ایسا بھی کیا غضب ہے کہ خدا انسانکو فقط دو پایہ حیوان بنا کر چھوڑ دیتا اور اون کو دانشمند بنانے کا کام ارسطو کے سپرد کرتا۔ لیکن یہ اوس کی ستم ظریفی ہے۔ منطق سے قواء ذہنی کو اعلیٰ درجہ کی مشق حاصل ہوتی ہے اور جب احتیاط سے غور و فکر کرنے کی عادت راسخ ہو جاتی

علم منطق کی شرافت

ہے تو ہر معاملہ میں انسان احتیاط سے فکر کرنے لگتا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز انسان سے زیادہ شریف نہیں ہے اور جس شئے نے اوس کو یہ عظمت بخشی وہ

اوس کا نفس ہے لہذا وہ علم جس کا موضوع نفس انسان کا کوئی شعبہ بھی ہو سب سے زیادہ شریف اور قابل عظمت ہے۔ اگر کوئی شخص منطق کی کتاب کو اٹھا کر نہ بھی دیکھے تو بھی نامعلوم طور پر وہ اپنے دل میں ایسے اصول مقرر کر لیتا ہے جنکے بموجب وہ غلط و صحیح میں تمیز کرتا ہے۔ مثلاً وہ اون چیزوں کو صحیح جانتا ہے جو حواس ظاہری سے معلوم ہوتی ہیں یا جو اوس کے مذاق یا پولٹیکل مقصد یا عقائد مذہبی کے موافق ہوں۔ اسی طرح جس شخص کے دماغ میں ذرا بھی عقل ہے وہ خواہ منطق کا ایک لفظ بھی نہ جانتا ہو منطقی استدلال ضرور کرتا ہے۔ اگر وہ علم منطق سے واقف ہے تو وہ اپنی استدلال میں غلطی نہ کریگا ورنہ غلطیوں میں پڑجانے کا احتمال رہتا ہے۔ علم منطق ثبوت کے ہر پہلو کو جانچتا ہے اور اون مقدمات کی جن سے کوئی نتیجہ پیدا ہوا ہے تنقید کرتا ہے۔

غور و فکر کرنا مشکل کام ہے اور دل اکثر اوس سے بچنا چاہتا ہے۔ اکثر اوقات ہم بلا سوچے سمجھے باتیں کرتے ہیں اور جو مقولے لوگوں میں زبان زد چلے آئے ہیں یا جو باتیں مرغوب خاطر ہیں وہی کہہ دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ غور و فکر کرنے کی تکلیف اٹھانی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اس سبب سے سطحی معلومات پر اکتفا کرتے ہیں لیکن قوت فکر کو زندہ رکھنے کے لئے ضرور ہے کہ تمام قوا دماغی کو کام کرنے کا عادی رکھا جائے۔ علم منطق کی تعلیم کا بڑا منشا یہی ہے کہ لوگوں کی طبیعت میں یقینی اور قطعی دلایل تلاش کرنے کا میلان پیدا ہو۔ **مل** کہتا ہے جو شخص کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہے جس میں دانش و فہم کی ذرا بھی ضرورت ہو وہ علم منطق سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ **جیون** کہتا ہے کہ منطق کی تعلیم ہر نصاب تعلیم میں داخل ہونی چاہیئے۔ مدارس میں بچوں کو ریاضی کے وہ اصول تو سکھائے جاتے ہیں جو آئندہ زندگی میں عملاً کبھی کام نہیں آتے لیکن اون کو استدلال کے اون معمولی

طریقوں سے بھی جاہل رکھا جاتا ہے جن سے فکر کو ہر گھنٹہ کام پڑتا ہے۔ مرد ہو یا عورت جوان ہو یا بڈھا جو شخص مفید معلومات کا ذخیرہ جمع کرنا چاہتا ہے اُسکو منطق سے واقفیت حاصل کرنی چاہئیے۔

## منطق کا تعلق زبان سے

منطق کا تعلق زبان سے

منطق کو زبان سے بھی تعلق ہے کیونکہ زبان خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے اور قوت فکر جس نتیجہ پر پہونچتی ہے زبان ہی اوس کو ظاہر کرتی ہے خیالات نہ سنائی دیتے ہیں نہ دکھائی دیتے ہیں اور اون کے ظاہر کرنے کے لئے ضرور ہے کہ بعض علامات خواہ زبان کی صورت میں ہوں یا حروف کی صورت میں استعمال کی جائیں خیالات جب زبان کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ہیں تو وہ منطق کا موضوع بنجاتے ہیں زبان خیال کی ترقی کو دو طرح سے مدد دیتی ہے اول تو زبان ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس سے ایک شخص کے خیالات دوسرے تک منتقل ہو جاتے ہیں بلکہ کوئی خیال ذہن میں بھی بغیر زبان کے نہیں اسکتا دوسرے زبان وسیع خیالات کو مختصر کر دیتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے الفاظ بڑے بڑے پیچیدہ خیالات کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کا غدر۔ نظام عصبی حیات نفسیہ۔

خیالات کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کرنے کے لئے الفاظ کے صحیح صحیح معنے اور محل استعمال کا جاننا ضرور ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ متکلم کی ادائے مطلب کی ناقابلیت کی وجہ سے سامع غلطی میں پڑ جاتا ہے اور صحیح مقصد پر نہیں پہونچ سکتا۔

اپنے کسی تصور ذہنی کو دوسرے شخص پر ظاہر کرنے کے لئے ہم زبان اور حلق کی مدد سے ایک آواز نکالتے ہیں جسکو لفظ کہتے ہیں۔ چونکہ ہر خاص تصور

کے لئے ہمیشہ ایک ہی طرح کی آواز نکالی جاتی ہے سامع اوس آواز یا لفظ کے سننے سے سمجھ جاتا ہے کہ متکلم کا مقصد یا مافی الضمیر کیا ہے۔ لفظ مچھلی ایک خاص قسم کے حیوان آبی کا مفہوم ظاہر کرتا ہے۔ پانی سے ایک سیال مادی شے سمجھ میں آتی ہے علی ہذہ القیاس ہر تصور کے اظہار کے لئے ایک لفظ مقرر ہے۔

الفاظ کا ہمیشہ اون ہی اشیاء یا کیفیات یا تاثرات کو ظاہر کرنا جن کے واسطے وہ ایک بار مقرر ہو چکے ہیں۔ اون اشیاء وغیرہ پر **دلالت** کرنا کہلاتا ہے۔ یا یوں کہتے ہیں کہ یہ لفظ فلاں معنے کے لئے **وضع** کیا گیا ہے۔

**دلالت** کے معنی ہیں ایک چیز کے ذریعہ سے دوسری چیز کا پتہ چلنا اول شے (خواہ لفظ ہو یا کوئی اور علامت) جو مجہول شے کو بتاتی ہے **دال** اور وہ مجہول شے جو لفظ یا علامت سے معلوم ہوتی ہے **مدلول** کہلاتی ہے۔ لفظ مدرسہ دلالت کرتا ہے اوس مکان پر جہاں طالب علموں کو درس دیا جائے لفظ مدرسہ دال اور مکان مدرسہ مدلول ہے الفاظ کا اس طرح استعمال کہ جس معنی کے لئے کوئی لفظ وضع کیا گیا ہے اوسی معنی میں استعمال ہو **دلالت وضعی** یا **دلالت مطابقی** یا **حقیقت** کہلاتا ہے۔ (دلالت) (دلالت وضعی)

یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ صرف الفاظ ہی سے نامعلوم اشیاء کا علم حاصل ہو بلکہ اور چیزیں بھی ایسی ہیں جن سے نامعلوم کیفیتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ اطباء نبض کی رفتار سے بیماری کی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ کہیں سے دھواں نکلتا دکھائی دے تو ہر شخص یہی خیال کریگا کہ وہاں آگ جل رہی ہے ہوا میں خوشبو محسوس ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کہ چمن میں پھول کھل رہے ہیں یعنے دھواں آگ کی موجودگی پر اور خوشبو پھول کھلنے پر دلالت کرتی ہے۔ اسکو **دلالت عقلیہ** کہتے ہیں۔ (دلالت عقلی)

کسی شخص کا اوہ اوہ کرنا اسکی بیماری اور سی سی کرنا منہ میں مرچ لگنا

دلالت طبعی

ظاہر کرتا ہے۔ ہنسنا خوشی پر اور رونا رنج وغم پر دلالت کرتا ہے یہ **دلالت طبعیہ** ہے۔

دلالت عقلیہ اور دلالت طبعیہ **غیر لفظی** دلالت ہیں **لفظی دلالت** کی بھی تین صورتیں ہیں۔ مطابقی۔ تضمنی۔ التزامی۔ **دلالت مطابقی** تو وہی جسکی کیفیت اوپر بیان ہوی یعنے یہ کہ کسی لفظ کی دلالت اپنے معنے موضوع لہٗ پر پوری پوری ہو۔ زید وعمر۔ خاص شخصوں۔ آم وانگور خاص میوؤں کے سردی وگرمی خاص کیفیتوں کے۔ راحت ورنج خاص تاثرات کے نام ہیں اور اون الفاظ کی دلالت اپنے اپنے مفہوم پر مطابقی ہے۔ بعض معانی کے اظہار کے لئے ایک

الفاظ مترادف

سے زیادہ الفاظ زبانوں میں ہوتے ہیں۔ جیسے دن۔ روز **انکو الفاظ مترادف**

الفاظ مشترک

کہتے ہیں بعض الفاظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں یہ **لفظ مشترک** کہلاتے ہیں۔ جیسے خط مکتوب۔ خط ڈاڑہی۔ خط لکھے ہوے حروف۔ خط لکیر۔ خط وہ چیز جس کا صرف طول ہو عرض وعمق نہ ہو۔

بعض الفاظ ایسے ہیں کہ علوم کی اصطلاح میں اون کے معنی بدل جاتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو ہر علم میں اُس لفظ کے معنے الگ ہوتے ہیں مثلاً **توجیہہ** علم طبعیات میں کسی چیز کے باعث دریافت کرنے یا یہ معلوم کرنے کو کہتے ہیں کہ اس کے ہونے کی کیا وجہ ہے اور علم عروض میں حرکت ماقبل ردی کو کہتے ہیں بشرطیکہ ردی ساکن ہو اور کوئی حرف قافیہ سے اُسکی ساتھ ہو۔

اگرچہ ایک ہی لفظ کے معنے ہر موقعہ پر بدل گئے لیکن یہ بھی حقیقت سے خالی نہیں کیونکہ اوس فن میں وہ لفظ ہمیشہ اوسی معنی میں استعمال ہوگا۔ جس کو اس علم

اصطلاح

کی اصطلاح کہتے ہیں۔ مترادف ومشترک الفاظ اور اصطلاحات سب **حقیقت** ہیں اور اُن کی دلالت اپنی معنی پر **دلالت وضعی یا مطابقی** ہے۔

حقیقت کے علاوہ الفاظ کا اپنے معنی غیر موضوع لہٗ میں بھی استعمال ہوتا ہے
اس کو **مجاز** کہتے ہیں۔ یہ استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے اگر لفظ کی دلالت معنی مجاز
موضوع لہٗ کے جزو پر ہو تو **دلالت تضمنی** ہے احمد دلی میں رہتا ہے۔ ظاہر دلالت تضمنی
ہے کہ احمد سارے شہر میں نہیں رہتا بلکہ شہر کے ذرا سے حصہ میں رہتا ہے جہاں
اوس کا مکان ہے۔

ہر شے میں ایک صفت خاص ہوتی ہے جو اوس کو لازم ہوتی ہے جیسے آگ
میں حرارت برف میں سردی۔ شیر میں شجاعت۔ کلام میں بعض وقت لازم کا نام
لیکر ملزوم مراد لیتے ہیں اور کبھی ملزوم کا ذکر کرکے لازم مراد لیتے ہیں اُس کو
**دلالت التزامی** کہتے ہیں آج کل آگ برس رہی ہے (یعنے گرمی بہت سخت ہے) دلالت التزامی
برف کٹ رہی ہے (سردی بہت پڑ رہی ہے۔)

زید شیر ہے (نہایت شجاع ہے۔)

ہر کلام ایسے دو یا زیادہ لفظوں سے مرکب ہوتا ہے جو مذکورہ بالا دلالتوں
میں سے کسی کے مطابق کوئی مفہوم ظاہر کرتے ہیں۔ ایسا کلام جس سے پورا مقصد
سننے والے کی سمجھ میں آجائے اور وہ کسی دوسری بات کے سننے کا محتاج نہ رہے
**کلام تام** یا **مرکب مفید** یا **جملہ** کہلاتا ہے جو کلام سننے والے کو منتظر رکھے کلام تام
اور مطلب سمجھنے کے لئے وہ کسی دوسری بات کے سننے کا محتاج رہے **کلام ناقص**
یا **مرکب ناقص** ہے۔ مرکب ناقص

کلام تام اگر کسی واقعہ کی خبر دے کہ اوس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ
سکیں تو **جملہ خبریہ** کہلاتا ہے اور اگر سوائے خبر کے کوئی اور ایسا مطلب ہو کہ جملہ خبریہ
اوس کے کہنے والے کو جھوٹا یا سچا نہیں کہہ سکتے تو **جملہ انشائیہ** ہے **علم** جملہ انشائیہ
**منطق** کو صرف جملہ خبریہ سے مطلب ہوتا ہے جملہ انشائیہ سے سروکار نہیں

غلط فہمی کے سبب

الفاظ کا بلا احتیاط کے اس طرح استعمال کرنا کہ اون کی دلالت لفظی اوس مفہوم کے مطابق نہ ہو جو کلام کرنے والے کا منشا ہے۔ غلط فہمی کا موجب ہوتا ہے الفاظ خیالات کے علامات ہیں لیکن طبیعت کی سستی اتنی محنت اٹھانی گوارا نہیں کرتی کہ ہر خیال کیلئے صحیح لفظ تلاش کریں۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ الفاظ دلیل کے تحت میں ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کوئی دلیل صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آسکتی جبتک کہ الفاظ صحیح منشا کو ظاہر نہ کریں لفظی مغالطہ نے **فلسفہ** کو **سفسطہ** بنا دیا ہے۔

الفاظ کے صحیح معنی اور مکمل استعمال سے بچے ناواقف رہتے

بچپنے میں بچے مرکب اور پیچیدہ خیالات سے واقف نہیں ہوتے وہ صرف مفرد اشیاء اور مفرد صفات کو جانتے ہیں لیکن بہت سے ایسے الفاظ سن کر بے سمجھے یاد کرلیتے ہیں جو مرکب اور پیچیدہ خیالات یا گوناگوں حقیقتوں اور کیفیتوں کو ظاہر کرتے ہیں یا ایسے بہت سے الفاظ سیکھتے ہیں جو خاص خاص اصطلاحی معنی رکھتے ہیں۔ مشترک اور مترادف الفاظ اگرچہ بچوں کو معلوم ہوتے ہیں مگر وہ اون کا محل استعمال نہیں جانتے بعض لوگوں کی عمر بھر یہی کیفیت رہتی ہے جب اون کے ذہن میں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے تو خواہ کیسا ہی دقیق اور پیچیدہ کیوں نہ ہو۔ وہ اوس کے واسطے کوئی لفظ جو اوس مفہوم سے ادنے ملابست رکھتا ہو استعمال کرتے ہیں اور چونکہ اون کے ذہن میں وہ خیال واضح ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس لفظ کے سننے سے سامع کے ذہن میں بھی وہ خیال ایسے ہی واضح طور پر آجائیگا۔ جیسا کہ اون کے ذہن میں ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ متکلم کے ذہن میں پہلے خیال پیدا ہوتا ہے اور پھر لفظ لیکن سامع کو اوس لفظ سے متکلم کا مفہوم سمجھنا ہوتا ہے اسی وجہ سے جب تک وہ لفظ مفہوم پر اس طرح دلالت نہ کرے کہ سامع کے ذہن میں بھی اس خیال کو ویسا ہی واضح پیدا کردے سامع متکلم کا مافی الضمیر اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا جب یہ لوگ کسی علمی یا اخلاقی

مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو اون کی گفتگو بہت سے بے معنی اور ناقابل فہم آوازوں سے بھری ہوی ہوتی ہے اور اون کا مفہوم اگر کچھ سمجھ میں آتا بھی ہے تو لفظوں کی صحیح دلالت سے نہیں بلکہ اٹکل سے۔

حافظہ کی غلطی

دوسری بات حافظہ کی غلطی ہے۔ دو آدمیوں سے ایک بات کہو اور پھر اون سے دھرواؤ۔ یا کسی واقعہ کی کیفیت جو دونو نے دیکھا ہو پوچھو تو دونوں میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق ہوگا اس کا سبب کچھ تو یہ ہوتا ہے کہ ان دونو کو اس امر سے برابر دلچسپی نہیں ہوتی۔ ہر ایک شخص اون ہی حالتوں کو زیادہ یاد رکھتا ہے جس میں اون کو کسی نہ کسی طرح کچھ دلچسپی ہے دوسری بات یہ ہے کہ انسانی طبیعت کا یہ بھی خاصہ ہے کہ جو امور اُس نے مشاہدہ کئے ہیں اون میں وہ اون نتایج کو مخلوط کر دیتا ہے جو اوس مشاہدہ سے اسکی ذہن میں آئے ہیں ناتعلیم یافتہ آدمیوں میں چونکہ غلطیوں سے بچنے کی قوت کم ہوتی ہے وہ اس قسم کی غلطیوں میں بہت مبتلا ہو جاتے ہیں ناتعلیم یافتہ شخص اپنے بیان میں اون تاثرات کو بھی ملا دیتا ہے جو اوسکی طبیعت پر گزرے ہیں۔ وکیل اس میلان سے واقف ہوتے ہیں اور شہادت کو غیر معتبر ٹھیرانے کے لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تجربہ کار حکیم جانتے ہیں کہ مریض یا اوسکی ناتجربہ کار تیماردار مرض کی جو کیفیت بیان کرتے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں جس قدر ہمدردی اور لگن زیادہ ہوگی اسی قدر حقیقی واقعات تک اپنے تئیں محدود رکھنا مشکل ہے علمی تحقیقات میں بھی جب ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم کسی واقعہ کی وجہ سے واقف ہیں تو ضرور یہ بھی میلان طبع ہوتا ہے کہ جو کچھ فی الحقیقت دیکھا ہے اُس سے اپنی توجیہہ کو کسی نہ کسی طرح مطابق کر دیں۔

انسان کے فیصلوں میں اسکی رغبت یا نفرت کی جھلک کچھ نہ کچھ ضرور

ہوا کرتی ہے۔ سابقہ عادات تعلیم و تربیت۔ قومی تعصب۔ مذہب وطن سب انسان کی رائے اور فیصلے پر اثر ڈالتے ہیں۔

مجاز میں ادائی مطلب کرنا غلطی میں پھنسانا ہے

مجاز میں مطلب کو ادا کرنا غلطیوں کا سرچشمہ ہے علم بیان کی تمام صورتوں میں استعارہ سب سے زیادہ بہکانے والا ہے تشابہ جو استعارہ سے پیدا ہوتا ہے بعض وقت مشبہ اور مشبہ بہ کے حقیقی فرق کو بھلا دیتا ہے۔ علوم طبعی کے اصطلاحوں کا استعمال مسائل ذہنی میں اسی قبیل سے ہے جیسے خیالات کی کشاکش "تحریکات طبعی کا توازن" "قوت فعلی کا قوی خواہشوں کی طرف غلبہ"

استعارہ سے دلیل کرنا صرف مشابہت ظاہر کرتا ہے اور چونکہ مشابہت تام نہیں ہوتی وہ دلیل ہمیشہ ناقص اور ناقابل یقین ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص سلطنت جمہوری کے خلاف یہ دلیل پیش کرے کہ بادشاہ کی مثال جہاز کے ناخدا کی سی ہے اگر ناخدا اپنے علم و تجربہ سے کام نہ لیکر ہر دفعہ مسافروں سے یہ رائے لے کہ جہاز کا رخ اس طرف پھیرا جائے یا نہیں۔ بادبان چڑھائے یا اتارے جائیں کہ نہیں تو ضرور وہ جہاز باد مخالف کے جھوکوں سے تباہ ہو جائیگا اس تشبیہ میں بادشاہ اور ناخدا رعایا اور مسافروں کی صحیح حالت کو نظر انداز کر دیا گیا اور ظاہری مشابہت سے کام لیا گیا ہے اسلئے یہ نتیجہ نکالنا کہ جمہوری سلطنت صحیح اصول پر مبنی نہیں ہے غلط ہے۔

15.4.48

## منطق کے حصے

تصدیق اور قضیہ

تصدیق کی تعریف اوپر بیان ہو چکی ہے تصدیق تصور ہے کسی امر یا کسی واقعہ کا مع کسی حکم کے جو ہمارے ذہن میں آئے۔ مثلاً ہم دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں۔

"سورج چمک رہا ہے۔"

"زید فاضل آدمی ہے"

"عمر قابل اعتبار شخص نہیں ہے"

یہ سب تصدیقات ہیں لیکن جب اون کو الفاظ میں ظاہر کریں تو اونکو **قضیہ** proposition کہتے ہیں یعنے قضیہ ایسی تصدیق ہے جو ایک پورے فقرے کی صورت میں ظاہر کیا جائے۔ بعض دفعہ قضیئے پورے فقرے کی صورت میں نہیں ظاہر کئے جاتے مثلاً صرف اتنا کہدینا "چور چور" تصدیق ہے لیکن قضیہ نہیں ہے۔ قضیہ بنانے کے لئے اوسکو کسی پورے فقرے کی صورت میں ظاہر کرنا ضرور ہے جیسے "چور گھر میں گھس آئے۔"

"چوروں نے اسباب لوٹ لیا۔"

ایسے قضیئے جب منطقی طور پر ترتیب دئے جاتے ہیں تو اون سے دلیل بنتی ہے مثلاً — دلیل

چور مکان میں گھس کر اسباب چرایا کرتے ہیں۔

زید کے مکان میں چور گھس آئے ہیں۔ لہذا

چور زید کا اسباب چرالیں گے۔

معلوم تصدیقوں سے نامعلوم تصدیقات کے علم حاصل کرنے کو **حجت یا دلیل** یا **برہان** کہتے ہیں۔

جب کسی معلوم تصور سے کوئی نامعلوم تصور ذہن میں آتا ہے تو معلوم تصور کو **معرف** یا **قول شارح** کہتے ہیں۔ — معرف یا قول شارح

ہر کلام منطقی یا قضیہ کے تین حصے ہوتے ہیں ایک تو **موضوع** subject جس کے متعلق ہم کوئی قیاس قائم کرتے ہیں اور دوسرا **محمول** Predicate — کلام منطقی کے جیسے موضوع محمول

نسبت حکمیہ

وہ امر جو موضوع کے متعلق قیاس کیا گیا ہے۔ موضوع اور محمول کے علاوہ ایک فعل ہوتا ہے جس کو **نسبت حکمیہ** (copula) کہتے ہیں۔

| موضوع | محمول | نسبت حکمیہ |
|---|---|---|
| سخی | نامور | ہوتا ہے |
| طاعون | مہلک مرض | ہے |
| ہر مثلث کے تینوں اندرونی زاویے | دو قائموں کے برابر | ہوتے ہیں |

قضیہ منطقی

جو کلام ایک قضیہ سے بھی کم ہو اوس پر کوئی قیاس نہیں قائم کیا جا سکتا یعنی اوسکی تصدیق یا تکذیب نہیں کی جا سکتی۔ اتنا سمجھ لو کہ صرف و نحو میں کتنی ہی طرح کے کلام ہوتے ہیں لیکن وہ سب قضایا منطقی نہیں بن سکتے "مکان سے باہر چلے جاؤ"، "خدا کرے آج مینہ برسے"، "آپ کا مزاج کیسا ہے"۔ صرف و نحو میں ان میں سے ہر ایک کلام تام ہے لیکن قضیہ منطقی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ سامع ایسے کلام کی تکذیب یا تصدیق نہیں کر سکتا۔

صرف و نحو کا مسند الیہ اور منطق کا موضوع ایک ہی شے ہے لیکن صرف و نحو میں جس چیز کو مسند یا فعل کہتے ہیں منطق میں اس کو محمول اور نسبت حکمیہ میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

آفتاب چمک رہا ہے۔

صرف و نحو میں آفتاب مسند الیہ چمک رہا ہے مسند ہے لیکن منطق میں یہ فقرہ اس فقرے کے مساوی ہے۔ آفتاب چمکدار جسم ہے اور صرف و نحو کے فعل چمک رہا ہے کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نسبت حکمیہ اس میں شامل ہے۔ نسبت حکمیہ ہمیشہ افعال "ہونا" یا "نہ ہونا" کے مشتقات میں سے کوئی ہوتی ہے۔ تمام قضیے ذیل کی صورت میں بیان ہو سکتے ہیں۔

احمد نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

احمد (موضوع) وہ شخص جس نے اپنا فرض ادا کر دیا (محمول) ہے (نسبت حکمیہ)

روشنی اور گرمی کے بغیر درخت نہیں بڑھتے ہیں۔

درخت (موضوع) روشنی اور گرمی کے بغیر بڑھنے والی شے (محمول) نہیں ہیں۔ (نسبت حکمیہ۔)

**حد یا طرف** — موضوع اور محمول کو قضیہ کے **اطراف** (Terms) یا **حدود** کہتے ہیں **حد یا طرف** کے لئے یہ ضرور نہیں کہ لفظ ہی ہو بلکہ خواہ کوئی لفظ ہو یا ایسا جملہ جو کسی قضیہ کا موضوع یا محمول بن سکے۔ قضیہ کے اطراف اسم بھی ہوتے ہیں۔ صفت اور اسم حالیہ وغیرہ بھی۔ اسی طرح جملہ فقرے جو ان میں سے کسی کے برابر ہوں۔ لیکن ایسے الفاظ جیسے کہ حروف عطف متعلقات فعل وغیرہ قضیہ کے موضوع یا محمول بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

**مواطی اور غیر مواطی** — جو الفاظ بذاتہ کسی قضیہ کے موضوع یا محمول بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے جب تک کہ خود ان کے متعلق کچھ اور بیان نہ کیا جائے **غیر مواطی** Syncategormatic کہلاتے ہیں اور وہ الفاظ جو بذات خود حدود یا اطراف بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں **مواطی** categormatic یا مستقل بالمعنی کہلاتے ہیں۔

**قیاس** — اکثر صورتوں میں جب کوئی شخص کوئی **قیاس** قائم کرتا ہے تو وہ اپنے دل میں اس کی کوئی نہ کوئی دلیل قائم کر لیتا ہے اور ہم اس سے ایسے قیاس قائم کرنے کی وجہ دریافت کر سکتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ایک ہرن کو دیکھا اور کہا کہ ہرن جگالی کرنے والا جانور ہے۔ ہم نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیونکر خیال کیا اس نے جواب دیا اس وجہ سے کہ اسکے سینگ ہیں اب اس قیاس کی منطقی صورت یہ ہوگی۔ تمام شاخدار جانور جگالی کرتے ہیں۔

ہرن شاخدار جانور ہے اس لئے

ہرن جگالی کرنے والا جانور ہے۔

اس طرح یہ قیاس کہ ہرن جگالی کرنے والا جانور ہے دو اور قضایا یا مسلمہ سے نتیجتاً
پیدا ہوا ہے جو پہلے سے معلوم تھے۔ قضیوں کو جب مذکورہ بالا صورت میں اسطرح
جمائیں تو اصطلاح منطق میں اون کو **حجت** (Reason) یا **دلیل** کہتے ہیں حجت یا دلیل
غرض اطراف کو باہم ملانے سے قضیہ بنتا ہے۔ قضیوں کو ترتیب دینے سے حجت یا دلیل
بنتی ہے۔ اصطلاح منطق میں اس حجت کو جسمیں ایک قضیہ اور قضیوں سے بطور نتیجہ
نکالیں **قیاس** کہتے ہیں اس طرح منطق استخراجی کی تین بڑے حصے ہیں **اطراف** قیاس
Terms **قضایا** Propositions **قیاسات** Syllogism

اب ذرا اس شخص سے اور سوال کرو اور پوچھو کہ آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ
شاخدار جانور جگالی کرتے ہیں تو وہ یہ جواب دیگا کہ میں نے گائے بھینس بکری
وغیرہ شاخدار جانوروں کو جگالی کرتے دیکھا ہے۔ غرض اوس کا قیاس خود
اوس کے یا دوسرے شخصوں کے مشاہدے پر مبنی ہوگا اس طرح استنباط نتائج
کی دو صورتیں ہوئیں ایک تو **استخراجی** Deductive یعنے وہ جو ایسے حقائق قیاس استخراجی
کلیہ سے اخذ کیا جائے جو پہلے سے معلوم ہیں جیسے تمام شاخدار جانور جگالی کرتے
ہیں۔ ہرن شاخدار جانور ہے اسلئے ہرن جگال کرتا ہے دوسری صورت **استقرائی** قیاس استقرائی
Inductive ہے جس میں کوئی قیاس واقعات کو فرداً فرداً مشاہدہ کرکے قائم
کیا جاتا ہے۔ جیسے گائے جگالی کرتی ہے۔ بھینس جگالی کرتی ہے۔ بکری جگالی
کرتی ہے وغیرہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام شاخدار جانور جگالی کرتے
ہیں اس وجہ سے علم منطق کا جو حصہ قیاس استخراجی سے بحث کرتا
ہے۔ **منطق استخراجی** (Deductive Logic)

اور جو قیاس استقرائی سے بحث کرتا ہے وہ **منطق استقرائی** (Inductive Logic)
کہلاتا ہے۔ لیکن نتیجہ کی خواہ کوئی صورت بھی ہو کسی نتیجہ تک پہونچنے کے لئے ضرور ہے کہ وہ
کسی واقعہ معلومہ سے شروع ہو کر کسی ایسے واقعہ تک پہونچے جو پہلے واقعہ سے مختلف ہے
لیکن کسی نہ کسی حیثیت سے اون میں شامل یا متضمن ہے جن واقعات معلومہ سے کسی قیاس
صغریٰ و کبریٰ — کو شروع کرتے ہیں وہ **مقدمات صغریٰ** (Minor premisses) **و کبریٰ**
(Major) کہلاتے ہیں اور جس واقعہ تک نتیجتاً پہونچتے ہیں وہ **نتیجہ** (Conclusion)
کہلاتا ہے اس لئے علم منطق کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

منطق کے تین بڑے حصے

**اطراف** (Terms) وہ اجزا جس میں کسی قضیہ کو تحلیل کر سکتے ہیں
**قضیئے** (Propositions) ایسے فقرے جنکی تصدیق یا تکذیب کی جا سکے۔
**استنتاج** { **استخراجی** - Deductive وہ قیاس جو قضایا معلومہ سے نکالا جائے
**استقرائی** - Inductive وہ قیاس جو جزئیات کو مشاہدہ کر کے
بطور کلیہ قائم کیا جائے۔

منطق استخراجی کا کام یہ ہے کہ وہ دلیل کرنے کا صحیح طریقہ بتائے اگر قضایا معلومہ خود غلط ہوں تو ضرور ہے کہ نتیجہ فی الاصل خلاف واقعہ ہو لیکن اگر طریق استدلال صحیح ہے تو منطق استخراجی کو نتیجہ کی صحت و غلطی سے سروکار نہیں۔

تمام بندروں کے دم ہوتی ہے۔
عجائب خانہ میں ایک بندر ہے۔
عجائب خانہ کا بندر دم دار ہے۔

منطقی لحاظ سے نتیجہ صحیح ہے۔ اب ایک شخص عجائب خانہ جائے اور دیکھے کہ اوس بندر کے دم نہیں ہے اور کہے کہ منطق سے صحیح نتیجہ نہیں نکلتا تو منطق یہ جواب دیگی کہ مشاہدہ کی عینک کو ٹھیک کر دو اور دیکھو کہ کائنات میں بغیر دم کے بندر بھی

ہوتے ہیں۔ تم نے یہ کیونکر کہا کہ تمام بندر دمدار ہوتے ہیں اگر یہ کہتے کہ بعض بندر دمدار ہوتے ہیں تو اس غلطی میں نہ پڑتے۔ علم حساب کا کام اصول حساب کا سکھانا ہے اعداد کا صحیح شمار خود حساب کرنے والے کا کام ہے۔ کسی قطعہ زمین کے طول و عرض کو ضرب دینے سے اوس کا رقبہ معلوم ہوجاتا ہے۔ ایک صاحب اپنے گھر کی زمین ناپنے اٹھے۔ طول پچاس گز عرض تیس گز علم حساب کی رو سے پندرہ سو گز رقبہ ہوا۔ لیکن زمین نکلی کل آٹھ سو ہی گز۔ اب وہ کہتے ہیں کہ علم حساب غلط ہے لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ خود انھوں نے ہی تو پیمایش میں غلطی کی ہے۔ در اصل طول چالیس اور عرض بیس گز تھا اس میں علم حساب کا کیا قصور ہے؟

منطق نے اس قسم کی غلطیوں سے بچنے کے لئے جزئیات کے مشاہدہ کرنے اور قیاسات قائم کرنے میں احتیاطوں کے عمل میں لانے کے اصول بھی بیان کردئے ہیں جو منطق استقرائی کا حصہ ہیں اون کا بیان آیندہ اپنے اپنے موقعہ پر مفصل آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ وما توفیقی الا باللہ

11.4.

# اطراف یا الفاظ

Terms

اطراف

طرف سے مراد ایک ایسا لفظ یا مجموعہ الفاظ ہے جو کسی قضیہ کا موضوع یا محمول بن سکے۔ ہر لفظ جو بطور کسی اسم کے استعمال ہوسکتا ہے ضرور نہیں ہے کہ وہ قضیہ منطقی کی طرف بھی ہو۔ طرف اور لفظ میں کسی قدر فرق ہے کیونکہ قضیہ میں صرف دو اطراف ہوتے ہیں لیکن الفاظ دو سے زیادہ ہوسکتے ہیں ”کتب خانہ آصفیہ کی کتابوں کا ذخیرہ نہایت قیمتی ہے“۔ اس قضیہ میں کتب خانہ آصفیہ کی کتابوں کا ذخیرہ ایک طرف ہے۔ نہایت قیمتی دوسری طرف۔ بعض الفاظ اگرچہ قضیہ میں آتے ہیں۔ لیکن قضیہ کے اطراف نہیں ہوتے جیسے حروف تردید۔ حروف عطف وغیرہ یہ دوسرے

الفاظ کے ساتھ ملکر قضیہ میں استعمال ہوتے ہیں۔

الفاظ — طرف کی حقیقت کو سمجھنے سے پہلے ضرور ہے کہ الفاظ اور اسماء کی حقیقت کو سمجھا جائے۔ اس لئے صرف اطراف پر بلحاظ اس امر کے کہ وہ کسی قضیہ کا موضوع یا محمول ہوں غور کرنا چاہیئے۔ جب کسی گزشتہ واقعہ یا شئے کا خیال ہمارے ذہن میں پیدا ہوتا ہے تو ہم اُس شئے کی پوری صورت یا واقعہ کی پوری کیفیت ظاہر کرنے کی بجائے اس کو ایک خاص لفظ سے ظاہر کرتے ہیں اور جب بذریعہ گفتگو اوس کو دوسروں پر ظاہر کیا جاتا ہے تو سامع بھی اوس کے وہی معنی سمجھتا ہے جو متکلم کے ذہن میں ہیں۔ جب تک مناسب الفاظ ذہن میں نہ آئیں۔ ہم خیال نہیں کرسکتے اور اپنے خیالات اور دلائل کا دوسروں پر ظاہر کرنا تو بغیر مناسب الفاظ کے استعمال کے ناممکن ہے۔ اس لئے الفاظ کے صحیح صحیح معنوں کا علم حاصل کرنا بہت ضرور ہے اون الفاظ یا مجموعہ الفاظ کو جو اون تصورات کو ظاہر کرتے ہیں جو ہمارے ذہن میں ہیں "اسم" کہتے ہیں وہ ہماری ذہنی تصویر خواہ کوئی واقعی چیز ہو یا وہمی نفسانی ہو یا مادی۔ ذاتی ہو یا صفاتی۔ شہودی ہو یا وجودی۔

اسماء کی تقسیم

**واقعی** --- real things وہ چیزیں ہیں جو فی الحقیقت موجود ہیں۔ حیوان، میز، کاغذ

**وہمی** --- imaginary things وہ چیزیں جو موجودات عالم میں حقیقت میں نہیں پائی جاتیں لیکن ذہن نے اون کی تصویر گھڑ لی ہے۔ سونے کا پہاڑ، دیو، پری، چار سر کا آدمی۔

**نفسانی** --- Mental things ایسے اعیان کا نام جو مادی نہیں ہیں روح، علم، جہل۔

**مادی** --- Material things وہ شے جو مادے سے بنی ہو مکان، برتن

**ذاتی** --- Substances کسی شے کا نام بلالحاظ اوس کے اوصاف

کے پانی یا آگ کا تصور بلا اوس کی خواص کے یعنی بھنا یا جلنا۔

**صفاتی** (Attribute—) ۔ صرف صفات کے نام سردی گرمی نرمی سختی وغیرہ بلالحاظ اشیاء کے جن میں یہ صفتیں پائی جاتی ہیں۔

**شہودی** (Phenomena—) ایسے اسماء جن سے کوائف یا شہودات کی تعبیر ہوتی ہے۔ کیفیت یا شہود نام ہے نفس یا مادہ کی بدلتی ہوی حالت کا۔ سورج کا طلوع یعنے سورج حالت طلوع میں۔ کھولتا ہوا پانی پانی کھولنے کی حالت میں

**وجودی** (Noumena—) جیسے صرف سورج یا پانی کا تصور بلالحاظ اوس کے شہودات کے۔

- چیزوں کے نام
  - اصلی چیزوں کے نام
    - نفسانی چیزوں کے نام
    - مادی چیزوں کے نام
      - ذات کے نام
      - صفات کے نام
      - وجودات کے نام
      - شہودات کے نام
  - وہمی چیزوں کے نام

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسم اوس خیال یا تصور ذہنی کا نام ہے جو کسی شخص کے ذہن میں کسی خاص شئے کا ہوتا ہے یا خاص اوس شئے کا نام ہے مثلاً کوہ ہمالیہ آیا اوس تصور ذہنی کا نام ہے جو اس لفظ سے پیدا ہوتا ہے یا اوس پہاڑ کا جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہے۔ یہ سوال کچھ نتیجہ خیز نہیں ہے ہر خیال کسی شئے خارجی یا کسی کیفیت ذہنی کا ہوتا ہے۔ لیکن کسی شئے یا کیفیت کا علم انسان کو اوس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک اوس کا تصور ذہن میں قائم نہ ہو۔ مل کی رائے میں اسم کسی شئے کا نام ہے نہ کہ اوس کی تصور ذہنی کا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ سورج چمک رہا ہے تو ہمارا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ سورج کے خیال نے چمک کا خیال ہمارے ذہن میں پیدا کیا ہے بلکہ یہ مقصد ہوتا ہے کہ جرم آفتاب میں چمک کی خاصیت ہے

بعض معدوم اشیاء کے بھی نام ہوتے ہیں جیسے عنقا یا ہما لیکن روایات میں ان کا بھی ایک فرضی وجود ہے ۔ احمد کی آنکھیں نیلی ہیں۔ زمین آفتاب کے گرد چکر کھاتی ہے تین اور پانچ آٹھ ہوتے ہیں۔ یہ فقرے اگر کسی شخص کے سامنے کہے جائیں تو جن اشیاء پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں وہی سامع کے ذہن میں آئینگے اور وہ متکلم کی کیفیت ذہنی کا ذرا بھی خیال نہ کریگا جب ہم کیفیات ذہنی کا ذکر کرتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ "ادائے فرض کا خیال انسان کے رویہ پر اثر ڈالتا ہے" "اس وقت میرے خیالات پریشان ہو رہے ہیں" تو ان کیفیات ذہنی کو بھی موجودات خارجی کی طرح ایک شئے خیال کر لیتے ہیں۔

اسمار کے اقسام

اب اسمار یا اصطلاح منطق کے موافق اطراف کی اقسام پر غور کرو۔

اسم ذات

اسم صفت

Concrete terms **اسم صفات** abstract terms **اسم ذات**

ہم دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا طرح طرح کی چیزوں سے معمور ہے اور ہر شئے میں کوئی خاص صفت یا خاصیت ضرور پائی جاتی ہے ۔ یہ صفت یا خاصیت اس شے سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی لکڑی کے ٹکڑے ہوسکتے ہیں لیکن لکڑی کی موٹائی کو لکڑی سے جدا نہیں کر سکتے

جوہر

نہ اوس خاصیت یا صفت کا علیحدہ وجود ملتا ہے اصطلاح میں اشیاء کو **جوہر** اور اُن صفات کو **عرض** کہتے ہیں مثلاً سرخی سیاہی نرمی گرمی کا تنہا وجود کہیں نہیں ملتا۔ جب تک کوئی شے سرخ سیاہ نرم گرم نہ ہو۔ ہاں انسان کے تخیل میں یہ قوت ہے کہ سرخی سیاہی نرمی گرمی کا علیحدہ تصور کر سکتا ہے۔ جب کسی وصف کا معہ اوسکی شے کے تصور کیا جائے جس میں وہ پائی جاتی ہے تو اوس کو **اسم ذات** - concrete terms کہتے ہیں اسم ذات جوہر کا نام ہے یعنے نام ہے ایک ذات یا صنف ذات کا مادی ہو یا نفسانی ۔ حامد ۔ خالد ۔ سورج میز حیوان ۔ انسان مثلث قوم سب جوہر ہیں اور یہ نام اسم ذات ہیں مشہودات

اور اسماء الکیفیت بھی جوہر میں داخل سمجھے جاتے ہیں کیونکہ وہ نفس یا مادہ کی بدلتی ہوئی حالت کا نام ہیں **اسم صفت** (abstract terms) وصف یا مجموعہ اوصاف کا نام ہے الگ اس ذات سے جس میں وہ وصف یا مجموعہ اوصاف پایا جاتا ہے وصف سے مراد ہے کوئی صفت یا خاصہ یا عارضہ کسی ذات یا چیز کا جیسے

عرض

نیکی۔ دلیری۔ فیاضی۔ وسعت۔ ثبات قوت ان ہی کو **عرض یا اعراض مجردہ** کہتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ منطق کی اصطلاح میں اسم ذات اور اسم صفات نہیں کہتے بلکہ **مقرون یا جوہر**۔ concrete اور **عرض یا مجرد** Abstract کہتے ہیں

(۲) اسماء کی دوسری قسم **اسم معرفہ یا علم** singular terms اور اسم

طرف جزئی اور طرف کلی

نکرہ general terms ہیں اصطلاح منطق میں اسم معرفہ کو طرف جزئی اور اسم نکرہ کو طرف کلی کہتے ہیں۔

**اسم معرفہ یا طرف جزئی** singular term وہ اسم ہے جو اس معنی میں ایک خاص شخص یا شے پر دلالت کرتا ہے۔ سر سید احمد خاں۔ تصویر جارج پنجم کتب خانہ آصفیہ دار السلطنت دہلی۔ سنہ قبل مسیح اسماء معرفہ یا طرف جزئی ہیں جو ایک خاص چیز پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں کثرت یا شرکت کو عقل جائز نہیں رکھتی۔ اسماء معرفہ کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ کسی شے میں کوئی خاص صفت یا خاصہ موجود ہو تب ہی وہ نام اس کا لیا جائے۔ ہمالیہ کے لغوی معنے برف سے ڈھکا ہوا کے ہیں چونکہ اس نام کی پہاڑ کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں اس سبب سے اون کا نام ہی ہمالیہ پڑ گیا اگر کسی قدرتی ترکیب سے وہاں کی ساری برف پگل جائے تو بھی پہاڑ ہمالیہ ہی کہلائیگا بعض اسماء ایک سے زیادہ اشخاص یا اشیاء کے نام ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے بھی وہ علم ہی کہلاتے ہیں عبد الرحمن محی الدین سینکڑوں آدمیوں کے نام ہیں مگر پھر بھی یہ علم ہیں۔ وکٹوریہ ملکہ معظمہ

کا نام تھا لیکن ایک قسم کی گاڑی۔ ریلوے اسٹیشن۔ ایک باغ ایک کارخانہ کا بھی نام ہے تاہم وکٹور یہ علم ہے کیونکہ اون معنوں میں یہ نام دو چیزوں پر اطلاق نہیں کرتا۔

جب کسی اسم نکرہ کو کسی حرف اشارہ سے مخصوص کردیں تو وہ بھی طرف جزئی کے حکم میں آجائیگا۔ —— یہ مکان —— وہ دوکان

اسی طرح جب کسی اسم کے ساتھ کوئی خصوصیت ایسی بڑھادی جائے کہ اوس کی معنی کو محدود کردے تو وہ بھی طرف جزئی ہی ہے۔ ہاتی والا کنواں۔ دلّی کی جامع مسجد۔ پھول والوں کی سیر۔

طرف کلی **اسم نکرہ یا طرف کلی** general term وہ اسم ہے کہ ایک معنی میں بہت سی اشیاء پر دلالت کرے۔ کیونکہ اون تمام اشیاء میں عام طور پر ایک خاص صفت اور کیفیت پائی جاتی ہے جس کو اصطلاح منطق میں خواص کہتے ہیں جیسے آدمی۔ دھات۔ ستارے وزراء دول خارجیہ۔ ہر فرد جس میں وہ صفات پائی جائیں جو ایک آدمی کے لئے مخصوص ہیں آدمی کہلائیگا۔ اسی طرح جس شے میں دہات کے خواص پائے جائینگے وہ دہات کہلائیگی۔ ریت کے ذرّے۔ مجلس وزراء کے اجلاس سب اسم نکرہ ہیں ایسے ناموں سے پہلے لفظ تمام سب کچھ وغیرہ لگا سکتے ہیں ایسے الفاظ جیسے مٹی پتھر سونا چاندی پانی نمک اپنے محل استعمال کے لحاظ سے جزئی یا کلی ہوسکتے ہیں اگر یہ تمام مقدار کو جو اس شئے کی دنیا میں موجود ہے ظاہر کریں تو وہ معرفہ یا جزئی ہیں اور اگر مقدار کے کچھ حصہ پر دلالت کریں تو **نکرہ یا کلی** ہیں۔

شراب حرام ہے۔ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے بھاری ہے۔ ان صورتوں میں شراب پانی سونا طرف کلی یا نکرہ ہیں یہ شراب بہت

تیز ہے۔ بارش کا پانی شیریں ہے اس انگوٹھی کا سونا کھوٹا ہے ان صورتوں میں یہ اسماء معرفہ یا جزئی ہیں۔ ہندوستان کا وئسرائے اسم نکرہ یا طرف کلی ہے ہندوستان کا موجودہ وئسرائے معرفہ یا طرف جزئی ہے کیونکہ صرف ایک ذات پر دلالت کرتا ہے ایسے اطراف جزئی (اسماء معرفہ) اِس طرح بنائے جاتے ہیں کہ ایک طرف کلی (اسم نکرہ) پر اس قدر صفتیں بڑھاتے ہیں کہ اون کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف ایک ہی رہ جائے یہی اثر اسماء اشارہ کا ہوتا ہے۔ آدمی طرف کلی ہے یہ آدمی طرف جزئی۔ پیپل کا درخت طرف کلی پیپل کا وہ درخت طرف جزئی۔ طرف جزئی یا اسم معرفہ یا علم کے کہنے سے ایک خاص شے کا تصور معہ اوس شے کے تمام اوصاف وخواص کے ذہن میں آجاتا ہے مثلاً دہلی کے کہنے سے اُس شہر کا تصور پیدا ہوتا ہے جو ہندوستان کا دارالسلطنۃ ہے۔

اطراف کی قسمیں

(۱) **طرف کلی** general term اور **طرف مجموعی** collective term

طرف مجموعی

کا فرق سمجھ لینا بھی ضرور ہے **اطراف مجموعی** collective term جماعت فرقہ مجموعہ کے نام ہوتے ہیں جبکہ وہ جماعت یا فرقہ بطور شئے واحد استعمال کیا جائے جیسے فوج۔ قوم۔ مدرسہ کتب خانہ۔ عجائب خانہ وغیرہ۔ طرف مجموعی بھی معرفہ اور نکرہ ہوسکتی ہے اگر کوئی نام صرف ایک ہی جماعت پر اطلاق کرے تو معرفہ ہے۔ کتب خانہ آصفیہ۔ نظام کالج۔ عجائب خانہ لندن اور اگر کسی نام کا اطلاق کئی ایسی جماعتوں پر ہوسکتا ہو تو نکرہ ہے۔ عجائب خانہ کتب خانہ

اطراف کی نسبتیں

اطراف کلی میں باہم چار طرح کی نسبت ہوتی ہے نسبت کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں ایک کلی کی افراد ہیں کہاں تک وہی چیزیں دوسری کلی کی افراد بھی ہیں

(۱) **تساوی**۔ دو کلیوں کے افراد متحد ہوں۔

انسان۔ حیوان ناطق جس شے پر انسان کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

اوسی پر حیوان ناطق کا۔

(۲) **تبائن** دو کلیوں کے افراد مختلف ہوں۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔ آم۔ انگور کوئی چیز ایسی نہیں ہوسکتی کہ اوس پر آم اور انگور دونوں کا اطلاق ہو۔

(۳) **عموم وخصوص مطلق**۔ دو کلیوں میں سے ایک کے تمام افراد دوسرے کے بعض افراد ہوں۔ ایسی صورتوں میں ایک کلی عام ہوتی ہے اور دوسری خاص۔ جس جس چیز پر خاص کلی صادق آتی ہے عام کلی بھی اس پر صادق آتی ہے مثلاً جاندار (عام کلی) اور انسان (خاص کلی) انسان کے تمام افراد جاندار کے بعض افراد ہیں اور جن جن اجسام پر انسان کا لفظ صادق آتا ہے جاندار کا لفظ بھی صادق آتا ہے لیکن اس کا عکس نہیں۔ ہر جاندار انسان نہیں ہے۔

(۴) **عموم خصوص من وجہ**۔ دو کلیوں میں سے ایک کے بعض افراد دوسرے کے بعض افراد ہوں اس صورت میں ایک کلی دوسری کلی کی نسبت ایک حیثیت سے خاص اور دوسری حیثیت سے عام ہوتی ہے۔ جاندار چیزیں سفید رنگ چیزیں دو کلیاں ہیں بعض جاندار سفید رنگ ہوتے ہیں لیکن سب نہیں۔ بعض سفید رنگ چیزیں جاندار ہوتی ہیں لیکن سب نہیں۔

جب دو کلیوں کی نسبت پر غور کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں اجتماع اور افتراق کے کتنے مادے ہیں اگر بعض چیزیں ایک اعتبار سے ایک کلی کی افراد ہوں اور وہی چیزیں کسی دوسرے اعتبار سے کسی دوسری کلی کے افراد ہوں تو ظاہر ہے کہ افراد وہی رہے صرف اعتبارات بدل گئے۔ یہ صورت تساوی کی ہے اسمیں صرف ایک ایک مادہ اجتماع کا ہوتا ہے۔

جن افراد کی ایسی صورت ہو کہ اون پر ایک کلی صادق آتی ہو اور دوسری صادق نہ آتی ہو تو اون میں مادہ افتراقی ہے **تبائن** میں مادہ اجتماعی بالکل

نہیں ہوتا صرف مادۂ افتراقی ہوتا ہے۔ **عموم خصوص مطلق** میں ایک مادہ اجتماع ہوتا ہے (جو خاص کلی کے افراد کو عام کلی کے تحت میں جمع کر دیتا ہے) اور ایک مادہ افتراق کا ہوتا ہے (جو عام کلی کے بعض افراد کو خاص کلی کے افراد سے علیحدہ رکھتا ہے) جیسے حیوان مرضعہ اور گائے۔ گائے کے تمام افراد حیوان مرضعہ میں داخل ہیں لیکن حیوان مرضعہ کے بعض افراد گائے نہیں ہیں **عموم خصوص من وجہ** میں ایک مادہ اجتماع ہوتا ہے اور دو مادے افتراق کے کیونکہ اسمیں ایک کلی کے (کل افراد نہیں بلکہ) بعض افراد دوسری کلی کے (کل افراد سے نہیں بلکہ) بعض افراد کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور دونوں کلیوں کے بعض بعض افراد میں افتراق ہوتا ہے اس لئے دو مادے افتراق کے ہوے اور ایک مادہ اجتماع کا۔

کلیات کے **نقیض** بھی کلیات ہوتے ہیں ان میں بھی چار طرح کی نسبت پائی جاتی ہے **متساویین** کے نقیضوں میں **تساوی** کی نسبت ہوتی ہے۔ لاانسان لاعاقل **متباینین** کے نقیضوں میں **تباین جزئی** کی نسبت ہوتی ہے تباین جزئی کے معنی ہیں کبھی تباین کی نسبت اور کبھی عموم وخصوص من وجہ کی نسبت۔ جب دو متباین چیزیں باہم متناقض بھی ہوں تو ان کے نقیضوں میں **تباین کلی** کی نسبت ہو گی وجود و عدم تاریکی وروشنی متناقض ہیں ان میں تباین کے نسبت ہے لاوجود۔ لاعدم ان کے نقیض ہیں ان میں بھی تباین کی نسبت ہے۔ لیکن جب متباین چیزیں متناقض نہ ہوں جیسے شجر و حجر تو ان کی نقیضوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو گی۔ لاشجر۔ لاحجر۔ لاشجر کے بعض افراد لاحجر میں داخل ہوسکتے ہیں مثلاً حیوانات کہ نہ شجر ہیں نہ حجر۔ **عموم وخصوص مطلق** کے نقیضوں میں بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے مگر اس طرح کہ عام کلی

خاص اور خاص کلی عام ہو جاتی ہے۔ حیوانات مرضعہ اور گائے کا نقیض حیوانات غیر مرضعہ اور غیر گائے ہے ظاہر ہے کہ جو افراد گائے نہیں ہیں اُنہیں مرضعہ اور غیر مرضعہ کے افراد داخل ہو سکتے ہیں **عموم و خصوص من وجہ** کے نقیضوں میں بھی **تبائن جزئی** کی نسبت ہوتی ہے یعنے کبھی تبائن کلی (حیوان لایعقل اصل کلی ہے اس کا نقیض لاحیوان غیر لایعقل ہے) اور کبھی عموم خصوص من وجہ (لاحیوان۔ لاابیض) جن کلیوں میں عموم و خصوص مساوی درجہ کا ہوتا ہے تو اون کی نقیضوں میں بھی ویسا ہی عموم و خصوص من وجہ پایا جاتا ہے جیسے حیوان وابیض میں اس کا نقیض لاحیوان لاابیض ہے۔ ان میں بھی عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے لیکن کبھی دو کلیوں میں مساوی درجہ کا عموم و خصوص نہیں ہوتا۔ جیسے حیوان و لایعقل میں تو اون کی نقیضوں میں تبائن کلی کی نسبت ہوتی ہے جیسے لاحیوان۔ غیر لایعقل (عاقل) محال ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ خاص یعنے عاقل ہو اور عام یعنے حیوان نہ ہو۔

(۳) اسماء کی تیسری قسم **مثبت** Positive **منفی**۔ Negative **سلبی** Privative ہے۔ مثبت منفی سلبی

**اسم مثبت** Positive term کسی شئے میں کسی صفت کی موجودگی ظاہر کرتا ہے جیسے حریص میں حرص۔ بخیل میں بخل۔

**اسم منفی** Negative term۔ کسی شئے میں کسی صفت کی عدم موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔ بے رنگ۔ نااہل

**اسم سلبی** Privative term کسی صفت کی عدم موجودگی اس موقعہ پر ظاہر کرتا ہے جہاں اس کے موجود ہونے کی توقع کی جاسکتی تھی۔ بہرا۔ اندھا کودن۔ بہراپن۔ نابینائی۔ بے عقلی۔ اسماء منفی اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ اسماء **مثبت** سے پہلے حروف نا۔ بے۔ غیر۔ لا۔ بلا۔ ان۔ آ وغیرہ بڑھا دیتے

ناممکن ۔ بے غیرت ۔ غیر حاضر ۔ لاانتہا ۔ بلا تمیز ۔ ان گھڑ ۔ اٹل ۔

سچ یہ ہے کہ کسی اسم کو صحیح معنوں میں منفی کہہ ہی نہیں سکتے ۔ کیونکہ کوئی ایسا نام مشکل سے ملیگا ۔ جس سے کسی صفت کی عدم موجودگی ظاہر ہو ۔ لیکن دوسری صفت کا موجود ہونا نہ پایا جاتا ہو ۔ تاریکی ۔ بیماری ۔ روشنی اور صحت کی عدم موجودگی ظاہر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اندھیرے اور نقص صحت کی موجودگی بھی ان سے ظاہر ہے ۔ ناسفید ۔ سفیدی کی عدم موجودگی ظاہر کرتا ہے لیکن سرخی ۔ زردی سبزی وغیرہ رنگوں کی موجودگی کا امکان باقی ہے اس لئے اہل منطق لفظ منفی استعمال نہیں کرتے بلکہ **نقیض وتضاد** کہتے ہیں **نقیض** Contradictory ۔ سے مراد یہ ہے کہ جو صفت ایک شئے میں موجود ہے وہ دوسری شئے میں بالکل نہ ہو ۔ سبز غیر سبز ۔ انسان غیر انسان ۔ جب ہم غیر انسان کہتے ہیں تو ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ نہ صرف انواع حیوانات بلکہ ہر ایک شئے جس پر لفظ انسان کا اطلاق نہیں ہوسکتا ۔ اس میں داخل ہے ۔ وہ شئے خواہ دھات ہو یا کتاب یا حیات و ممات لٹریچر میں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں ۔ بے اخلاقی ۔ بے وقوف ناآشنا ۔ نالایق ۔ مرکب اور عنصر ایک دوسرے کے نقیض ہیں کیونکہ جو مرکب نہ ہو وہ عنصر ہوگا ۔ اسی طرح مادہ اور روح ۔ ملکی اور غیر ملکی ۔ باہم نقیض ہیں ایسے الفاظ کو جو ایک دوسرے کے نقیض ہوں **تناقض** کہتے ہیں ۔

تضاد

**متضاد** ۔ Contrary اسماء وہ ہیں کہ جن اشیاء پر وہ دلالت کرتے ہیں ان میں یہ فرق ظاہر کرتے ہیں کہ ان دونوں میں اگرچہ بعض اوصاف یکساں ہیں مگر مختلف درجوں پر ہیں مثلاً جو چیزیں سرد کہلاتی ہیں ان میں بھی کم درجہ کی حرارت پائی جاتی ہے ۔ چھوٹا لمبے کا نقیض نہیں کیونکہ چھوٹی شئے کا بھی طول و عرض ہوتا ہے ۔ اگرچہ بہت زیادہ نہ ہو اسی طرح بھاری اور ہلکا ہلکی

شئے بھی کچھ نہ کچھ وزن رکھتی ہے اگرچہ بہت وزن نہیں۔ غرض ان چیزوں میں صفت کی مقدار میں فرق ہے۔ صفت کا عدم نہیں پایا جاتا مثبت متضاد و متناقض کا فرق ذیل کی مثالوں سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

| اسم مثبت | متضاد | متناقض |
|---|---|---|
| positive | contrary | contradictory |
| روشن | تاریک | ناروشن |
| انسان | حیوان | غیرانسان |
| عالم | جاہل | بےعلم |

متضاد الفاظ میں اگر کسی موقع پر ایک غلط ہو تو یہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ دوسرا صحیح ہے۔ متناقض میں اگر ایک صحیح ہو تو دوسرا ضرور غلط ہوگا یا پہلا غلط ہو تو دوسرا ضرور صحیح ہے۔ اگر کوئی کپڑا سفید نہ ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ناسفید ہے مگر یہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور سیاہ ہے۔

حد اضافی و حد مطلق

(۴) اسماء کی ایک اور قسم ہے اور وہ **اضافی** corelative اور **مطلق** Absolute ہے **حد اضافی** corelative نام ہے ایک وصف یا ذات کا جو کسی دوسرے وصف یا ذات پر دلالت کرے جیسے قاتل مقتول اس صورت میں کسی شخص یا شئے کا ایک نام اس وقت رکھا جاتا ہے جب اس کا رشتہ کسی دوسرے شخص یا شئے کے ساتھ خیال کیا جائے اور اگر اس رشتہ کا لحاظ نہ کریں تو وہ نام اس کا نہ رکھا جائیگا۔ مثلاً باپ بیٹا۔ بھائی بہن چچا بھتیجا استاد شاگرد بادشاہ رعایا۔ غرض ایک اسم اس وقت اضافی ہی جب اس شئے کے علاوہ جس کو وہ ظاہر کرتا ہے وہ کسی دوسری شئے کی موجودگی بھی ظاہر کرے جس کی وجہ تسمیہ بھی اس قسم کی ہو جو پہلے نام کی ہے مثلاً استاد

شاگرد دونوں کے نام میں وجہ تسمیہ تعلیم ہے۔ بادشاہ اور رعایا کے نام میں وجہ تسمیہ سلطنت مضمر ہے جو اسماء اس طرح کا باہمی تعلق اور رشتہ نہیں رکھتے۔ **مطلق** کہلاتے ہیں۔

صرف اسماء ہی نہیں بلکہ صفتوں میں بھی رشتہ اور رابطہ ہوتا ہے۔ کسی شئے میں کسی وصف یا خاصہ کی موجودگی اکثر دوسرے وصف یا خاصہ کی موجودگی کا ایما کرتی ہے مثلاً جہل توہمات باطلہ کا۔ قرابت محبت کا۔ ہمدردی تحمل کا۔ کیونکہ یہ اکثر باہم پائے جاتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ کائنات کی کوئی شئے دوسرے اشیاء سے پورے طور پر بے تعلق نہیں ہے مثلاً پھل درخت سے تعلق رکھتا ہے۔ درخت تخم سے۔ تخم زمین سے پانی سے روشنی سے۔

تمام اشیاء حادث کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہوتی ہے اور اونکی دوران زندگی میں دوسری بے شمار چیزوں کا اثر اون پر پڑتا ہے اس لئے پورے طور پر وہ بے تعلق و مطلق نہیں ہوتیں لیکن الفاظ میں یہ ممکن ہے کہ ایسی چیزوں کے نام کا جو بہ ظاہر بے تعلق معلوم ہوتی ہیں ایسی اشیاء کے نام سے جو دوسری چیزوں کا ایماء کرتی ہیں امتیاز کیا جائے۔

تعبیر تعیین

(۵) بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ اون سے نہ صرف کسی شئے کی ذات معلوم ہوتی ہے بلکہ اوس کے ایسے صفات بھی معلوم ہوتے ہیں جو اس شئے میں لازماً پائے جاتے ہیں مثلاً آگ کے لفظ سے ایک تو اس مادے کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے جس کو انگارہ کہتے ہیں دوسرے گرمی و حرارت ~~وتمازت~~ جو آگ کے لئے لازم ہیں اس لفظ کے سننے سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ جب ایک لفظ صرف اس ذات یا اوس شئے کو ظاہر کرے جس کے لئے وہ وضع کیا گیا ہے تو اوس کو **تعبیر**

کہتے ہیں اور جب اون اوصاف یا مجموعہ اوصاف کو ظاہر کرے جو اس ذات یا شئے کو لازم ہیں تو تضمن کہتے ہیں مثلاً لفظ آم ایک خاص قسم کے میوے کو تعبیر کرتا ہے لیکن لفظ آم کا تضمن اون اوصاف (شیرینی۔ خوشبو لطافت وغیرہ) پر دلالت کرتا ہے جو آم میں لازماً پائے جاتے ہیں لفظ مثلث کے تعبیری معنی تمام مختلف قسموں کے مثلث کے ہیں اور تضمنی معنی اس وصف کے ہیں جو تمام مثلثوں میں بالاشتراک پایا جاتا ہے جیسے تین خطوں سے گھرا ہوا ہونا۔

تضمنی غیر تضمنی

(۲) اطراف یا حدود کی آخری تقسیم تضمنی۔ connotative اور غیر تضمنی Nonconnotative ہے کسی اسم کا تضمن مشتمل ہے اون تمام اوصاف یا مجموعہ اوصاف پر جو کسی شئے یا ذات میں (جس کو موصوف کہتے ہیں) لازماً پائے جاتے ہوں جیسے نطق انسان میں پس جن الفاظ کے ایسے دو معنی ہوں کہ ایک معنی ذات پر اور دوسرے صفات پر دلالت کریں وہ تو حد یا طرف تضمنی connotative ہے۔ انسان۔ شخص آدمی۔ انسان مجموعہ اوصاف انسانیت۔ زید بڑا انسان آدمی ہے۔ خالد انسانیت سے خارج ہے۔ جن الفاظ سے صرف ایک ہی معنی پائے جائیں خواہ صرف ذات کے (ایسے الفاظ نہیں ہیں) یا صرف اوصاف کے وہ غیر تضمنی Noncannotative ہیں۔ مثلاً سرخی۔ سختی۔ روشنی وغیرہ اصطلاح منطق میں تعبیر کو غیر تضمنی کہتے ہیں۔

۱۹۔۱۔۷۹

# کیفیت و کمیت

## Quantity and Quality

تصدیقات کیفیت فکر کی ابتدا ہیں

جب انسان کائنات کی چیزوں سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پہلے اس پر تصدیقات کیفیت منکشف ہوتی ہیں ارتقاء ذہنی کی ابتدائی

درجہ پر اشیاء کی سادی اور بہت ظاہر کیفیتیں انسان کو متوجہ کرتی ہیں مثلاً بہت شوخ رنگ تیز حرارت یا برودت بہت چھٹائی یا بڑائی۔ یہ ناممکن ہے کہ عقلمند آدمیوں کے ذہنوں میں کوئی ایسی تصدیق پائی جائے جس میں اشیا کی صرف سادی کیفیت موجود ہو اور مقدار یا اشیاء کی تناسب و روابط کا مفہوم نہ ہو۔ لیکن ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں وصف کا پہلو بہت غالب ہوتا ہے اور مقدار یا اشیاء کے پیچیدہ روابط پر غور نہیں کیا جاتا۔ بچے کو دیکھو بہت سی چیزوں کو جو باہم ذرا رنگ و صورت میں مشابہت رکھتی ہیں ایک ہی نام سے پکارتا ہے۔ اشیاء کی مناسبت اور فرق و امتیاز اس کو معلوم نہیں ہوتا۔ یہ چیز سبز ہے اس پھول میں عجب تیز بو ہے۔ کیا لمبا سانپ ہے۔ یہ سب کیفیت کے اظہار ہیں۔ ایسی تصدیقات بہت آسانی سے بن جاتی ہیں کیونکہ اونمیں ذہن کو بہت کم کوشش کرنی پڑتی ہے اور چیزوں کی بہت ظاہری اور سطحی کیفیت پیش نظر ہوتی ہے یہ ظاہر ہے کہ ایسی تصدیقات فکر کے ادنیٰ درجہ سے تعلق رکھتی ہیں بہ نسبت اون تصدیقات کے جو تحلیل و ترکیب اور مقدار کے ادراک کی نسبت ہوں۔ ان تصدیقات کو دیکھو۔

(۱) یہ بہت بڑا درخت ہے۔

(۲) اس درخت کے سبز پتے سرخ پھول پتلا اور لمبا تنہ ہے۔

(۳) اس پتے کا رنگ سبز ہے۔

(۴) یہ پتہ چوڑا اور مشرف ہے اور اس میں ایک رگ بیچوں بیچ میں دوڑی ہوی ہے۔ نوکدار ہیہ

پہلی اور تیسری تصدیقوں میں بہ نسبت دوسری اور چوتھی کے ادراک اور فکر کو بہت کم کام کرنا پڑا ہے۔

کسی سادے وصف کو دریافت کرنا فکر کی ابتدا ہے اور اس طرح کے فکر سے
بچے کا علم شروع ہوتا ہے ایسی تصدیقات میں جیساکہ "اس شے میں کچھ سیاہی
ہے" فکر کا اصلی خاصہ پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی شے کے سیاہ رنگ کو
آس پاس کے رنگوں سے تمیز کیا گیا ہے اور ساتھ ہی رنگوں کے اختلاط کا مفہوم
بھی موجود ہے جن میں سے سیاہی کی صفت منہا کی جاتی اور پھر بڑھائی جاتی
ہے جوں جوں عقل و تمیز ترقی کرتی جاتی ہے۔ تحلیل و ترکیب کا عمل بھی ترقی
کرتا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ کہیں کہ لکڑی بہت بھاری ہے ہم یہ معلوم
کرتے ہیں کہ لکڑی کا یہ سرا بہت بھاری ہے گھانس صرف سبز ہی نہیں ہے
بلکہ گہری یا ہلکی سبز ہے۔

تصدیقاتِ کمیت

**تصدیقات کمیت** کمیت یا مقدار کی تمیز کیفیت کے بعد پیدا ہوتی
ہے۔ ایسی تصدیقات جیسی کہ یہ چیز بہت لمبی ہے۔ کتنا اونچا مینار ہے! کیسا
بڑا ریوڑ ہے۔ اگرچہ بہ ظاہر کمیت کی تصدیقات معلوم ہوتی ہیں لیکن دراصل
کیفیت کی تصدیقات ہیں کیونکہ ان میں اشیاء کی جسامت یا تعداد کے تعین
کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے جیسے کہ گڈریے کے کتے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ
ریوڑ میں سے چار بھیڑیں کم ہوگئی ہیں اسی طرح اوس وحشی کو بھی جو پانچ سے
زیادہ نہیں گن سکتا مقدار و کمیت کا صحیح ادراک نہیں ہو سکتا۔ کمیت کا ادراک
شمار سے شروع ہوتا ہے اگر کسی مجموعہ کے افراد ایک ہی نوعیت اور وضع
کے ہوں جیسے کہ کسی جماعت کے اشخاص یا کسی انبار کے افراد تو کمیت کی
تصدیقات صرف شمار کی صورت میں ہوتی ہیں۔ اس کمپنی میں بیس آدمی ہیں یا
آموں کے ٹوکرے میں سو آم ہیں۔ اور اگر اجزا اوس قسم کے نہ ہوں تو
اون کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔ درخت میں پھل پھول پتے تنہ اور جڑ ہوتی ہے

اس کے بعد وزن اور پیمایش کا ادراک ہوتا ہے اس چیز کا وزن ۲ من ۲ سیر ۳ چھٹانک ۴ تولہ ایک ماشہ ۴ رتی ہے۔ دہلی کا قطب مینار اسی گز بلند ہے۔ اس قسم کے تصدیقات سادے نہیں مرکب ہوتے ہیں اور ان میں عمل تقابل کیا جاتا ہے یعنے اگر قطب مینار کو گز سے مقابلہ کیا جائے تو مینار میں اسّی گز لمبائی شامل ہوگی اس میں عمل تناسب بھی شامل ہے۔

مینار : گز :: ۸۰ : ۱

توازن اور پیمایش تقابل کا نتیجہ ہیں پہلے ایک شئے بطور پیمانہ فرض کر لیتے ہیں اور پھر یہ بیان کرتے ہیں کہ اس شئے اور اس پیمانہ میں کیا نسبت ہے یعنے ایک دوسرے میں ایا ۲ یا ۱۰ دفعہ شامل ہے۔

ہر شئے کی کیفیت اور کمیت دونوں ہوتی ہیں اور کسی شئے کو سمجھنے کے لئے ان دونوں کا صحیح علم حاصل کرنا بہت ضرور ہے خصوصًا وہ اجسام جنمیں حیات وشعور پایا جاتا ہے بہت پیچیدہ کیفیتیں اور خاصیتیں رکھتے ہیں

# دلالت افرادی دلالت وصفی

Connotation and Denotation of names

الفاظ کی تعبیر دلالت افرادی اور تضمن دلالت وصفی ہے تعبیر وتضمن کے مسئلہ پر ذرا اور غور کرو۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ الفاظ میں دو طرح کے معنی ہیں جو اشیاء کی ذات اور اوصاف پر دلالت کرتے ہیں اصطلاح منطق میں اسکو دلالت افرادی اور دلالت وصفی کہتے ہیں۔ دلالت افرادی دلالت وصفی

(Denotation) دلالت افرادی (Extension) ایسا لفظ جو کسی خاص شئے کی ذات پر دلالت کرتا ہے اور ہمیشہ اوسکے وہی معنی لئے جاتے ہیں مثلاً کرسی

زمین۔ آسمان زید عمر وغیرہ خاص خاص ذاتوں پر دلالت کرتے ہیں۔

Connotation

**دلالت وصفی** (intension ــــ) ایسے الفاظ جو اشیاء کی ایسی خاصیتیں اور وصف ظاہر کرتے ہیں جن کے باعث سے اون الفاظ کا (جو اونکے نام ہیں) اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے سیارہ کی دلالت افرادی زہرہ مشتری زحل مریخ وغیرہ سیاروں پر ہوگی لیکن وصفی معنی یہ ہونگے جرم فلکی جو فضاء بسیط میں سورج کے گرد بیضوی مدار پر گردش کرتا ہے۔

غرض دلالت افرادی سے وہ شے مراد ہوتی ہے جس کے واسطے کوئی لفظ مقرر کیا گیا ہے اور جس کو جوہر کہتے ہیں اور دلالت وصفی (عرض) سے وہ اُس شے کے خواص مراد ہوتے ہیں جن کے باعث اوس شے پر اوس نام کا اطلاق ہوسکتا ہے مثلاً ہر ایک بڑے ظرف کو جس پر بادبان اور مستول لگے ہوں اور جو پانی میں تیرتا مسافروں اور اسباب کو ایک بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ میں لیجاتا ہو (ان خواص کی وجہ سے) جہاز کہتے ہیں۔

ایک قسم کی چیزیں

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض چیزیں کسی لحاظ سے ایک دوسری شئے سے مشابہ ہیں اور اس کی وجہ سے اون سب کا خیال ایک ساتھ ہمارے دل میں آتا ہے تو ہم اون کو ایک قسم کی چیزیں کہتے ہیں چنانچہ اسماء نکرہ (اطراف کلی) جن اشیاء کو تعبیر کرتے ہیں وہ ایسی ہی بہت سی اشیاء ہوتی ہیں جو خواص اور اوصاف کے لحاظ سے یکساں ہوں یہ اوصاف جیسے ایک شئے میں ہوتے ہیں ویسے ہی اپنی نوع کے تمام افراد میں۔ ان اوصاف کا نام **اسم صفت** ہے۔ یہ اوصاف ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ اگر اُس شئے کی تعریف میں سے نکال ڈالے جائیں تو وہ نام اس فرد یا جماعت افراد پر دلالت نہ کرسکے۔ مثلاً لفظ کنگرو حیوانات کی ایک ایسی جماعت ظاہر کرتا ہے جس میں بعض ایسی خصوصیتیں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانا جاتا ہے مثلاً

پیٹ پر ایک ایسی تھیلی کا ہونا جس میں وہ اپنے بچوں کو چھپا لیتا ہے۔ کنگرو آسٹریلیا میں پائے جاتے ہیں لیکن اسٹریلیا کا باشندہ ہونا کنگرو کی لازمی صفت نہیں ہے اگر اس شکل اور خصلت کا جانور کہیں اور بھی پایا جائے تو اسی نام سے پکارا جائے گا۔ لیکن اگر تھیلی کی خصوصیت نہ پائی جائے تو اوسے کنگرو نہیں کہہ سکتے مثلث کی تعریف وہ شکل مستقیمۃ الاضلاع ہے جس کے تین ضلعے ہیں ہر شخص ایسی شکل کو مثلث کہتا ہے۔ علماء علم ہندسہ جانتے ہیں کہ ہر مثلث کے اندرونی تینوں زاوئے دو قائمہ زاویوں کے برابر ہوتے ہیں لیکن یہ وصف مثلث کی تعریف میں داخل نہیں کیا گیا۔ اسی طرح دماغ انسان کے بہت سے خواص علماء علم تشریح اور علم الاعضاء کو معلوم ہیں اور ممکن ہے کہ دماغ کے متعلق آئندہ اور بھی نئی نئی انکشافات ہوں لیکن یہ اوصاف انسان کی مقررشدہ تعریف میں داخل نہیں ہیں غرض **تضمن یا دلالت وصفی**۔ connotation سے صرف وہ خصوصیتیں مراد لی جاتی ہیں جنکی موجودگی کی وجہ سے کوئی شے کسی خاص جماعت میں داخل کی جاسکتی ہے اور اوس پر بھی اوسی نام کا اطلاق ہوتا ہے لوگوں میں باہمی تفہیم مطالب کے لئے یہ ضرور ہے کہ لفظوں کے معنی روز روز نہ بدلیں اور نہ ایک ہی زبان بولنے والے مختلف اشخاص اون ہی الفاظ سے مختلف معنی مراد لیں۔ روزمرہ کی معمولی بات چیت میں اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا کہ الفاظ کی دلالت جن اشیاء پر وضعی ہے اون ہی پر اس کا استعمال کیا جائے یا کسی شئے میں جو جو اوصاف وخواص بالطبع پائے جاتے ہیں وہ سب بیان کر دئے جائیں لیکن جب ہم کوئی علمی یا منطقی بحث کرتے ہیں تو ضرور ہوتا ہے کہ الفاظ کے معینہ اور مقررہ معنوں سے تجاوز نہ کریں ورنہ کسی صحیح نتیجہ پر پہونچنے کی بجائے تاریکی اور پیچیدگی میں پڑ جاتے ہیں اس لئے ضرور

ہے کہ اطراف و حدود کی تعریفات پہلے سے مقرر کرلی جائیں کسی طرف (لفظ) کی تعریف کرنے سے یہ مراد ہے کہ اوسکی صحیح دلالت معین کی جائے اور وہ تمام اوصاف مختصہ بیان کردئیے جائیں جو اس نام کی شئے میں پائے جاتے ہیں۔

اسمار کی دلالت وصفی جس قدر بڑھتی جاتی ہے دلالت افرادی گھٹتی جاتی ہے۔

**اسماء نکرہ یا اطراف کلی** کی (جن کا اطلاق اشیاء کی جماعت میں سے ہر ایک پر ہوتا ہے)، ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اون کی دلالت وصفی (تضمن) جس قدر بڑھتی جاتی ہے دلالت افرادی (تعبیر) گھٹتی جاتی ہے اسی طرح تعداد اوصاف جس قدر کم ہوتی جائیگی تعداد افراد بڑھتی جائیگی۔ مثلاً حیوان دنیا میں ایک خاص تعداد رکھتے ہیں، حیوان ناطق کی تعداد بہ نسبت حیوان کے کم ہے۔ حیوان ناطق سفید رنگ اور بھی کم۔ حیوان ناطق سفید رنگ باشندگان ہندوستان بہت کم۔ حیوان ناطق سفید رنگ باشندۂ ہندوستان اردو زبان بولنے والے اور کم غرض جس قدر تخصیص بڑھاتے جائیں۔ تعمیم یعنے افراد کی تعداد میں کمی آتی جائیگی۔ اسی طرح بمبر وار خصوصیتیں گھٹاتے جاؤ تعداد افرادی بڑھتی جائیگی اسی وجہ سے جنس کی تعداد نوع سے بڑی ہوتی ہے لیکن نوع کے معنی جنس سے زیادہ وسیع ہوتے ہیں جنس و نوع کا مفصل بیان آگے آئیگا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اگر کسی ایسی صفت کا اضافہ کیا جائے جو تمام افراد میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے تو تعداد افراد پر اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً انسان پر وصف ناطق بڑھا دیں یا مثلث متساوی الاضلاع کے ساتھ متساوی الزوایا بڑھا دیں تو اونکی تعداد پر کچھ اثر نہ پڑیگا۔ کیونکہ تمام انسان ناطق اور تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزوایا ہوتے ہیں۔

بعض اسما کوئی صفت ظاہر نہیں کرتے۔

بعض اسماء معرفہ ایسے ہیں جو صرف کسی شئے کا وجود ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اس میں کسی وصف کا ہونا ظاہر نہیں کرتے۔ جیسے دہلی۔ کلکتہ۔ زید

جن اسماء معرفہ میں کوئی وصف موجود بھی پایا جائے تو بھی وہ اسم اس صفت کے لحاظ سے اس شئے پر جس کا وہ نام ہے دلالت نہیں کرتا۔ محسن (احسان کرنیوالا) ایک شخص کا نام ہوسکتا ہے لیکن یہ نام اس سبب سے نہیں رکھا گیا کہ پہلے اوسکی یہ عادت مشخص کر لی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ محسن ایسے شخص کا نام ہو جو کسی پر احسان نہیں کرتا۔ اسماء معرفہ یا علم صرف اس واسطے رکھے جاتے ہیں کہ ہم اس قسم کی دوسری افراد سے اُس شئے کو تمیز کرسکیں۔ وہ کسی وصف کے لحاظ سے نہیں رکھے جاتے ایک کتے کا نام شیرا اس لئے رکھا کہ دوسرے کتوں سے اوس کو تمیز کرسکیں یہ مقصد نہیں ہے کہ دراصل اس کتے میں شیر کے سے خواص ہیں جو کیفیت علم کی افراد کے ساتھ ہے وہی اسم جمع (ظرف مجموعی) کی مجموعہ افراد کے ساتھ ہے یعنے سہولت سے شناخت کرنے کی خاطر ایک نام مقرر کر لیا ہے برخلاف اسم نکرہ یا ظرف کلی کے کہ اوصاف کا تصور نام کے ساتھ پیدا ہونا ضرور ہے۔ فرض کرو تمھارے گھر میں ایک کتا اور ایک مرغ پلا ہوا ہے تم نے کتے کا نام شیرا اور مرغ کا نام تاجور رکھا ہے۔ اگر تمھارا دل چاہے تو تم کتے کا نام تاجو اور مرغ کا نام شیرا بدل سکتے ہو کیونکہ یہ نام افراد کی شناخت کیلئے رکھے گئے ہیں لیکن تم چاہو کہ مرغ کو کتا اور کتے کو مرغ کہو تو یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اسماء نکرہ ہیں اور جانوروں کی ایک جماعت کو یہ نام اون کی خاص خاص اوصاف کے لحاظ سے دیئے گئے ہیں۔ اس طرح اسماء معرفہ کی دلالت وصفی نہیں ہوتی اسماء نکرہ کی دلالت وصفی اور دلالت افرادی دونو ہوتی ہیں اسماء صفت کی دلالت افرادی یا تعمیر نہیں ہوتی 19.12.18

# جنس و نوع

## genus & species

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایک حد یا طرف کی دلالت افرادی اور دلالت وصفی میں باہم ایک نسبت ہوتی ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ اسم نکرہ (طرف کلی) کا اطلاق اکیلی شے پر نہیں بلکہ ایک قسم کی بہت سی چیزوں میں سے ہر ایک پر ہوا کرتا ہے مثلاً کروڑوں درختوں میں سے ہر ایک کو درخت کہتے ہیں۔ ہر جاندار جسم کو حیوان کہتے ہیں غرض اسم نکرہ ایک شے کا نہیں بلکہ چیزوں کی قسموں کا نام ہوتا ہے۔

چیزوں کی یہ بڑی قسمیں یا جماعتیں چھوٹی جماعتوں میں منقسم ہو سکتی ہیں مثلاً لفظ حیوان میں انسان کتا گھوڑا گدھا سب ہی داخل ہیں بڑی جماعت کو **جنس** genus- اور چھوٹی جماعت کو جو اس کا ایک حصہ ہو **نوع** species- کہتے ہیں حیوان جنس ہے اور انسان کتا گھوڑا گدھا انواع ہیں اب اگر انسان کو جنس قرار دیں تو یورپین۔ ایشیائی۔ افریقی وغیرہ اس کے نوع ہونگے غرض ایک ہی جماعت اپنے سے اعلےٰ کے لحاظ سے نوع ہے اور اپنے سے تحت کے لحاظ سے جنس ہے۔ جنس بڑی جماعت ہے جسمیں چھوٹی قسمیں شامل ہوتی ہیں نوع منجملہ اون جماعتوں کے ہے جو جنس میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر کوئی جماعت اس قدر وسیع ہو کہ کوئی دوسری جماعت اس سے بالاتر نہ ہو جو اوس کی جنس بن سکے وہ **جنس عالی یا جنس الاجناس** summum genus- کہلاتی ہے اسیطرح سے وہ نوع جو اس قدر تنگ ہو کہ اس کے تحت میں دوسری انواع نہ داخل ہو سکیں **نوع سافل**- Infima species کہلاتی ہے۔ نوع سافل صرف افراد میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ جنس عالی اور نوع سافل کے درمیان جو جماعتیں ہوتی ہیں وہ **اجناس متوسط یا انواع متوسط**- subaltern genera- کہلاتی ہیں مثلاً حیوان جنس عالی ہے۔ حیوان دو پایہ جنس متوسط۔ انسان نوع سافل ایک جنس

جنس عالی

نوع سافل

اجناس متوسط

انواع متوسط

انواع قسمیہ — سکے تحت میں جس قدر انواع ہوں وہ **انواع قسمیہ** کہلاتی ہیں مثلاً حیوان کے تحت میں ہاتھی گھوڑے بیل بکری سب انواع قسمیہ ہیں۔

جنس جو بلا فاصلہ ہو جنس قریب کہلاتی ہے اور وہ جنس جس میں دیگر اجناس متوسط حائل ہوں جنس بعید۔

ایک جنس کے تحت میں کئی کئی انواع ہوتی ہیں لیکن ہر نوع میں خاص خاص وصف ایسے ہوتے ہیں جو ایک نوع کو دوسرے سے ممیز کرتے ہیں ایسے اوصاف جنسے انواع میں باہم امتیاز ہو سکے **فصل** *Differentia* کہلاتے ہیں مثلاً نطق کی صفت ایسی ہے جو انسان کو دیگر حیوانات گھوڑے اور گدھے وغیرہ سے ممیز کرتی ہے یا اشکال مستقیمۃ الاضلاع میں انواع مربع مثلث متوازی الاضلاع ہیں ان میں علی الترتیب چار تین متوازی اضلاع کا ہونا ان کے باہمی امتیاز کا موجب ہے اس کو فصل کہتے ہیں۔ کسی نوع کے خواص یا اوصاف کا وہ حصہ جو اس نوع کو اسکی جنس سے ممیز کرتا ہے **فصل** کہلاتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر **فصل** *Differentia* وہ صفت ہے جو اگر جنس کی صفتوں پر زیادہ کی جائے تو نوع بنتی ہے۔ حیوان جنس ہے۔ نطق فصل حیوان کے اوصاف پر نطق کی صفت زیادہ کی تو انسان (نوع) بنا۔

فصل کے علاوہ اور اوصاف بھی اشیاء میں (خواہ جنس ہوں یا نوع) پائے جاتے ہیں
**خاصہ** *Proprium & property* ایسی صفت ہے جو ایک جنس یا نوع کے تمام افراد میں لازمی طور پر پائی جاتی ہے مثلث کا یہ خاصہ ہے کہ اوسکے تینوں اندرونی زاویے دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں اگرچہ یہ بات مثلث کی تعریف میں داخل نہیں ہے لیکن کوئی مثلث اس خاصہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ غرض خاصہ ایسا لفظ ہے جو کسی طرف کی دلالت وضعی کا حصہ تو

نہیں ہے لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

اعراض — **اعراض** Accidents ایسے اوصاف ہیں جن کا کسی جنس یا نوع کے ہر فرد میں ہونا لازم نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ وصف موجود ہو۔ یا نہ ہو۔ انسان کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ عالم بھی ہو یا ریش سفید رکھتا ہو لیکن اکثر لوگوں میں یہ صفت پائی جاتی ہے ایسے اعراض یا صفات جو بالعموم ہر فرد میں پائے جاتے ہیں **اعراض غیر منفارق** (Inseparable accidents) کہلاتے ہیں۔ مثلاً کوے کا سیاہ ہونا انسان کے منہ میں ۳۲ دانت ہونا لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ اگر یہ اعراض جاتے رہیں تو افراد کی شخصیت بدل جائے **اعراض منفارق** Separable accidents وہ ہیں جو کسی فرد میں ہوتے ہیں اور کسی میں نہیں مثلاً انسان کا شاعر ہونا جنس اور فصل کی خاصیتیں کسی نوع کی ضروری خاصیتیں ہیں۔ کیونکہ وہ اس کی تعریف میں داخل ہوتی ہیں لیکن خاصہ اور عرض غیر ضروری خواص ہیں۔

اعراض غیر فارق

اعراض فارق

۵۔ ہر ایک قضیہ میں موضوع اور محمول ہوتے ہیں لیکن اون کا باہمی علاقہ ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلقات جو محمول کو اپنے موضوع کے ساتھ ہوتے ہیں پانچ طرح کے ہوتے ہیں۔ Predicables.

قابل الحمل — (۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل (۴) خاصہ (۵) عرض یہ پانچوں **قابل الحمل** کہلاتے ہیں کیونکہ اون سے وہ روابط ظاہر ہوتے ہیں جو ایک قضیہ موجبہ میں ایک محمول اپنے موضوع سے رکھتا ہے۔

طرف انسان دلالت وصفی انسان عاقل

انسان حیوان ہے (جنس) جاپانی (گا) انسان ہے (نوع)

انسان حیوان ناطق ہے (فصل) انسان ذی شعور ہے (خاصہ)

انسان اقلیدس سمجھ سکتا ہے (عرض)

طرف مثلث دلالت وصفی تین ضلعوں کی مستقیم الاضلاع شکل۔

مثلث مستقیم الاضلاع ہوتے ہیں (جنس)

مثلث تین ضلعوں کے مستقیم الاضلاع ہوتے ہیں (نوع)

مثلث تین ضلعوں کے ہوتے ہیں (فصل)

مثلث کے دو نو ضلعے تیسرے ضلعے سے بڑے ہوتے ہیں (خاصہ)

مثلث بڑے بھی ہوتے ہیں چھوٹے بھی (عرض)

قضیہ حدیہ

**قضیہ حدیہ** Verbal proposition وہ قضیہ ہے جس میں محمول اپنی موضوع کی ایک یا دو ضروری خواص ظاہر کرتا ہے جیسے کہ انسان ناطق ہے انسان حیوان ہے

قضیہ رسمیہ

**قضیہ رسمیہ** Real Proposition وہ ہے جس میں محمول اپنے موضوع کی غیر ضروری خواص ظاہر کرتا ہے جو یا تو خاصہ ہوتے ہیں یا اعراض جیسے کہ انسان فانی ہے چیتا چتی دار ہوتا ہے۔ قضیہ حدیہ اپنے موضوع کی نسبت کوئی نئی معلومات بہم نہیں پہونچاتا۔ بلکہ محمول موضوع کی دلالت وصفی کا ایک جزو ہوتا ہے۔ مثلاً اس قضیہ میں کہ انسان ناطق ہے لفظ انسان سے اوس کا ناطق ہونا خود بھی ظاہر ہے اس کے برخلاف قضیہ رسمیہ اپنی موضوع کی نسبت کوئی نئی معلومات ظاہر کرتا ہے زید ریاضی داں ہے۔

## تسمیہ

اصطلاح

## Nomenclature-

اسم کی تعریف تم پڑھ چکے ہو کہ وہ ایسے الفاظ ہیں جو ہمارے تصورات ذہنی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہر سائنس کو ایسے اسمار کی حاجت ہوتی ہے کہ اوس کی موضوع کے متعلق تمام اصول عامہ اور کلیات کو ظاہر کریں لیکن بعض دفعہ بول چال کی عام زبان میں ایسے الفاظ نہیں ہوتے بعض الفاظ کثیر المعنی ہوتے ہیں اور اون معنوں میں

باہم کوئی مناسبت اور جوڑ بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً کل بمعنی فردا کل بمعنی دیروز کل بمعنی چین راحت کل بمعنی مشین کل بمعنی قیامت ایسے الفاظ صحیح استدلال کے لئے بالکل نامناسب ہوتے ہیں جب تک پہلے سے اون کے مفہوم کا تعین نہ کرلیا جائے۔ اس وجہ سے سائنس میں خاص خاص مفہوم کے ظاہر کرنے کے لئے بعض ایسے خاص الفاظ ہوتے ہیں جو اوسی سائنس سے تعلق رکھتے ہیں یہ الفاظ **اصطلاح** کہلاتے ہیں۔ اگر عام بول چال کے لفظوں میں سے بھی کوئی لفظ بطور اصطلاح لیا جاتا ہے تو پہلے اس لفظ کی تعریف معین کر دیتی ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے عام زبان میں سے ہی الفاظ کا انتخاب کرنا زیادہ مناسب خیال کیا جاتا ہے تاکہ زبان کے الفاظ کی تعداد غیر معمولی طور پر نہ بڑھ جائے اور نئے الفاظ سے لوگوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ خیال ہی نیا ہے اسی وجہ سے بعض علوم مثلاً علم الاقتصاد و علم النفس وغیرہ میں طالب علم کو واقعات سے آشنا رکھنے کیلئے روزمرہ کے الفاظ سے اصطلاحات قائم کی گئی ہیں۔ جیسے کرایہ۔ تنخواہ۔ اجرت جائداد۔ خیال۔ تاثر۔ ذہن احساس وغیرہ لیکن ان الفاظ کی تعریف ان علوم میں بالکل اوس خاص مفہوم کے موافق کی گئی ہے جو اوس علم کا موضوع ہے اور علمی زبان کے لئے ایسا کرنا لازمی ہے۔

## تعریف

Definition

تعریف کی غرض

کسی اسم کی تعریف کرنے سے یہ مراد ہے کہ اوس کی دلالت وصفی میں جس قدر مختلف طرح کی خاصیتیں داخل ہیں اون کا اظہار الفاظ میں کیا جائے۔ تعریف کا بڑا مقصد یہ ہے کہ کسی اسم کی دلالت وصفی کسی خاص معنے پر پورے طور پر ظاہر ہو جائے تاکہ متکلم اوس لفظ سے جو مراد لیتا ہے وہی مراد دوسرے شخص پر ظاہر ہو

تعریف دو طرح کی ہوسکتی ہے ایک تو یہ کہ کسی خاص شئے میں جس قدر اوصاف وخواص ہیں اون سب کی تفصیل بیان کردی جائے دوسرے یہ کہ تعریف ایسا بیان ہو کہ اوس جنس کو جس میں وہ شے (جسکی تعریف کی جا رہی ہے) داخل ہے ظاہر کرے اور پھر وہ اوصاف ظاہر کرے جن سے اُس شئے میں اور اُس جنس کی دوسری اشیاء میں فرق و امتیاز پیدا ہوتا ہے اور جس کو اصطلاح میں فصل (Differentia) کہتے ہیں یعنے کسی شے کی جنس پر اگر اُس کی فصل کو زیادہ کریں تو اوس کی تعریف پوری ہوجاتی ہے۔

| جنس | دلالت وصفی (فصل) | اسم |
| --- | --- | --- |
| حیوان | عقل | انسان |
| علم | متعلق نباتات | علم نباتات |
| لوگوں کا مجمع | علم کی حصول کی غرض سے | کالج |
| انسان | قانونی پیروی کرنے والا | بیرسٹر |

جن اشیاء کے متعلق بحث ہو رہی ہے اون کی تعریف کا صحیح صحیح مقرر ہوجانا صحیح استدلال کے لئے بہت ضرور ہے لیکن یہ ایسا آسان کام نہیں ہے جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ سائنٹفک تعریف کے لئے ضرور ہے کہ پہلے اس شے کی نام کی دلالت وصفی دریافت کی جائے یعنے وہ مشترک خواص دریافت کئے جائیں جو اوس نام کی تمام اشیاء میں پائے جاتے ہیں لیکن کسی شئے کے تمام اوصاف کا اوس کی تعریف میں داخل ہونا ضرور نہیں ہوتا اعراض Accidents (وہ خواص جو کسی شئے میں اتفاقی طور پر ہوتے ہیں اور کسی میں نہیں) تو تعریف میں داخل ہوتے ہی نہیں۔ خاصہ Properties بھی اگرچہ ایک نوع کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے لیکن تعریف میں لازمی طور پر داخل نہیں ہوتا سب سے

زیادہ یہ کہ تعریف میں کوئی ایسا لفظ داخل نہ ہونا چاہیے جو کسی ایسے وصف یا خاصیت پر دلالت کرتا ہو جو اس شے کی نوع کے علاوہ کسی دوسری نوع کی اشیاء کے خواص و اوصاف پر بھی دلالت کرتا ہو یہی معنے ہیں تعریف کے جامع و مانع ہونے کے مثلاً انسان کی یہ تعریف کہ وہ دوپایہ حیوان ہے جامع اور مانع نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان کے ایسے خواص نہیں پائے جاتے جو دوسری انواع حیوانات میں نہ ہوں۔

تعریف کیلئے اشیاء کے صحیح خواص کا علم ضروری ہے

کسی اسم کی صحیح صحیح تعریف معین کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ اسم جن جن خواص پر دلالت کرتا ہے اون کی فہرست بنائی جائے نیز اون خواص کی بھی فہرست بنائی جائے جن پر اوس شئے کا نام دلالت کرتا ہے جنمیں اوس کے متناقض صفات وخواص پائے جاتے ہیں فرض کرو کہ لفظ "تہذیب" کی تعریف کرنی ہے تو دیکھو مہذب۔ نیم مہذب۔ اور وحشی اقوام۔ میں کون کون سے مشترک صفات پائے جاتے ہیں اور کون سے نہیں اسی طرح اگر "نظم" کی تعریف کرنی ہے تو اون مثالوں کو لو جنکو اچھے اچھے نقاد اعلیٰ درجہ کی نظم کہتے ہیں۔ اون کا مقابلہ نثر کے مختلف اقسام عاری۔ رنگین علمی وغیرہ ایسی تحریرات سے کرو جو نظم نہیں ہیں اور پھر اون کے خواص مشترک وغیر مشترک کو چھانٹ لو۔ اس کے لئے یہ ضرور نہیں کہ ہر ایک مثال جس پر وہ لفظ صادق آتا ہے لی جائے بلکہ چند بہتر نمونے لے لئے جائیں جن میں انتہائی درجہ کے اوصاف پائے جاتے ہوں مثلاً پودوں کے اقسام کی تعریف بیان کرنے کے لئے ماہر علم نباتات اوس قسم کے عمدہ اور اعلیٰ نمونے چن لیتا ہے جنمیں اوس کے خواص طبعی کثرت سے اور اعلیٰ درجہ کے پائے جاتے ہوں یہاں تک کہ اوس کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون کون سے خواص تمام قسم میں پھیلے ہوے ہیں جو اوس کی تعریف میں داخل

ہوسکتے ہیں اور کون سے ایسے ہیں جو اس قسم سے بالکلیہ مخصوص نہیں ہیں اور اوسکی تعریف میں داخل نہ ہونے چاہئیں۔ اسکے بعد وہ ان خاصیتوں کو مناسب الفاظ میں ظاہر کرتا ہے۔ یہہ الفاظ اُس شئے کی تعریف کہلاتے ہیں لیکن اس عمل میں چند مشکلیں بھی ہیں خصوصاً جب کسی ایسے اسم کو بیان کرنا ہو جو ایسا اصطلاحی نہیں ہے جیسے کہ سائنس کے اسماء ہوتے ہیں یہ اسماء عام محاورے میں اپنے معنے بدلتے رہتے ہیں وہ بڑے بڑے اسباب جنکی وجہ سے یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے حسب ذیل ہیں :۔

تعمیم

**تعمیم** Generalization یعنے ایک لفظ پہلے ایک محدود معنے میں استعمال ہوتا تھا لیکن اب اوس کا اطلاق بہ نسبت پہلے کے زیادہ کثیر اشیاء پر ہونے لگا اور اوس کے معنی کی وسعت یا دلالت افرادی بڑھ گئی اور دلالت وصفی گھٹ گئی۔ جب لوگ کسی ایسی شئے کو دیکھتے ہیں جس کو انھوں نے پہلے نہ دیکھا تھا تو قوی میلان یہ ہوتا ہے کہ اوس کے لئے کوئی نیا نام نہ اختراع کیا جائے بلکہ اوس نئی شئے کا نام بھی اوس جیسی کسی دوسری شے کے نام پر رکھ دیتے ہیں اسطرح ایک لفظ کی دلالت ایک شے سے دوسری شئے پر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ اسکی دلالت افرادی ایسی وسیع ہو جاتی ہے کہ وہ اشیاء جن پر وہ دلالت کرتا ہے کسی وصف میں مشترک نہیں ہوتیں یا بہت کم مشترک ہوتی ہیں الفاظ کے معنی کی ایسی وسعت ہر زبان میں کم وبیش پائی جاتی ہے۔

تخصیص

**تخصیص** Specialization بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی لفظ کی دلالت افرادی وسیع ہوتی ہے لیکن پھر اسکی دلالت گھٹ جاتی ہے اور دلالت وصفی بڑھ جاتی ہے یہ تعمیم سے بالکل مختلف طریقہ ہے اس سے کسی اسم کی وسعت کم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ صرف ایک فرد کا نام رہ جاتا ہے یا اپنی جماعت

کے صرف ایک حصہ پر دلالت کرتا ہے یہ کمی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اکثر اوقات لوگ کسی جنس کے صرف ایک رکن کا زیادہ ذکر کرتے یا اوس پر زیادہ غور کرتے ہیں۔

منطق کے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ وہ ایسے الفاظ کے ساتھ کس طرح عمل کرے اس کے لئے دو راستے کھلے ہوے ہیں (۱) یا تو وہ بعض مثالوں کو چھوڑ دیں اور بعض کو لے لیں یہاں تک کہ وہ ایک ایسی صنف بنا سکیں جنمیں ضروری خواص پائے جاتے ہوں (۲) یا اون سب کو شامل کرلیں اور ایسی ایک تعریف بنائیں جو سب پر صادق آتی ہو اور دلالت وصفی کو ضروری خواص تک گھٹانے پر قناعت کریں لیکن پہلا طریقہ زیادہ بہتر ہے اگر ضرورت ہو تو دلالت افرادی کی اون انواع کو چھوڑ دینا چاہئے جو بعد میں شامل ہوی ہیں۔ یہانتک کہ ہم ایک ایسی جماعت بنائیں جنمیں اس شے کی (جسکی تعریف کرنی ہے) ضروری خواص پائے جاتے ہوں۔

تعریف بنانے کے دو طریقے ہیں ایک تو مثبت دوسرے منفی

مثبت طریقہ

**مثبت** طریقے کا قاعدہ یہ ہے کہ صرف اون خواص کو بیان کیا جائے جو اس شئے میں جس کی تعریف کی جاتی ہے پائے جاتے ہیں مثلاً مثلث وہ شکل مستقیم الاضلاع ہے جو تین ضلعوں سے محدود ہو۔

منفی طریقہ

**منفی** طریقہ کا اصول یہ ہے کہ وہ خواص بیان کئے جائیں جو اوس شئے میں جسکی تعریف کی جاتی ہے نہیں پائے جاتے۔ مثلث وہ شکل مستقیمۃ الاضلاع ہے جو تین سے کم یا زیادہ ضلعوں سے محدود نہیں ہوتی۔

منفی تعریف عموماً پسند نہیں کی جاتی۔ لیکن منفی تعریف کا فائدہ یہ ہے کہ مثبت طریقہ سے جو تعریف مقرر کی گئی ہے اس کی صحت اس طریقہ سے کر لیجائے

مثلاً ہم کو لفظ ٹھوس کی تعریف بیان کرنی ہے تو جو اشیا ٹھوس کہلاتی ہیں اون کا مشاہدہ کر لینے سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اون کا خاصہ مشترک یہ ہے کہ اگر اون کی صورت بدلنی چاہیں تو وہ مزاحمت کرتی ہیں۔ برخلاف سیالات اور غازات کے کہ وہ ذراسی مزاحمت کی تاب نہیں لاسکتے اور جس ظرف میں ڈالو اوس کی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو اس طرح ٹھوس کے خواص بخوبی معلوم ہو جاتے اور اوسکی تعریف کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

ایک ہی شے کی تعریف مختلف لحاظوں سے مختلف ہوتی ہیں

یہ ناممکن ہے کہ کسی شے کے تمام اوصاف و خواص بیان ہوسکیں اسلئے جب کسی شے کے خواص یا اوصاف کا ذکر کرتے ہیں تو صرف اون ہی اوصاف کو لیتے ہیں جو ہم کو پسند ہیں یا جن کا ظاہر کرنا ہمارا مقصد ہے ایسے اوصاف ہر شخص کی نظر میں مختلف ہوتے ہیں مثلاً کسی قطعہ زمین کے متعلق کہیں کہ کیا اچھا میدان ہے تو مختلف لوگ اس کی عمدگی کی صفت کو مختلف نظر سے دیکھیں گے۔

شکاری — یہاں طرح طرح کے جانور بکثرت ہیں۔
کسان — اناج خوب پیدا ہوتا ہے۔
باغبان — میوے اور پھولوں کے درخت بہت ہیں اور آسانی سے لگائے جاسکتے ہیں۔
کمہار — یہاں کی مٹی کے بنے ہوے برتنوں میں لونی نہیں لگتی۔

زندگی کی خوبی ایک شخص کے نزدیک اکل و شرب ہے اور دوسرے کے نزدیک ترک لذائذ۔ غرض ہر شخص کسی شے کی تعریف اپنے ہی نقطۂ نظر سے کرتا ہے اس سبب سے کسی شے کی پسندیدگی کے جس قدر لحاظات ہونگی اسی قدر مختلف اوس کی تعریفیں ہوسکتی ہیں۔ اس سبب سے ہر تعریف اضافی ہوتی ہے اور علوم یا لحاظات کے بدلنے سے دلالت وصفی عرض بن جاتی ہے اور اعراض

دلالت وصفی بن جاتے ہیں۔

| نام شے | جنس | دلالت وصفی (مختلف لحاظوں سے) | اعراض |
|---|---|---|---|
| آم | پھل | شیریں وخوش ذائقہ | اچار کے بھی کام آتا ہے |
| آم | پھل | اچار ڈالنے کے قابل | شیریں خوش ذائقہ بھی ہوتا ہے |
| آم | پھل | مغلظ منی مولد خون | شیریں و خوش ذائقہ اچار بنانے کے (لئے) |

اس طرح تمام تعریفیں نامکمل ہوتی ہیں۔ ہر شے کے خواص میں سے صرف چند ضروری خواص تعریف میں بیان ہوتے ہیں اور باقی نظر انداز کر دئیے جاتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ حیوان عاقل ہے لیکن عقل کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسان کو دوسرے حیوانات سے ممیز کرتی ہیں اور اون کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

انسان ہنسنے والا حیوان ہے۔

انسان کھانا پکانے والا حیوان ہے۔

انسان دوسرے جانوروں پر سوار ہونے والا حیوان ہے۔

انسان حیوان ناطق ہے۔

انسان لباس پہننے والا حیوان ہے۔

انسان تنباکو پینے والا حیوان ہے۔

انسان بے پر کا دوپایہ حیوان ہے۔

غرض بہتیرے لحاظات ہوسکتے ہیں جو انسان کو دوسرے حیوانات سے ممیز کرتے ہیں تو صرف یہ کہہ دینا کہ انسان حیوان عاقل یا حیوان ناطق ہے کیونکر انسان کی کامل تعریف ہوسکتی ہے۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ تعریف کے الفاظ خود محتاج تعریف ہوتے ہیں۔ انسان۔حیوان۔عقل۔ نطق خود محتاج تعریف

ہیں۔ تیسرے یہ کہ اشیاء کے متعلق جو معلومات اس وقت حاصل ہیں اوسکی بموجب تعریفات مقرر کر لی جاتی ہیں اور جب نئی تحقیقاتیں ہو جاتی ہیں تو پرانی تعریفیں بدل جاتی ہیں۔

علمی تصور اور شخصی تصور

چونکہ ہر شخص اشیاء کی تعریف اپنے مذاق کے لحاظ سے کرتا ہے اس لئے بعض علما علمی تصور اور شخصی تصور میں امتیاز کرتے ہیں۔ شخصی تصور سے اون کی مراد وہ دلالت وصفی ہوتی ہے جو ہر ایک انسان کے ذہن میں کم و بیش متفاوت ہوتی ہے مثلاً پھول کا تصور باغبان کے ذہن میں اور علم نباتات کے عالم کے ذہن میں جدا طرح کا ہوگا۔ علمی یا منطقی تصور سے مراد صرف ایسے اوصاف و خواص ہیں۔ جو اوس نام میں پائے جاتے ہیں لیکن صرف وہی خواص جنکو علماء اور ماہرین فن نے بعد غور و تعمق مقرر کیا ہے۔ بدینوجہ جب تک کوئی نئی تحقیقات نہ ہو سائنس کے مقاصد کے لئے اسماء کی دلالت وصفی معین اور محدود ہوتی ہے اور مختلف لوگوں کے ذہنوں میں مختلف نہیں ہوتی۔ نیز تبادلہ خیالات کے وقت ہر شخص کے دل میں اوس کا مفہوم ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔

بعض ناموں کی تعریف نہیں ہوسکتی

بعض ناموں کی تعریف نہیں ہوسکتی۔

**علم** کی دلالت وصفی نہیں ہوتی تعریف کیونکر ہوگی یہ نام صرف ایک شئے کو معین کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اور اوس کی صفات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ جمعہ۔ آگرہ۔ دلالت وصفی نہیں رکھتے۔ صرف دن اور مقام کا تعین کرتے ہیں لہذا اون کی تعریف نہیں ہوسکتی اگر بھڑوں کے چھتے میں سے کسی کو شہد نکالنے کو کہو تو وہ یہی جواب دیگا کہ اس میں شہد ہے ہی نہیں میں نکالوں کہاں سے۔ موجودہ زار کی سب سے بڑی لڑکی۔ اسم معرفہ ہے۔ اور ناقابل تعریف ہے جن اسماء نکرہ سے یہ نام بنا ہے اون ہی کے معنوں سے اسکی

معنے بھی معین ہوئے ہیں۔

**واضح تصورات وخیالات** کی بھی تعریف نہیں ہوسکتی۔ تعریف کسی شے کی مخفی صفات کو واضح اور روشن طور پر بیان کرتی ہے۔ جو خیالات پہلے ہی واضح ہیں اون پر اور روشنی کیا ڈالی جائیگی۔

۲ جنس الاجناس تعریف میں نہیں

**جنس اعلےٰ** Summum genus کی تعریف نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ کسی دوسری جنس کی نوع نہیں ہے اور وہ صفات جو فصل کہلاتے ہیں اوس میں نہیں ہوتے

**کیفیات باطن** خواہ جذبات نفسانی ہوں یا احساسات بلکہ تمام **اسماء صفات** Abstract nouns کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ رنج وغم غصہ و تحمل شیریں وتلخ وغیرہ کی ایسی تعریف جس سے سُننے والا اوس کی ماہیت معلوم کرسکے نہیں کی جاسکتی ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سامع پر بھی کسی طرح وہ کیفیت طاری کردی جائے۔

**مادی اجسام کے بعض باہمی تعلقات** کے نام بھی ناقابل تعریف ہیں جیسے زمان ومکان۔

تعریف کے قاعدے

تعریف کے قاعدے حسب ذیل ہیں۔

(۱) کسی چیز کی تعریف کرنے سے پہلے اوس کے افعال وخواص کا صحیح صحیح علم حاصل کرنا بہت ضرور ہے اور کسی شے کی نسبت جب ماہیت زیادہ بڑھتی جاتی ہے تو بعض اوقات اوسکی تعریف کے الفاظ بدل جاتے ہیں کیونکہ نئی معلومات شے کے افعال وخواص کی ماہیت کو بدل دیتی ہے اور اس طرح تعریف میں ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ علمی تحقیقات اور تعریف ساتھ ساتھ رہتے ہیں جوں جوں نئی حقیقتیں دریافت اور معلوم ہوتی جاتی ہیں۔ صحیح تعریفات قائم ہوتی جاتی ہیں

(۲) تعریف میں اُس شے کی جس کی تعریف بیان کی جارہی ہے صرف

ضروری صفتیں اور خصوصیتیں بیان ہونی چاہئیں۔ کسی شے کی ضروری صفتوں
سے یہ مراد ہے کہ اون ہی خاص اوصاف کی وجہ سے کوئی شئے وہ شے کہلاتی
ہے۔ ایک مکان مدرسہ اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ وہاں لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔
ایک دہات سکہ اس وجہ سے کہلاتی ہے کہ اوس کا تبادلہ دوسری اشیار سے
کیا جاسکتا ہے۔ خاصہ کا کسی تعریف میں داخل کرنا ضرور نہیں۔ جنس وفصل کے
صحیح صحیح قائم کرنے سے ضروری صفتیں خود بخود حاصل ہوجاتی ہیں۔ مثلث ایک
شکل مستقیم الاضلاع (جنس) ہے جو تین خطوط مستقیم سے گھری ہوتی ہے (فصل)
تعریف اشیار کی اس جماعت کے بالکل مطابق ہونی چاہئے جس کی تعریف بیان
کرنی ہے یعنے اوس جماعت میں جس قدر اشیار داخل ہیں صرف اون ہی پر اس کا
اطلاق ہوسکے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو تعریف یا تو بہت تنگ ہوجائیگی یا بہت وسیع
مثلث کی یہ تعریف کہ وہ ایک شکل مستقیمۃ الاضلاع ہے بہت وسیع ہے کیونکہ
اس میں مربع ومخمس وغیرہ سب شکلیں داخل ہوسکتی ہیں۔ گورنمنٹ کی یہ تعریف
کہ وہ لوگوں کا منتخب کردہ ایک محکمہ ہے تاکہ اون کے جان ومال کی حفاظت
کرے بہت تنگ تعریف ہے کیونکہ یہ مطلق العنان سلطنتوں کو بالکل خارج کردیتی ہے
(۴) تعریف میں اُس شے کا جس کی تعریف کی گئی ہے صراحتاً یا کنایتاً نام نہ
ہونا چاہئے کیونکہ اس سے تعریف میں دور لازم آئے گا۔ قصہ ایک کہانی ہے
روپیہ دولت ہے۔ مرض بیماری ہے۔
(۴) تعریف تاریک یا مبہم الفاظ میں نہ ہونی چاہئے کیونکہ ایسی صورت میں
تعریف خود محتاج تشریح ہوجاتی ہے اونٹ ریت کا جہاز ہے۔ روٹی زندگی کا
مایہ ہے مناسب تعریفیں نہیں ہیں۔
(۵) جہاں تک ممکن ہو تعریف مثبت ہو نہ کہ منفی یعنے اس سے یہ معلوم ہونا

چاہئے کہ کوئی شے کیا ہے نہ یہ کہ وہ کیا نہیں ہے لیکن بعض موقعے ایسے ہیں کہ وہاں سوائے منفی تعریفات کے کام نہیں چلتا۔ کوارا وہ شخص جس نے شادی نہ کی ہو

تعریف کی قسمیں

تعریف کی قسمیں

حقیقی

(۱) **منطقی یا حقیقی**۔ ایسی تعریف جس میں کسی شے کی دلالت وصفی کامل طور پر بیان ہو اور وہ شے واقع میں موجود بھی ہو جیسے شکل متوازی الاضلاع وہ شکل ذو اربعۃ الاضلاع ہے جس کے سامنے کے ضلعے متوازی ہوں۔

حقیقی تعریف کے اقسام

حقیقی تعریف چار طرح کی ہوتی ہے:۔

اسی تعریف کو صفحہ ۸۹ میں ناقص فرمایا ہے

**حد تام** جو جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق۔ جملہ اقسام تعریف میں حد تام اکمل و افضل ہے۔

**حد ناقص** جو جنس بعید و فصل قریب سے مرکب ہو مثلاً انسان کی تعریف جسم ناطق

**رسم تام** جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو انسان کی تعریف حیوان ضاحک

**رسم ناقص** جو جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو انسان کی تعریف جسم ضاحک

(۲) **لفظی** لغات کی کتابوں میں جو تعریفات یا معنی لکھے جاتے ہیں اونمیں یا تو مترادف الفاظ بیان کر دئے جاتے ہیں یا اوس شے کے متعلق ایسی تشریح ہوتی ہے جس سے اس کا ایک خیال ذہن میں پیدا ہو جائے لیکن اوس کی خواص کی صحیح صحیح فہرست نہیں معلوم ہوتی جیسے ماء الورد۔ عرق گلاب مابعد الطبیعۃ۔ علم الٰہی۔

حسب الاسم

(۳) **حسب الاسم** ایسی اشیاء کی تعریف جو واقع میں موجود نہیں ہیں جیسے عنقا یا ہما۔ ایسی اشیاء کی تعریف بیان کرتے وقت ہم صرف یہ دیکھ لیتے ہیں کہ کون کون سے خواص عام طور پر اوس نام میں فرض کئے جاتے ہیں طریق الشمس نصف النہار۔ خط سرطان وجدی دوائر قطبی وغیرہ سب وہمی ہیں۔

استقرائی و استخراجی

## (۴) استقرائی و استخراجی

بعض تصورات بسیط ہوتے ہیں اور بعض مرکب مثلاً مثلث کا تصور بسیط تصور ہے اور مثلث متساوی الاضلاع کا تصور مرکب ہے جو دو بسیط تصوروں سے بنا ہے بسیط تصورات کے اسمار کی تعریف استقرائی ہے کیونکہ اوس قسم کی بہت سی اشیار کو مشاہدہ کرنے سے دریافت کی گئی ہے۔ تعریف استخراجی شے کے اجزار کے خواص معلومہ سے اخذ کرلی جاتی ہے۔ مثلث اور متساوی الاضلاع کی تعریف ہمیں پہلے سے معلوم تھی لہذا مثلث متساوی الاضلاع ایسا مثلث ہے جس کے تمام ضلعے برابر ہوں۔

تعریف ہندسی

(۵) **ہندسی** Genetic or Constructive تعریفات علم ہندسہ میں استعمال ہوتی ہیں دائرہ ایک شکل مسطح ہے جو ایک خط سے (جس کا نام محیط ہے) گھری ہو اور اوس کے اندر ایک خاص نقطہ ایسا ہو کہ جتنے خط مستقیم اوس نقطہ سے محیط تک کھینچے جائیں وہ آپس میں برابر ہوں۔

مثلث وہ شکل ہے جو تین مستقیم خطوں سے گھری ہو۔

دراصل یہ تعریفات نہیں بلکہ بنانے کے قاعدے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کسی شئے کا تصور ذہنی کس طرح قائم کرسکتے ہیں جبکہ بلا واسطہ یہ بیان کرنا سہل نہ ہو کہ وہ کیا شے ہے۔

تعریف کیمیائی

(۶) **کیمیائی**۔ علم کیمیا میں اشیار کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ اوس کی اجزائے بسیط بیان کردیتے ہیں جیسے پانی ایک سیال مادہ ہے جو اکسیجن اور ہائڈروجن سے مرکب ہے۔

# اصطفاف

*Classification* —

اصطفاف کی تعریف

اصطفاف اون چیزوں کو جو آپس میں بہت مشابہ ہیں اون چیزوں سے علیحدہ کرنے کو کہتے ہیں جو باہم زیادہ مشابہت نہیں رکھتیں۔ ایک قسم کی چیزیں ایسی چیزیں کہلاتی ہیں جو کسی خاص وصف یا اعتبار یا خاصیت کے لحاظ سے مشابہت رکھتی ہوں اور اون کا خیال یک ساتھ ہمارے دل میں آئے۔ ہاتی گھوڑے۔ خچر۔ بچھڑ۔ بیل۔ بکری سب اقسام حیوانات کے نام ہیں اور ہاتی کے لفظ سے کوئی خاص ہاتی نہیں بلکہ تمام ہاتھیوں کا خیال ہمارے دل میں آتا ہے اس طرح جو چیزیں دوسری چیزوں سے بالکل مشابہ ہیں اون میں سے جو بات ایک پر صادق آتی ہے وہ دوسرے پر بھی ضرور صادق آتی ہے۔ جب ہم اشیاء کا صحیح صحیح اصطفاف کرتے ہیں تو پہلے ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ اون میں باہم کس قسم کی اور کس درجے کی مشابہت ہے اس مشابہت پر غور کرنے اور اسکو ذہن نشین کرنے سے ہمارا علم بہت بڑھ جاتا ہے اور دوسری سہولت یہ ہوتی ہے کہ بہت سے غیر مربوط الگ الگ واقعے یاد رکھنے نہیں پڑتے بلکہ تھوڑی سی

اصطفاف اور تقسیم میں فرق

عام حقیقت سمجھ لینی کافی ہوتی ہے۔ اصطفاف اور تقسیم میں یہ فرق ہے کہ تقسیم ایک قاعدے کے لحاظ سے ایک جماعت کو تحتانی جماعتوں میں ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں اور اصطفاف اشیاء کی مشابہت یا عدم مشابہت کے لحاظ سے افراد کو جماعتوں میں اور ادنٰے جماعتوں کو اعلیٰ جماعتوں میں شریک کرنے کا نام ہے تقسیم اعلیٰ درجہ سے تحتانی درجوں کی طرف اترتی ہے اور اصطفاف ادنٰے درجے سے اعلیٰ درجہ کی طرف صعود کرنا ہے۔

تقسیم کسی نہ کسی غرض و مقصد کے حصول کے لئے کی جاتی ہے اور عموماً فقط ذہنی ہوتی ہے۔ کسی عجائب گھر میں جاؤ تو دیکھو گے کہ وہاں اشیاء مختلف قسموں میں منقسم کی گئی ہیں اور ہر قسم کے لئے کمرہ علیحدہ ہے لیکن اقسام

مقرر کرنے سے پہلے یہ ضرور ہے کہ تقسیم کرنے والا اپنے دل میں کوئی ایسا قاعدہ
مقرر کرے۔ جس کے بموجب وہ اون کو اقسام میں تقسیم کریگا۔ علمی تقسیم کے
یہ معنی ہیں کہ اشیاء کو اپنے ذہن میں اون کے توافق اور تفاوت کے لحاظ سے
جماعت وار تقسیم کریں مثلاً جو چیزیں ایک دوسرے سے بعض خواص کے لحاظ سے
بہت مشابہ ہیں اون کو مشابہت کے لحاظ سے ایک گروہ میں رکھیں اور وہ جو
ایک دوسرے سے بعض ضروری خواص میں مختلف ہیں دوسری جماعتوں میں
رکھی جائیں جس قدر زیادہ فرق ہے اسی قدر جماعت زیادہ علیحدہ ہے۔

علمی اور عملی مقاصد کے لئے تقسیم

جماعت بندی کرنے والوں کے اغراض جدا جدا ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک
تقسیم کنندہ اپنے منشاء کے مطابق اشیاء کو مختلف طریقوں سے تقسیم کرتا ہے۔
مثلاً درختوں کی تقسیم کرنی ہے تو ایک شخص اون کو علم نباتات کے لحاظ سے تقسیم
کریگا دوسرا فن کاشت کے لحاظ سے اور تیسرا لکڑی عمارت میں کام آنے کی
قابلیت کے لحاظ سے کسی شئے کی اوس خاصیت کو جس کے لحاظ سے تقسیم کی
جا رہی ہے اہم سمجھنا چونکہ تقسیم کرنے والے کے منشاء پر منحصر ہے اس لئے
عملی مقاصد کے لئے جو تقسیم کی جاتی ہے وہ علمی مقاصد کی تقسیم سے مختلف
طرح کی ہوتی ہے مثلاً عملی مقاصد کے لئے ویل کو مچھلیوں میں شمار کیا جاتا ہے
کیونکہ سمندر میں رہنے کی وجہ سے اون کا شکار اسی طرح سے کیا جاتا ہے جیسے مچھلیوں کا
لیکن علم حیوانات میں یہ حیوانات مرضعہ میں داخل ہیں گویا چوپائے جانوروں کی صنف میں ہیں

علمی تقسیم

سائنس کا مقصد علم ہے سائنس اگرچہ عملی زندگی میں بھی مفید ہے لیکن فی حد
ذاتہ سوائے علم کے دوسری کسی شے سے اس کو کچھ سروکار نہیں ہے مثلاً علم حیوانات
کا مقصد یہ ہے کہ تھوڑے سے مطالعہ سے حیوانات کا کثیر علم حاصل ہو جائے
اور اس سے کچھ مطلب نہیں ہے کہ پھر وہ علم عملاً کس کس طرح کام میں لایا جا سکتا ہے

اس لئے یہ ضرور ہے کہ جب حیوانات کی علمی جماعت بندی کی جائے تو ہم اون
انواع کو ایک جنس میں رکھیں جو کسی علمی لحاظ سے بہت توافق رکھتے ہیں علمی
تقسیم کا اصول یہ ہے کہ اشیاء میں ایسی کوئی خاصیت انتخاب کر لیتے ہیں
جس کے ساتھ دوسری خاصیتیں وابستہ ہوں مثلاً علم حیوانات میں حیوانات کی علمی
تقسیم حیوانات فقری و غیر فقری میں کی جاتی ہے کیونکہ حیوانات میں ریڑھ کی
ہڈی کا ہونا نہ ہونا ایسا خاصہ طبعی ہے جو حیوانات کی صورت ساخت و وظائف
طبعی وغیرہ میں بہت فرق پیدا کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے حیوانات فقری
کی تقسیم اون کی تشریح اجسام اور علم الاعضا کے لحاظ سے کی گئی ہے مثلاً بچے جننے
کے طریقوں کے مطابق۔ نہ کہ اون کی ہوا پانی زمین میں رہنے کے لحاظ سے چمگادڑ
ہوا میں اڑتی ہے لیکن پرندوں سے زیادہ چوپایوں سے مشابہت رکھتی ہے
ویل سیل خنزیر البحر [illegible] گرم خون رکھتے ہیں ویل اگرچہ پانی میں رہتی
ہے۔ لیکن اپنے بچوں کو چوپائے جانوروں کی طرح دودھ پلاتی ہے۔ علمی
جماعت بندی چونکہ صرف ایک مقصد کو مد نظر نہیں رکھتی بلکہ ہر لحاظ سے مفید
ہوتی ہے اس لئے وہ زیادہ جامع ہوتی ہے۔ کتب خانوں میں کہیں فہرست
کی ترتیب کتابوں کی تلاش کے لحاظ سے کی گئی ہے اور اس واسطے یہ ترتیب
حروف تہجی بنائی جاتی ہے۔ کہیں کتابیں اپنے مضامین تاریخ سوانح عمری
سفرنامے فلسفہ سائنس وغیرہ کے لحاظ سے رکھی گئی ہیں جس سے کسی کتاب
کے موضوع کے متعلق زیادہ آگہی ہوتی ہے۔ غرض علمی تقسیم اون خاصیتوں
کے لحاظ سے کی جاتی ہے جو واقعی اون اشیاء کی فطرت میں موجود ہوں۔

اصطفاف کے فائدے

جماعت بندی یا تقسیم میں کئی فائدے ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس سے
قوانین عامہ دریافت کرنے میں مدد ملتی ہے خصوصاً وہ قوانین جو بہ طور

استقرا در یافت ہوتے ہیں۔ اس سے ہم اون اشیا کا ایک ساتھ خیال کرتے ہیں جن میں ضروری خاصیتیں مشترک پائی جاتی ہیں دوسرے حافظہ کو بھی اس سے مدد ملتی ہے۔ کیونکہ حافظہ کا بڑا اصول یہ ہے کہ مشابہت اور تفاوت میں فرق و امتیاز کیا جائے۔ تیسرے جب تقسیم سلسلہ وار اور تدریجی فرقوں کے لحاظ سے کی جائے تو تعریف و بیان بہت سہل ہو جاتا ہے۔

چوتھے سلسلہ وار تقسیم میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ چیزوں میں جس قدر تغیر پیدا ہوتا جاتا ہے اوس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوازمات کس قدر بدلتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم یہ دیکھیں کہ نظام عصبی کی پیچیدگیوں یا دماغ کے وزن اور مقدار کے ساتھ ساتھ عقل و فراست بڑھتی جاتی ہے تو ہم ان دونوں تبدلات طبعیہ کو باہم ملا سکتے ہیں اور اس قانون پر پہونچ سکتے ہیں کہ عقل دماغ کے وزن کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے اسی طرح علمی جماعت بندی میں جہانتک ممکن ہو جماعتیں سلسلہ وار ترتیب دی جائیں تو مفید ہوتا ہے۔ عالم حیوانات میں تو نہایت سیدھی سادی ساخت سے لیکر بہت پیچدار ساخت تک تدریجی مراتب پائے جاتے ہیں۔ ان کے جسمانی ساخت قوا ر دماغی نظام عصبی۔ ایک کے بالکل سادے اور دوسرے کے بڑھتے بڑھتے بہت پیچدار ہوجاتے ہیں جیسا کہ آمیبا amoeba (ایک قسم کا پانی کا کیڑا۔) اور انسان کا حال ہے اور اسی وجہ سے حیوانات کے مختلف اقسام کو ایسی سلسلہ وار ترتیب میں رکھ سکتے ہیں کہ اس سے نظام عصبی وغیرہ کی تدریجی پیچیدگیوں کا پتہ چل سکے مثلاً ہوام الارض Reptiles (کیڑے) ذوحیاتین Amphibia (تری اور خشکی میں رہنے والے جانور) مچھلیاں پرندے حیوانات مرضعہ (دودھ پلانے والے جانور) بن مانس انسان ہوام الارض کا نظام عصبی نہایت سادہ اور انسان کا سب سے زیادہ پیچیدہ ہے

باقی انواع میں تدریجی ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ان مختلف اقسام کو اون کی مشابہت کے لحاظ سے نہیں بلکہ سلسلہ کے لحاظ سے رکھتے ہیں زیادہ پیچیدہ سے کم پیچیدہ کی طرف یا اس کے برعکس اور اوس کو سلسلہ وار تقسیم کہتے ہیں۔ لیکن بعض علوم میں ایسی سلسلہ وار تقسیم محال ہوتی ہے جیسے علم نباتات میں کیونکہ وہاں جنس اعلی اور نوع اسفل میں بہت فرق ہے اور تدریجی ترقی کا پتہ اب تک نہیں چلا ہے۔

تقسیم میں کس طرح کی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔

جنسوں کو انواع میں تقسیم کرنے کا کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں ہے جتنے خیال میں آئیں انواع مقرر کرتے چلے جاؤ لیکن اس طرح کی تقسیم میں کئی طرح کی غلطیوں کے احتمالات ہیں اول تو یہ کہ جب تک تقسیم بہت احتیاط سے نہ کی جائے یہ چھوٹی چھوٹی قسمیں بار بار شمار ہو جاتی ہیں مثلاً کتابوں کی تقسیم مطبوعہ غیر مطبوعہ جغرافیہ تاریخ ہیئت فلسفہ میں کی جائے تو ممکن ہے کہ جغرافیہ تاریخ وغیرہ علوم کی کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ انواع میں شامل ہو کر دوبار گنتی میں آجائیں۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ اس طرح انواع قائم کرنے سے یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ ایک جنس میں جس قدر انواع ہیں سب آگئی ہیں مثلاً چوپائے جانوروں کی تقسیم ہاتی گھوڑا خچر گدھا بیل بکری بھیڑ وغیرہ وغیرہ میں خواہ کسی قدر کیوں نہ کی جائے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ سارے انواع اس میں آگئے جنوبی امریکہ میں لاما تبت میں یاک سرہ گائے باربرداری کے جانور ہیں جنکو یہاں کے بہت کم لوگ جانتے ہیں ان دقتوں کو رفع کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ہر جنس کو صرف دو نوع میں تقسیم کیا جائے ایک نوع میں تو ایک خاص صفت ہو اور دوسری میں نہ ہو یہ طریقہ منطق کا ایجاد ہے لیکن عملاً زیادہ مفید نہیں ہے۔

اقوام

ایشیائی — غیر ایشیائی

ہندوستانی — غیر ہندوستانی

پنجابی — غیر پنجابی

لاہوری — غیر لاہوری

**تنصیف یا تقسیم**

اس طریقہ کو **تنصیف** یا **تقسیم تشقیع** Dichotomy کہتے ہیں لیکن اسکے علاوہ تقسیم کی اور قسمیں بھی ہیں جیسے

**تجزیہ مابعد الطبیعة**

(۱) **تجزیہ مابعد الطبیعة** کسی شے کو اوس کی اوصاف وخواص میں تقسیم کرنا پانی کی تقسیم سیّالی رنگ وزن حرارت وبرودت۔

**تحلیل طبعی**

(۲) **تحلیل طبعی** کسی شے کا اوس کی اجزائے ترکیبی میں تقسیم کرنا۔ مثلاً پانی کی تقسیم آکسیجن ہائڈروجن۔

**منطقی تقسیم کے قاعدے**

یہ تقسیمیں منطقی تقسیمیں نہیں ہیں منطقی تقسیم میں حسب ذیل قواعد کا لحاظ رکھنا چاہیئے

(۱) تقسیم جہاں تک ممکن ہو کامل ہو یعنے اس سے زیادہ انواع نہ مل سکیں یہ مثلث کی تقسیم قائم الزاویہ اور متساوی الاضلاع ہیں۔ انسان کی تقسیم دولتمند اور غریب میں کامل تقسیم نہیں ہے۔

(۲) اجزائے منقسمہ ایک دوسرے سے بالکل مغائر ہوں۔ مثلاً مثلث کی تقسیم متساوی الاضلاع متساوی الساقین قائم الزاویہ وغیرہ انسان کی تقسیم حبشی افریقی امریکائی جاپانی ایشیائی یوروپین۔ اس قاعدے کے لحاظ سے درست نہیں کیونکہ متساوی الاضلاع میں متساوی الساقین داخل ہے۔ ایشیائی میں جاپانی اور افریقی میں حبشی شامل ہیں

(۳) ہر ایک تقسیم ایک ہی اصول کے مطابق ہونی چاہیئے۔ مثلاً مثلثوں کو یا تو اونکے اضلاع کے لحاظ سے تقسیم کریں یا زاویوں کے لحاظ سے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مثلثوں کو اس طرح تقسیم کریں۔ متساوی الاضلاع۔ قائم الزاویہ۔

(۴) اگر تقسیم میں ایک سے زیادہ مراتب ہوں تو وہ بتدریج بڑھنی چاہیئے جنس عالی سے نوع سافل تک مثلاً مذہب کی تقسیم اس طرح کی جائے۔

مذہب

اسلام — عیسائی — یہودی — پارسی

اسلام: شیعہ — سنی

سنی: مقلد — غیر مقلد

مذہب کی تقسیم اس طرح سنی غیر مقلد پروٹسٹنٹ اس قاعدے کے خلاف ہے

مادہ یا ہیولے

عرض — جوہر (اجسام)

ذی حیات (اجسام الیہ) — غیر ذی حیات (اجسام غیر الیہ)

ذی حس (حیوانات) — غیر ذی حس (نباتات)

حیوان عاقل (انسان) — حیوان لایعقل

افلاطون — سقراط — دیگر افراد انسان

انسان حیوان کی نوع ہے۔ حیوان اجسام ذی روح کی نوع ہے۔ اجسام ذی روح اجسام کی نوع ہیں اس کے آگے راستہ بند ہے کیونکہ اجسام جنس عالی Summum genus ہیں۔ اب انسان کے انواع لیتے لیتے ایسی نوع پر پہنچو جس کی اور انواع نہ ہوں بلکہ صرف افراد ہوں یہ **نوع سافل** Infima Species کہلاتی ہے لیکن نوع سافل اور جنس عالی کا مقرر کرنا بھی ایک حد تک ہماری مرضی پر ہے جس حد تک چاہیں چلے جائیں۔

15.5.68

## قضیہ Proposition

قضیہ کسی تصدیق کا الفاظ میں اظہار کرنا ہے قضیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی امر کا یا تو اقرار کرتا ہے یا انکار یعنے وہ ایسا بیان ہے کہ اوس کی تصدیق یا تکذیب کر سکتے ہیں۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ قضیہ کے تین حصہ ہوتے ہیں۔

(۱) وہ چیز جس کا ایجاب یا سلب کیا جائے محمول یا محکوم بہ Predicate

(۲) جس چیز کی بابتہ ایجاب یا سلب کیا جائے۔ موضوع یا محکوم الیہ Subject

(۳) وہ چیز جو ایجاب یا سلب کی علامت کے قائم مقام ہے۔ اور موضوع و محمول کا باہمی تعلق ظاہر کرتی ہے۔ رابطہ یا نسبت حکمیہ Copula مثلاً سورج روشن جسم ہے
سورج موضوع یا محکوم الیہ۔ روشن جسم محمول یا محکوم بہ — ہے حرف رابطہ یا نسبت حکمیہ — نسبت حکمیہ گویا ایک کڑی ہو کہ موضوع کو محمول سے ملاتی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ آیا محمول موضوع کی نسبت کوئی اقرار کرتا ہے یا انکار

نسبت حکمیہ Copula کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ

(۱) وقت کا کوئی خیال پیدا نہیں کرتی۔ مثلاً اگر یہ کہنا ہو کہ اکبر اچھا بادشاہ تھا تو منطقی قضیہ میں اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اکبر ایسا شخص ہے جو اچھا بادشاہ تھا

(۲) امکان یا شرط وغیرہ کا خیال نہیں پیدا کرتی۔ ممکن ضرور بشرطیکہ وغیرہ الفاظ موضوع یا محمول سے تعلق رکھتے ہیں ممکن ہے کہ آم میٹھے ہوں اس کو منطقی طور پر یوں کہیں گے۔ آموں کا میٹھا ہونا ممکن ہے۔ ضرور ہے کہ کالج کھولا جائے کالج کا کھولا جانا ضرور ہے۔

(۳) حرف ربط کسی شے کے وجود یا عدم وجود سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ وجود کا خیال قضیہ کے موضوع یا محمول کے ساتھ وابستہ رہتا ہے "احمد خوشحال ہے" "احمد خوشحال نہیں ہے" ان فقروں کے یہ معنی ہونگے کہ احمد ایسا شخص ہے جو خوشحال ہے یا احمد ایسا شخص ہے جو خوشحال نہیں ہے۔

قضیہ کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اوس کو گریمر کے جملہ ہائے انشائیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ جملہ ہائے خبریہ سے بحث ہوتی ہے ان جملوں پر بھی منطقی نظر سے غور کرنے سے قبل یہ ضرور ہے کہ اون کی نحوی ترکیب کو منطقی ترکیب سے بدل لیا جائے۔

سورج چمکتا ہے ——— سورج ایسا جسم ہے جو چمکتا ہے۔

پہاڑ کی چوٹیوں پر برف جمی ہوئی رہتی ہے۔ برف ایسی چیز ہے جو پہاڑ کی چوٹیوں پر جمی رہتی ہے۔

امریکہ میں سب سے بڑا شہر نیویورک ہے نیویورک ایسا شہر ہے جو امریکہ میں سب سے بڑا ہے۔

نحوی فقروں کو منطقی قضایا میں تحویل کرتے وقت اگر زمانہ استقبال یا ماضی کا ذکر کرنا ہو تو قضیہ بنانا ذرا مشکل ہوتا ہے۔

جہاز کل روانہ ہوگا۔ جہاز ایسی کشتی ہے جو کل روانہ ہوگا۔

ہم نے دو گھنٹے آپ کا انتظار کیا۔ ہم ایسے شخص ہیں جنہوں نے کل آپ کا دو گھنٹے انتظار کیا۔

قضیہ کی تقسیم مختلف لحاظ سے

قضیوں کی تقسیم مختلف لحاظوں سے حسب ذیل ہے:-

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| **کمیت** Quantity | کلیہ | جزئیہ | شخصیہ | مہملہ |
| **وصف یا کیفیت** Quality | موجبہ | سالبہ | | |
| **نسبت** Relation | حملیہ | شرطیہ متصلہ | شرطیہ منفصلہ | |
| **جہت** Modality | ضروریہ | مطلقہ | احتمالیہ یا امکانیہ | |
| **معنی** Import | تحلیلی یا ملفوظی | معقولی یا ترکیبی | | |

قضایا کلیہ و جزئیہ

قضیوں کی تقسیم کمیت یا مقدار کے لحاظ سے **قضیہ کلیہ** Universal proposition اور **قضیہ جزئیہ** Particular pro. ہے اگر تمام موضوع کے متعلق کوئی امر تسلیم یا انکار کیا جائے تو **قضیہ کلیہ** Universal pro. ہے اور اگر موضوع کے کسی جزو کے متعلق کوئی انکار یا اقرار کیا جائے تو **قضیہ جزئیہ** Particular pro. ہے۔

تمام جاپانی زرد رنگ ہوتے ہیں۔ (قضیہ کلیہ)

بعض ہندوستانی سیہ فام ہوتے ہیں۔ (قضیہ جزئیہ)

قضیہ کی مقدار اُس کے موضوع کی دلالت افرادی سے معلوم ہوتی ہے جب قضیہ سے یہ ظاہر ہو کہ کوئی حکم موضوع کے تمام افراد کے متعلق لگایا گیا ہے تو قضیہ کی مقدار **کلیہ** کہلاتی ہے اور جب یہ معلوم ہو کہ کوئی حکم موضوع کے ایک حصہ کے متعلق لگایا گیا ہے تو قضیہ **جزئیہ** ہے۔

اکثر قضیہ کلیہ میں موضوع سے پہلے الفاظ سب - تمام - کل - وغیرہ اور جزئیہ میں بعض کچھ وغیرہ ہوتے ہیں یہ **علامت مقدار** Sign of quantity کہلاتے ہیں جب کسی موضوع کے ساتھ مقدار بھی ہو تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آیا اون تمام افراد پر (جن پر اس لفظ کا جو اس قضیہ میں موضوع ہے) محمول کا اطلاق ہو سکتا ہے یا اون میں سے بعض پر مثلاً تمام لیمون ترش ہوتے ہیں۔ (قضیہ کلیہ) بعض آم ترش ہوتے ہیں (قضیہ جزئیہ) ان قضیوں میں لیمون کے ہر فرد اور آم کے بعض افراد کے متعلق ترش ہونا بیان کیا گیا ہے۔

جب کسی قضیہ کا موضوع با تعین ایک فرد یا مجموعہ افراد کو تعبیر کرے تو ایسے قضیہ کو قضایا کلیہ میں جگہ دینی چاہئے اور اگر ایک فرد یا مجموعہ اطراف کی طرف اشارہ نہ کرے تو قضیہ جزئیہ سمجھنا چاہئے۔

ایک آدمی وہاں تھا (قضیہ جزئیہ)

ہر آدمی وہاں تھا (قضیہ کلیہ)

پارہ مائع دہات ہے (قضیہ کلیہ)

ایک دہات مائع ہے (قضیہ جزئیہ)

وہ دہاتیں جن میں زنگ نہیں لگتا شریف ہیں (قضیہ کلیہ)

قضایا کی کلیت یا جزئیت کے جانچنے کے لئے حروف مقدار کے معنی پر غور کرنا چاہیئے نہ کہ الفاظ پر۔

سب دھاتیں سفید نہیں ہوتیں قضیہ جزئیہ ہے اگرچہ موضوع کے ساتھ لفظ سب آیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دھاتیں ایسی ہیں جو سفید نہیں ہوتیں۔ اسی طرح تمام انسان ریاضی داں نہیں ہوتے قضیہ جزئیہ ہے۔

تمام دھاتیں عنصر ہیں۔ قضیہ کلیہ ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ عنصر ہونے کی صفت ادن دوسرے اوصاف میں اضافہ ہوگئی ہے جو لفظ دھات سے ظاہر ہوتے ہیں یہ تشریح زیادہ بہتر اور واضح ہے بہ نسبت اُس تشریح کے جو منطق کی کتابوں میں لکھی جاتی ہے۔ کہ دھات کی جماعت عناصر کی جماعت میں داخل ہے۔

**قضیہ شخصیہ** Singular Proposition ایسا قضیہ ہے جس کا موضوع کوئی اسم معرفہ ہو۔ سعدی۔ مصنف گلستاں ہے۔ مجلس وزراء طاقتور نہیں ہے ان قضیوں میں بھی چونکہ تمام موضوع کے لئے ایک امر تسلیم کیا گیا ہے یہ بھی قضیہ کلیہ ہے۔

سقراط عقلمند تھا موجودہ وائسرائے ہندوستان منصف مزاج شخص ہے قضیہ کلیہ ہیں جن قضیوں میں ایسے اسماء نکرہ ہوں جو اپنے تمام افراد پر دلالت کرتے ہیں تو وہ بھی قضایا کلیہ ہوتے ہیں۔

تمام مثلث جو نصف دائرہ میں بنائے جائیں جن کا ایک ضلع قطر ہو قائم الزاویہ ہونگے (قضیہ کلیہ)

مقیاس الہوا خلا میں کام نہیں دیتا۔ (قضیہ کلیہ)

**قضایا مہملہ** Indefinite Proposition ایسے قضایا ہیں جن سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آیا موضوع اپنے کلی معنوں میں لیا گیا ہے یا جزئی۔

لوگوں پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔

کپڑوں میں دیمک لگ گئی ہے۔

گھوڑوں میں بیماری پھیل رہی ہے۔

ایسے قضایا سے علم منطق بحث نہیں کرسکتا۔ منطقی بحث کے لئے لازم ہے

کہ قضایا کا منشا صاف اور واضح ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ صرف حروف مقدار نہ ہونے سے کوئی قضیہ مہملہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے معنے ایسے مبہم ہونے چاہئیں جن سے پتہ نہ چل سکے کہ موضوع کلی معنوں میں لیا گیا ہے یا جزئی۔ اور جب تک یہ طے نہ ہو جائے علم منطق استدلال کرنے سے انکار کرتا ہے۔ 16.5.68

قضایا موجبہ و سالبہ

**کیفیت یا وصف** Quality کے لحاظ سے قضایا کی تقسیم موجبہ اور سالبہ ہے۔ جب موضوع کے نسبت کوئی بیان مثبت کیا جائے تو وہ **قضیہ موجبہ** Affirmative proposition کہلاتا ہے اور اگر کوئی بیان منفی ہو تو **قضیہ سالبہ** Negative pro. ہے قضیہ سالبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موضوع محمول میں داخل نہیں ہے۔ موضوع اور محمول دونوں جدا جدا ہیں۔ اور موضوع کے قسم کی کوئی شے محمول میں نہیں پائی جاتی

بعض آدمی سفید رنگ ہوتے ہیں۔ (قضیہ موجبہ)

بعض آدمی سفید رنگ نہیں ہوتے۔ (قضیہ سالبہ)

اگر کسی قضیہ کے دونوں اطراف مثبت ہوں تو وہ **مُحَصِّلہ** کہلاتا ہے ہر ذی علم ممدوح ہے ورنہ **معدولہ** بے علم بے قدر ہے۔

قضیہ **معدولہ** بجائے خود تین قسم کا ہوتا ہے **معدولۃ الموضوع** ہر بے علم احمق ہے **معدولۃ المحمول**۔ احمق نالائق ہے۔

**معدولۃ الطرفین**۔ جتنے بے حس ہیں بے جان ہیں۔

مقدار اور وصف کے لحاظ سے چار طرح کے قضیہ اور پیدا ہوتے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| **قضیہ کلیہ موجبہ** | Universal affirmative | تمام مثلث تین ضلعوں کے ہوتے ہیں |
| **قضیہ کلیہ سالبہ** | Universal negative | کوئی مثلث ذو اربعۃ الاضلاع نہیں ہوتا |
| **قضیہ جزئیہ موجبہ** | Particular affirmative | بعض مثلث قائم الزاویہ ہوتے ہیں |
| **قضیہ جزئیہ سالبہ** | Particular negative | بعض مثلث قائم الزاویہ نہیں ہوتے |

## قضایا

موجبہ — سالبہ

کلیہ — جزئیہ — کلیہ — جزئیہ

A م — I و — E س — O ل

جن قضیوں کے موضوع کے ساتھ الفاظ ہر ہر ایک۔ کوئی جو کوئی کل سب
universal affirmative
سارے تمام وغیرہ آتے ہیں وہ قضیہ کلیہ موجبہ کہلاتے ہیں۔ اسی طرح جن کے محمول
کے ساتھ ایک بھی نہیں۔ کوئی نہیں کوئی بھی نہیں۔ کچھ نہیں کچھ بھی نہیں کبھی نہیں
وغیرہ الفاظ ہونگی وہ Universal negative
کلیہ سالبہ ہونگے۔ موجبہ جزئیہ کے ساتھ الفاظ بعض کچھ کوئی وغیرہ آتے
ہیں سالبہ جزئیہ کے ساتھ بعض نہیں۔ کل نہیں۔ سب نہیں۔ سارے نہیں۔ تمام نہیں
ہر ایک نہیں وغیرہ۔

قضیہ کی تیسری تقسیم بہ لحاظ **نسبت** Relation کے ہے وہ
حملیہ۔ شرطیہ متصلہ اور شرطیہ منفصلہ میں ہے۔ قضایا حملیہ و شرطیہ

**قضیہ حملیہ** Categorical Pro. وہ قضیہ ہے جس کے موضوع کے متعلق بلا کسی
شرط کے کوئی امر تسلیم کیا گیا ہو۔ یا انکار کیا گیا ہو جیسے تمام انسان فانی ہیں۔ تمام
دہاتیں عناصر ہیں۔ تمام آدمی عقل مند نہیں ہوتے۔

قضیہ حملیہ کا موضوع اگر شخص ہے تو **شخصیہ** اور **مخصوصہ** ہے زید انسان ہے۔
اگر موضوع کلی ہے تو اوس میں یا تو یہ صراحت ہوگی کہ کس قدر افراد پر محمول کے ساتھ
متصف ہونے کا حکم لگایا گیا یا یہ صراحت نہ ہوگی۔ اگر صراحت ہے تو **قضیہ محصورہ**
یا **مسورہ** کہلاتا ہے اگر صراحت نہیں تو **مہملہ** قضیہ محصورہ کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔
یا تو حکم تمام افراد پر ہوتا ہے یا بعض افراد پر اگر تمام افراد پہ حکم ہے تو **موجبہ کلیہ**

یا سالبہ کلیہ ہے (جیسی صورت ہو) سب انسان جاندار ہیں۔ سب انسان عالم نہیں ہیں اگر حکم بعض افراد پر ہے تو جزئیہ موجبہ (بعض جاندار انسان ہیں۔ یا جزئیہ سالبہ (بعض جاندار انسان نہیں ہیں) ہے جیسی صورت ہو

مہملہ بھی حکم جزئیہ کا رکھتا ہے          آدمی شعر کہتے ہیں۔

جس قضیہ میں موضوع کے متعلق کوئی امر کسی شرط کے ساتھ تسلیم کرتے یا انکار کرتے ہیں اوس کو قضیہ شرطیہ متصلہ Hypothetical کہتے ہیں۔ ایسے قضیوں میں دوسرے فقرے کا صدق پہلے کے صدق پر منحصر ہوتا ہے۔

اگر دھات اگر گرمی پہونچائی جائے تو پھیل جاتی ہیں۔          (موجبہ شرطیہ)

اگر بارود اگر سیلی ہوی ہو تو نہ اڑے گی۔          (سالبہ شرطیہ)

قضیۂ شرطیہ کے پہلے جزو کو مقدم یا شرط Antecedent اور دوسرے کو تالی یا جزا Consequent کہتے ہیں۔

اگر بارود اگر سیلی ہوی ہو     (مقدم)     تو نہ اڑے گی     (تالی)

یہ ممکن نہیں کہ بارود سیلی ہوی بھی ہو اور اڑ بھی جائے۔ قضایاء شرطیہ میں ایک نسبت دوسری نسبت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور اس وابستگی کے کئی سبب ہوتے ہیں جیسے مقدم۔ تالی کی علت ہو یا تالی مقدم کی علت ہو یا دونوں معلول ہوں مگر اون کی علت ایک ہو۔

اگر آفتاب نکل آیا ہے تو دن ہے۔ آفتاب دن نکلنے کی علت ہے۔

اگر دن نکل آیا ہے تو روشنی ہے۔ دن نکلنا روشنی کی علت نہیں۔ بلکہ دن نکلنے اور روشنی دونوں کی علت آفتاب نکلنا ہے۔

اسی طرح قرابتیں اور کلیت و جزئیت اور وقت و مکان کی نسبتیں وغیرہ

اگر زید خالد سے بڑا ہے تو ضرور خالد زید سے چھوٹا ہے۔ قضیہ متصلہ کے مقدم

وتالی میں جب کوئی علاقہ باعث اتصال ہو تو **قضیہ متصلہ لزومیہ** کہلاتا ہے ورنہ **اتفاقیہ** یعنے ایسے قضیہ جن کے مقدم وتالی میں کوئی علاقہ باعث اتصال نہیں ہوتا جس وقت مجلس شوریٰ منعقد ہوتی ہے تو ممبر کھنکھارنے لگتے ہیں۔ منطق میں قضایا اتفاقیہ قابل لحاظ نہیں ہیں۔ 12.3.68

جس قضیہ میں کوئی امر اس طرح تسلیم یا انکار کیا جائے کہ اگر ایک ہوگا تو دوسرا نہ ہوگا اس کو **قضیہ شرطیہ منفصلہ** Disjunctive کہتے ہیں۔ ۶۵۰

زید یا تو خوشنویس ہے یا بدنویس۔

عمرو یا تو جاہل ہے یا عالم زاویے یا منفرجہ ہوتے ہیں۔ یا حادّہ یا قائمہ ایسے قضیوں میں کئی محمول ہوا کرتے ہیں چاہے جس کو تسلیم کرلو۔

ایسے قضیہ اگرچہ بظاہر شرطیہ نہیں معلوم ہوتے لیکن در اصل ہیں یہ بھی شرطیہ زاویہ اگر منفرجہ نہیں ہیں تو حادہ ہیں۔ عمرو اگر جاہل نہیں ہے تو شریر النفس ہے **قضایا شرطیہ منفصلہ** Disjunctive میں دو نسبتوں کا انفصال پایا جاتا ہے یہ ممکن نہیں کہ کوئی زاویہ منفرجہ بھی ہو اور حادہ بھی ہو۔ انفصال بھی کئی طرح کا ہوتا ہے ایک تو **انفصال حقیقی** جیسے رات و دن تاریکی و روشنی علم وجہل میں ہے زید یا عالم ہے یا جاہل کہ ایک وقت میں ان کا اجتماع اور ارتفاع دونوں ناممکن ہیں دوسرے انفصال **مانعۃ الجمع** ہے کہ دو چیزوں کا اجتماع ناممکن ہو لیکن ارتفاع جائز ہو۔ یہ چیز نہ ٹھوس ہے نہ سیال۔ دونوں کا اجتماع ناممکن ہے ٹھوس و سیال دونوں نہیں ہوسکتے مگر یہ ممکن ہے کہ نہ ٹھوس ہو نہ سیال تیسری صورت **مانعۃ الخلو** ہے یعنے دو چیزوں کا اجتماع ممکن ہو لیکن ارتفاع محال ہو۔ دریا میں ہونا اور نہ ڈوبنا۔ ممکن ہے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ دریا میں نہ ہو اور پھر بھی ڈوب جائے۔

قضایا منفصلہ میں دونوں نسبتوں کے انفصال کا کچھ نہ کچھ سبب ہوتا ہے۔ جیسے دونو کا باہم نقیض ہونا یا اون میں مغائرت تامہ پایا جانا۔ یا دونو نسبتوں کا اجتماع عقل کی نزدیک مستبعد ہونا جیسا کہ مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں بیان ہوا غرض جب انفصال کسی وجہ سے ہو تو منفصلہ کو **عنادیہ** کہتے ہیں ورنہ **اتفاقیہ** جیسے کوئی حبشی جاہل ہو۔ اتفاقیہ صورت منطق میں مستند نہیں۔

جملہ شرطیہ بھی مخصوصہ اور محصورہ یا مہملہ ہوتا ہے۔ لیکن قضیہ شرطیہ میں مدار تقسیم اوضاع و حالات پر ہے اگر شرطیہ میں اس طرح کا حکم ہے کہ دو نسبتوں کا اتصال یا انفصال کسی خاص صورت اور حالت میں ہے تو شرطیہ شخصیہ اور مخصوصہ ہے مثلاً اگر زید آج آئے تو میں اوس کو انعام دوں گا اس مثال میں انعام دینا تو زید کے آنے پر منحصر ہے لیکن عام نہیں بلکہ آج آنے پر۔

**شرطیہ محصورہ جزئیہ** یہ ہے کہ بعض حالتوں میں دو نسبتوں کا اتصال یا انفصال ہو جیسے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب ایک چیز جاندار ہو تو آدمی بھی ہو۔

**شرطیہ محصورہ کلیہ** یہ ہے کہ کل حالتوں میں دو نسبتوں کا اتصال یا انفصال ہو۔ جب کبھی زمین چاند اور سورج کے بیچ میں آجاے گی تو ضرور چاند گھنایا ہوا دکھائی دیگا۔

**شرطیہ مہملہ** یہ ہے کہ قضیہ میں اوضاع و حالات کا بیان نہ ہو۔ پروا ہوا چلتی ہے تو مینہ برستا ہے یہ صراحت نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے یا کبھی کبھی۔

قضایا کی تیسری تقسیم بلحاظ **جہت** modality کے ہے۔ قضایا موجہہ [illegible]

جہت سے مراد ہے کسی قضیہ کے موضوع اور محمول کا تعلق یعنے کسی قضیہ میں کسی موضوع کے متعلق ثبوت محمول (اگر قضیہ موجبہ ہے) اور سلب محمول (اگر قضیہ سالبہ ہے) کی کیفیت بیان کی گئی ہے وہ کس قسم کی ہے ثبوت محمول اور سلب

محمول کی کیفیت مختلف طرح کی ہوتی ہے اور امتیاز کے واسطے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام مقرر کر لئے ہیں۔

**ضرورت ذاتی** موضوع اور محمول کا تعلق ہر وقت اور ہر حال میں ایسا قوی ہے کہ کبھی منفک نہیں ہوتا۔ ایسے قضیوں میں الفاظ ضرور بے شک خواہ مخواہ البتہ وغیرہ آتے ہیں اور ان قضیوں کو **ضروریہ مطلقہ** کہتے ہیں۔ تمام حیوانات ضرور سانس لیتے ہیں کل جزو سے بیشک بڑا ہوتا ہے۔

**ضرورت وصفی** ذات موضوع میں کوئی ایسا وصف ہوتا ہے یا ذات موضوع کی کوئی ایسی حالت ہوتی ہے جو ثبوت محمول یا سلب محمول کو ضرورتاً مقتضی ہوا کرتی ہے یہ ضرورت اوسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ وہ وصف یا حالت قائم ہے ایسے قضیہ کو **مشروطہ عامہ** کہتے ہیں جب انسان سوتا ہے اوسکے حواس ضرور معطل ہوتے ہیں۔

**ضرورت وقتی** ذات موضوع کو ثبوت محمول یا سلب محمول کا اقتضا ہوتا تو ہے لیکن ہر وقت نہیں ایسے قضیہ کو **وقتیہ مطلقہ** کہتے ہیں۔ زمین کا جو حصہ آفتاب کے مقابل ہوتا ہے روشن ہوتا ہے۔

**ضرورت غیر معینہ** موضوع و محمول میں ایسا التزام پایا جاتا ہے کہ موضوع کو محمول ہونے کی صفت سے کبھی خالی نہیں پایا جاتا ایسے قضئے **منتشرہ مطلقہ** کہلاتے ہیں۔ آگ سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔

**دوام ذاتی** موضوع ہمیشہ صفت محمول سے متصف پایا جاتا ہے۔ ایسے قضیوں کا نام **دائمہ مطلقہ** ہے سیارے ہمیشہ گردش کرتے ہیں۔ دوام کے الفاظ ہمیشہ سدا وغیرہ ہیں۔

**دوام وصفی** ذات موضوع میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے کہ جب تک

وہ وصف باقی رہتا ہے۔ صفت محمول بھی اوس کو عارض رہتی ہے۔ ایسے **قضیئے عرفیہ عامہ** کہلاتے ہیں متکبر ذلیل ہوتے ہیں۔

**امکان** ذات موضوع میں بالفعل ایک وصف خاص موجود نہیں ہے لیکن اس میں اتنی استعداد اور قابلیت ہے کہ کبھی وہ اس وصف سے متصف ہوسکے۔ ممکن ہے کہ زید بی اے پاس کرلے۔ ممکن ہے کہ قوت برقی سے ریل چلنے لگے۔ امکان کے لئے الفاظ ممکن ہے وغیرہ ہیں قضیہ کا نام **ممکنہ عامہ** ہے۔

**فعلیت**۔ ذات موضوع سے اگرچہ اس وقت کوئی فعل صادر نہیں ہورہا ہے لیکن اوس میں اس فعل کے کرنے کی قدرت موجود ہے۔ ایک انجن کی نسبت جو اسٹیشن پر کھڑا ہے یہ کہنا کہ یہ ساٹھ میل فی گھنٹہ دوڑتا ہے۔ ایسے **قضیئے مطلقہ عامہ** کہلاتے ہیں اردو میں فعلیت کے اظہار کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔

جہت کے لحاظ سے قضایا کی کامل تقسیم تو یہی ہے جو اوپر بیان ہوئی لیکن اختصار کے طور پر صرف تین اقسام ضروریہ۔ مطلقہ۔ احتمالیہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

**ضروریہ** Necessary قضیہ کی موضوع اور محمول کی باہمی نسبت اون کی حقیقت اور بناوٹ پر مبنی ہو یعنے ایسی نسبت جو کلیتہً اور ضرور صحیح ہو تو کہا جاتا ہے کہ قضیہ کی جہت ضروری ہے۔

ضرور ہے کہ مثلث کے دو ضلعے ملکر تیسرے سے بڑے ہوں۔ ہمیشہ آدمی کے بدن میں خون دورہ کیا کرتا ہے۔

**مطلقہ** Assertory قضیہ کے موضوع اور محمول کا تعلق ایسا ہو جو تجربہ سے ثابت ہوا ہو اور جہاں تک انسان کا تجربہ ہے صحیح ہو تمام اجسام مادی کشش کرتے ہیں۔

**احتمالیہ** قضیہ کے موضوع اور محمول کا تعلق متحقق نہ ہو بعض حالتوں میں

صحیح ہو اور بعض صورتوں میں صحیح نہ ہو۔

ممکن ہے کہ کل بارش ہو ۔ غالباً احمد نیک آدمی ہے۔

دراصل قضایاء احتمالیہ منطق کی حد سے خارج ہیں۔

قضایاء تحلیلی و ملفوظی

**قضیوں کی تقسیم** ( Import ) معنی کے لحاظ سے محمول اور موضوع کے تضمنات کے باہمی نسبت پر مبنی ہے اگر محمول سے موضوع کی کل یا جزو معنی کی توضیح یا اوس کا بیان ہوتا ہو اور اون لوگوں کو جو اوس کی معنی پہلے ہی سے جانتے ہوں کوئی نئی بات قضیہ سے نہیں معلوم ہوتی ہو تو قضیہ **تحلیلی** Analytical یا **ملفوظی** or Verbal کہلاتا ہے ایسے قضیے میں جو وصف محمول سے ظاہر ہوتا ہے وہ محمول کے اوصاف کا ایک یا جزو ہوتا ہے جیسے انسان ناطق ہے۔ نطق ایک جزو ہے، انسان کے اوصاف کا۔

دوسری صورت میں قضیہ سے ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے اور جو وصف محمول سے معلوم ہوتا ہے موضوع کے اوصاف پر کچھ زیادتی کرتا ہے۔

قضایاء معقولی یا ترکیبی

انسان فانی ہے۔ فنا انسان کا وصف نہیں ہے۔

ایسے قضیہ کو **معقولی** Real یا **ترکیبی** Synthetical کہتے ہیں۔

قضایاء مرکب

بعض قضیوں میں دو یا دو سے زیادہ سادے قضئے شامل ہوتے ہیں اون کو **قضایاء مرکب** کہتے ہیں۔ ان میں بعض قضیہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اون کا مرکب ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اون میں الفاظ "اور" "لیکن" "نہ یہ نہ وہ" "اگرچہ" "باوجودیکہ" ہوتے ہیں۔ سونا کمیاب اور گراں ہے زید نہ دیانت دار ہے نہ دولتمند عمر اگرچہ عقلمند ہے لیکن پرہیزگار نہیں ہے۔ ایسے قضیوں کو اون کے سادے قضیوں میں تحلیل کرکے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ غور کرتے ہیں۔

سونا کمیاب دہات ہے۔

سونا گراں دہات ہے۔

زید دیانت دار نہیں ہے — زید عقلمند نہیں ہے۔

عمرو عقل مند شخص ہے — عمر پرہیزگار شخص نہیں ہے۔

بعض قضیہ ایسے ہوتے ہیں کہ بہ ظاہر سادے معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر اون کے معنوں کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دراصل وہ مرکب ہیں ان قضیوں میں الفاظ ذیل ہوتے ہیں۔ صرف بجز کوئی نہیں وغیرہ

صرف لکھنو کے خربوزے میٹھے ہوتے ہیں۔

اس قضیہ میں لکھنو کے خربوزوں اور اون خربوزوں کے متعلق جو لکھنو کے نہیں ہیں ایک امر بیان کیا گیا ہے اور اس کے اس طرح دو قضیہ بن سکتے ہیں۔

(۱) لکھنو کے خربوزے میٹھے ہوتے ہیں۔

(۲) جو خربوزے لکھنو کے نہ ہوں وہ میٹھے نہیں ہوتے۔

سوا مجرم کے مجسٹریٹ سے کوئی نہیں ڈرتا۔ یہ ان دو قضیوں کے برابر ہے

مجرم مجسٹریٹ سے ڈرتے ہیں۔

جو شخص مجرم نہ ہو مجسٹریٹ سے نہیں ڈرتا۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہر اسم اپنے معنے پر دو طرح دلالت کرتا ہے ایک تو **دلالت افرادی** Denolation دوسرے **دلالت وصفی** Connolation — موضوع و محمول کے معنی ہونگے دلالت افرادی و دلالت وصفی

اب دیکھنا یہ ہے کہ قضیہ کے موضوع اور محمول ان دونو میں کن معنوں میں لئے جاتے ہیں چونکہ ہر ایک طرف کے دو طرح کے معنے ہوتے ہیں اس لئے چار طریقے معنونکے نکل سکتے ہیں

(۱) موضوع کی دلالت افرادی ہو اور محمول کی وصفی مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ "تمام انسان فانی ہیں" تو ہمارا یہ مقصد ہے کہ وہ تمام افراد جن پر لفظ انسان کا اطلاق ہوتا ہے وہ صفت رکھتے ہیں جو لفظ فانی سے ظاہر ہوتی ہے۔

(۲) دونو اطراف (موضوع و محمول) کی دلالت افرادی ہو۔ اس لحاظ سے اس قضیہ

تمام انسان فانی ہیں کے یہ معنے ہونگے کہ تمام افراد جو انسان کہلاتے ہیں اون تمام افراد میں داخل ہیں جو فانی ہیں۔

(۳) دونو افراد کی دلالت وصفی ہو اس لحاظ سے اس قضیہ "تمام انسان فانی ہیں" کے یہ معنی ہیں کہ وہ تمام خواص جو انسان میں پائے جاتے ہیں اون خواص میں سے ہیں جو فانیوں کے خواص ہیں۔

(۴) موضوع کی دلالت وصفی ہو اور محمول کی دلالت افرادی اس لحاظ سے "تمام انسان فانی ہیں" کے یہ معنی ہیں کہ لفظ انسان سے جو خواص ظاہر ہوتے ہیں وہ ایک ایسی شئے کا وجود ظاہر کرتے ہیں جو اوس جماعت میں داخل ہے جو فانی کہلاتی ہے

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو ہمارا یہ دعوے نہیں ہوتا کہ تمام افراد انسان کا جو اب تک پیدا ہوے یا آئندہ پیدا ہونگے ہم نے امتحان کر لیا ہے بلکہ یہ مقصد ہوتا ہے کہ ہم نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ خواص انسانیت اور خواص فنا میں ناگزیر علاقہ ہے۔ ہر چمکدار شے سونا نہیں ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ جو خواص لفظ چمکدار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ضرور نہیں ہے کہ ہمیشہ اُس شے کو ہی بتائیں جو سونا کہلاتی ہے۔

Distribution of terms

## اطراف کی جامعیت

موضوع و محمول بہ لحاظ طرف جامعیت

کسی طرف کو ہم اُس وقت جامع کہتے ہیں جبکہ اُس کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ کوئی حکم اون تمام افراد کی نسبت لگایا جائے جن پر وہ لفظ دلالت کرتا ہے اور اگر وہ حکم تمام افراد پر صادق نہ ہو تو وہ **طرف جامع** Distributed نہیں کہلاتی۔ بلکہ **جزئی** Undistributed کہلاتی ہے اب ہم قضایا کی اس نظر سے تنقیح کرتے ہیں۔ پہلے موضوع کو لیجئے۔ موضوع کی جامعیت کا جاننا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ قضایائے کلیہ موجبہ جزئیہ موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ سالبہ کے متعلق موضوع کا پہچاننا آسان

ہے کہ کلیہ موجبہ ۔ کلیہ سالبہ میں موضوع جامع اور جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ میں موضوع جزئی ہوتا ہے۔

کوئی مثلث ذو اربعتہ الاضلاع نہیں ہوتا ۔ کوئی شخص معصوم نہیں ہے ۔ قضایاء کلیہ سالبہ میں ان میں ہر ایک مثلث یا ہر ایک آدمی ذو اربعتہ الاضلاع اور معصوموں کے فرقے سے جدا کر دیا گیا ہے۔

محمول کے متعلق جامع یا جزئی ہونا معلوم کرنا ذرا مشکل بات ہے کیونکہ محمول کے ساتھ کوئی علامت مقدار نہیں ہوتی ۔ مثلاً قضیہ کلیہ موجبہ میں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو ہماری یہ مراد نہیں ہوتی کہ جس قدر فانی ہیں وہ فرقہ انسانوں میں داخل ہیں بلکہ ظاہر ہے کہ انسانوں کے علاوہ اور انواع بھی فانی ہیں اور انسان فانیوں کا ایک جزو ہے ۔ اس لئے اس قضیہ میں محمول کلی معنوں میں نہیں بلکہ جزئی معنوں میں لیا گیا ہے گویا لفظ بعض محمول سے پہلے محذوف ہے انسان فانیوں میں سے بعض ہیں غرض قضیہ موجبہ کا محمول جزئی ہوتا ہے ۔ اسی طرح قضیہ موجبہ جزئیہ پر غور کرو ۔ بعض افغانی طویل القامت ہوتے ہیں ۔ اس قضیہ میں بھی لفظ بعض طویل القامت سے پہلے محذوف ہے کیونکہ اس قضیہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف بعض افغان ہی طویل القامت ہیں بلکہ دوسری اقوام کے اشخاص بھی طویل القامت ہوتے ہیں اس لئے اس قضیہ کا منشا یہ ہے کہ بعض افغانی دنیا کے بعض طویل القامت لوگ ہیں۔

اسی طرح اس فقرے میں کہ بعض دھاتیں سفید ہوتی ہیں ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ سفید چیزوں کا ایک حصہ بعض دھاتیں بھی ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قضیہ موجبہ جزئیہ کا محمول ہمیشہ جزئی ہوتا ہے ۔ غرض قضایا کلیہ موجبہ اور جزئیہ موجبہ میں محمول جزئی ہوتا ہے ۔ قضایا کلیہ سالبہ اور جزئیہ سالبہ کا محمول جامع ہوتا ہے مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ "مسلمان موت سے نہیں ڈرتے"

بعض دہاتیں سفید نہیں ہوتیں تو ہمارا یہ مقصد ہوتا ہے کہ مُسلمان اس فرقے سے جو موت سے ڈرتا ہے علیٰحدہ ہیں اور بعض دہاتیں اون تمام اشیائے سے جو سفید ہیں علیٰحدہ ہیں۔

کوئی انگریز سیاہ فام نہیں ہے (کلیہ سالبہ) اس قضیہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر تمام دنیا کے انگریزوں کو ایک جا جمع کریں اور اسی طرح تمام دنیا کے سیاہ فام ایک جا جمع ہوں تو ایک انگریز بھی تمام سیاہ فام گروہ میں نہ ملیگا۔ غرض محمول جامع ہے۔

بعض ہندوستانی فاضل نہیں ہیں (قضیہ جزئیہ سالبہ ہے) اس میں بھی فاضل کلی معنوں میں لیا گیا ہے کیونکہ تمام دنیا کے فاضلوں میں سے بعض ہندوستانیوں کو علیٰحدہ کیا ہے۔ غرض قضیہ جزئیہ سالبہ کا محمول بھی جامع ہوتا ہے۔

اس طرح اطراف کے کلی معنوں میں استعمال ہونے کے چار حسب ذیل قاعدے ہوئے

(۱) قضایا کلیہ میں موضوع جامع ہوتا ہے۔

(۲) قضایا سالبہ میں محمول جامع ہوتا ہے۔

(۳) قضایا جزئیہ میں موضوع جامع نہیں ہوتا۔

(۴) قضایا موجبہ میں محمول جامع نہیں ہوتا۔

یا یوں سمجھو کہ قضایا :-

| | | |
|---|---|---|
| کلیہ موجبہ میں | موضوع جامع | محمول جزئی |
| کلیہ سالبہ میں | موضوع جامع | محمول جامع |
| جزئیہ موجبہ میں | موضوع جزئی | محمول جزئی |
| جزئیہ سالبہ میں | موضوع جزئی | محمول جامع |

بعض اوقات ان قواعد کو واضح کرنے کے لئے دوائر کا استعمال کیا جاتا ہے ہر ایک طرف کو ایک دائرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور طرف موضوع اور طرف محمول میں جو تعلق ہے وہ دائرں کے باہمی پورے تطابق یا ایک دائرہ کے دوسرے

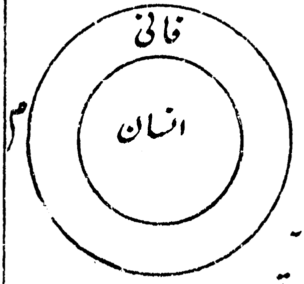


دائرہ میں کلاً یا جزواً شامل ہونے سے کیا جاتا ہے۔

م کلیہ موجبہ — تمام انسان فانی ہیں۔
و جزئیہ موجبہ — بعض آدمی جاہل ہوتے ہیں۔
س کلیہ سالبہ — کوئی انسان شاخدار نہیں ہوتا۔
ل جزئیہ سالبہ — بعض حیوانات شاخدار نہیں ہوتے۔

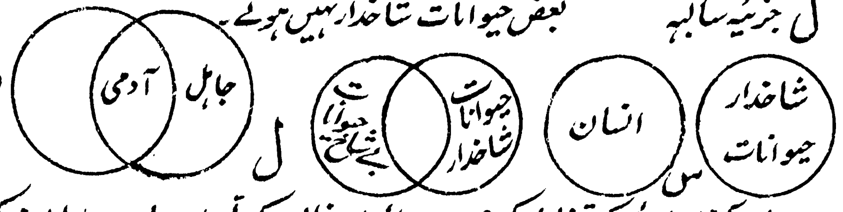


یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قضایا کو جب دوائر میں ظاہر کرتے ہیں یا جب اطراف کی جامعیت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اطراف کی صرف تعداد سے بحث کی جاتی ہے نہ کہ وصفوں سے بعض وقت ایسے قضایا پیش آتے ہیں۔ جیسے کہ تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویا ہوتے ہیں۔ قاعدے کی رو سے محمول جزئی ہونا چاہئے کیونکہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے لیکن در اصل اس قضیہ کے یہ معنی ہیں کہ تمام مثلث متساوی الاضلاع تمام مثلث متساوی الزوایا ہیں یعنی محمول جامع ہیں ایسی واقفیت کسی دوسری سائنس سے ہوسکتی ہے۔

قضیہ بنانے کے قاعدے حسب ذیل ہیں:- قضئے بنانے کے قاعدے

(۱) موضوع اور محمول کو دریافت کرو۔

(۲) موضوع کے ساتھ اُس کی صحیح مقدار لگاؤ۔

(۳) قضیہ کو اُس کی صحیح **کیفیت** دو یعنے ہے یا نہیں ہے۔

(۱) "مبارک ہیں وہ جو ہیں دل کے سخی" ایک فقرہ ہے اس کو قضیہ اس طرح بنائنگے تمام دل کے سخی مبارک ہیں۔ مُبارک ہونے کا اطلاق ان تمام لوگوں پر ہے۔ جو دل کے سخی ہیں۔

(۲) ہر ایک جز صحیح نہیں ہوتی" یہاں جزوں کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہوتیں لیکن محمول کا اطلاق جزو کے ایک حصہ پر ہوتا ہے اسلئے قضیہ اس طرح بنے گا بعض جزیں صحیح نہیں ہوتیں۔

# قضایا کی نسبتیں

قضایا کی باہمی نسبت یا اونکا منافات

جب دو قضیوں کا موضوع اور محمول ایک ہی ہو لیکن کیفیت مختلف ہو تو کہا جائیگا کہ وہ ایک دوسرے کے **منافی** Opposed یا **تضاد** ہیں اور اون کی باہمی نسبت **منافات** Opposition کہلاتی ہے۔ چاروں قضیئے کلیہ موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ موجبہ جزئیہ سالبہ میں چار طرح کا تقابل ہوتا ہے۔

تضاد

(۱) کلیہ موجبہ کلیہ سالبہ میں سے چونکہ دونو قضیہ کلیہ ہوتے ہیں اور صرف کیفیت میں مختلف ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے **منافی** ناقص یا ضدین کہلاتے ہیں اور اونکی باہمی نسبت منافات ناقص یا تضاد Contrary opposition

"تمام انسان غلطی کرتے ہیں" "کوئی شخص غلطی نہیں کرتا" ایک دوسرے کے تضاد ہیں ان قضیوں کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دونو صحیح نہیں ہوسکتے لیکن دونو غلط ہوسکتے ہیں۔

منافات

(۲) جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ میں موضوع اور محمول ایک ہی ہوں لیکن اونکی کیفیت میں فرق ہو تو اون کی باہمی نسبت **منافات بالاختلاف** - Subcontrary opposition کہلاتی ہے۔ اور قضیئے منافی مختلف کہلاتے ہیں۔

"بعض آدمی موت سے ڈرتے ہیں" "بعض آدمی موت سے نہیں ڈرتے"

ایسے قضیئے دونو صحیح ہوسکتے ہیں۔ لیکن دونو غلط نہیں ہوسکتے۔

نقیض

(۳) کلیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ یعنے وہ قضیہ جنکے موضوع اور محمول ایک ہوں

لیکن کیفیت اور مقدار دونوں میں اختلاف رکھتے ہوں تو وہ ایک دوسرے کے منافی کامل یا **نقیض** contradictory کہلاتے ہیں اور اون کی باہمی نسبت منافات کامل یا تناقض contradictory کہلاتی ہے۔

قضایا، نقیض میں سے اگر ایک صحیح ہوگا تو دوسرا غلط ہوگا ان میں سے صرف ایک صحیح ہوسکتا ہے۔

اگر یہ قضیہ تمام حیوانات استدلال کرتے ہیں (کلیہ موجبہ)

غلط ہو تو" بعض حیوانات استدلال نہیں کرتے۔ (جزئیہ سالبہ)

ضرور صحیح ہے۔ اسی طرح کلیہ سالبہ اور جزئیہ موجبہ میں بھی اگر ایک صحیح ہوتا ہے تو دوسرا غلط ہوتا ہے کوئی حیوان استدلال نہیں کرتا (کلیہ سالبہ) غلط ہو تو بعض حیوانات استدلال کرتے ہیں (جزئیہ موجبہ) صحیح ہے۔ یہ قضئے بھی باہم نقیض ہیں اور اون کی نسبت بھی تناقض کہلاتی ہے۔

تناقض کے شرائط

اب ذرا نقیض کی شرطوں پر بھی غور کرو۔

**نقیض** کے معنے ہیں دو چیزوں میں ایسا تباین کہ اگر ایک ہو تو دوسرا نہ ہو جیسے علم و جہل۔ تاریکی و روشنی۔ چیزوں کے علاوہ قضیوں میں بھی نقیض ہوتا ہے قضیوں کی صورت میں نقیض کے یہ معنے ہیں کہ اگر ایک وقت میں ایک قضیہ سچا ہو تو دوسرا جھوٹا ہو نقیض کی چند شرطیں ایسی ہیں کہ اگر وہ موجود نہ ہوں تو **تناقض** نہیں ہوسکتا پہلی شرط تو یہ ہے کہ اگر ایک قضیہ موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو "زید لکھ رہا ہے" زید نہیں لکھ رہا ہے تناقض قضیہ میں بعض دفعہ قضیوں کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے نقیض ہوتے ہیں لیکن بہ ظاہر موجبہ اور سالبہ نہیں معلوم ہوتے "زید چل رہا ہے" "زید کھڑا ہے" دونو موجبہ قضئے ہیں لیکن باہم نقیض ہیں۔ دوسرے قضئے کو دیکھو زید کھڑا ہے بہ الفاظ دیگر اس کے یہی معنے ہیں کہ زید نہیں چل رہا ہے

ایجاب وسلب کی شرط کے علاوہ تناقض کی اور شرطیں بھی ہیں کہ اگر وہ نہ پائی جائیں تو تناقض نہیں ہوتا۔

وحدت موضوع ومحمول

**وحدت موضوع ومحمول** یعنے دونو قضیوں کا موضوع ومحمول نہ صرف ایک ہو بلکہ وہ تمام قیدیں جو ایک قضیہ کے موضوع ومحمول کے ساتھ ہیں دوسرے قضیہ کے موضوع ومحمول کے ساتھ ہی بعینہ ہوں۔ اگر موضوع یا محمول بدل جائے یا کوئی قید جو موضوع یا محمول کے ساتھ تھی بدل جائے تو تناقض فوت ہو جائے گا "زید لکھتا ہے" "خالد نہیں لکھتا ہے" موضوع بدل گیا لہذا تناقض نہیں ہے۔ زید لکھتا ہے زید نہیں پڑھتا۔ محمول مختلف ہیں تناقض نہیں ہے۔ اب قیود اور اعتبارات کو لو جن کے بدلنے سے تناقض قائم نہیں رہتا۔

وحدت جزو کل

**وحدت کل وجزو** ۔ اگر کوئی حکم ایک قضیہ میں کسی شے کے ایک جزو پر لگایا گیا ہے تو دوسرے قضیہ میں بھی وہ حکم اوس شے کے اُسی جزو پر لگایا جائے۔

مور خوبصورت جانور ہے۔ مور خوبصورت جانور نہیں ہے۔

دو نقیض قضیہ ہیں اس صورت میں کہ خوبصورت ہونے کا حکم جس عضو کے اعتبار سے لگایا گیا ہے بدصورتی کا حکم بھی اُس عضو کے اعتبار سے لگایا جائے مثلاً بہ لحاظ پروں کے یہ کہنا کہ مور خوبصورت ہے اور مور خوبصورت نہیں ہے نقیض ہے لیکن بہ لحاظ پروں کے خوبصورت اور بہ لحاظ پاؤں کے بدصورت کہنا نقیض نہیں ہے۔

وحدت شرط

**وحدت شرط** یہ ہے کہ ایک حکم جس شرط سے لگایا گیا ہے دوسرا حکم بھی اُسی شرط سے لگایا جائے۔ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا دو نقیض قضئے ہیں بشرطیکہ دونوں شروط متحد ہوں۔ مثلاً عمداً کھانا پینا۔ لیکن اگر پہلے قضیہ کی شرط عمداً اور دوسرے کی سہواً ہو تو نقیض قائم نہیں رہتا۔

وحدت زمان

**وحدت زماں** ۔ وقت کا اختلاف بھی تناقض رفع کر دیتا ہے۔ خالد رات کو

سوتا ہے۔ خالد دن کو نہیں سوتا ہے نقیض نہیں ہیں۔

وحدتِ مکان

**وحدت مکان** مقام کا اختلاف بھی تناقض اٹھا دیتا ہے۔

ریل دوڑ رہی ہے (میدان میں) ریل کھڑی ہے (اسٹیشن پر)

وحدتِ اضافت

**وحدت اضافت** ایک شخص کسی ایک ہی شخص کا باپ اور بیٹا۔ چچا اور بھتیجا مالک اور مملوک نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ اختلاف اضافت ہوسکتا ہے۔

زید باپ ہے (خالد کا) زید بیٹا ہے (حامد کا)

وحدتِ قوت و فعل

**وحدت قوت وفعل** زمانہ کے ساتھ ساتھ حالتیں بدلتی رہتی ہیں اس وجہ سے جو حکم حالت موجودہ پر لگایا جائے آئندہ قائم نہیں رہتا۔ کیریاں آج کھٹی ہیں چند روز بعد میٹھی ہو جائینگی۔ پس مٹھاس کی کیفیت اون میں بالقوت موجود ہے۔ ایک شخص آج جاہل ہے چند روز بعد عالم فاضل بن سکتا ہے۔ پس نقیض کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ جو حکم لگایا گیا ہے اُس میں قوت اور فعل کا اعتبار نہ ہو ورنہ نقیض نہ ہوگا

قضایاء مخصوصہ کے لئے یہ شرطیں کافی ہیں لیکن **قضایاء محصورہ** میں انکے علاوہ یہ شرط بھی ضرور ہے کہ اون میں اختلاف **کمیّت** (مقدار) ہو یعنے دو محصورہ متناقض قضیوں میں اگر ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ اگر دونو قضئے کلیہ ہونگے یا دونو جزئیہ ہونگے تو بعض دفعہ تناقض نہ ہوگا۔ تناقض کی شرط یہ ہے کہ اگر ایک قضیہ سچا ہو تو دوسرا غلط ہو لیکن دو کلیہ قضئے یا دو جزئیہ قضئے بعض دفعہ دونوں سچے یا جھوٹے ہوسکتے ہیں۔

بعض انسان گورے ہیں۔ بعض انسان گورے نہیں ہیں۔ دونو سچے قضئے ہیں۔

کل انسان ناطق ہیں۔ بعض انسان ناطق نہیں ہیں۔

متناقض ہیں۔ تمام جاندار انسان ہیں۔ تمام جاندار انسان نہیں ہیں۔ دونو جھوٹے لہذا نقیض نہیں ہیں۔

محکوم

(۴) کلیہ موجبہ اور جزئیہ موجبہ نیز کلیہ سالبہ اور جزئیہ سالبہ کے اگر موضوع و محمول ایک ہی ہوں لیکن مقدار میں مختلف ہوں مگر کیفیت میں مختلف نہ ہوں تو وہ **محکوم** کہلاتے ہیں اور اون کی باہمی نسبت تحکیم کہلاتی ہے

ان میں اگر کلیہ موجبہ صحیح ہو تو جزئیہ موجبہ بھی ضرور صحیح ہوگا۔ "تمام انسان فانی ہیں" "بعض انسان فانی ہیں"۔

اور اگر کلیہ سالبہ صحیح ہو تو جزئیہ سالبہ بھی یہ صحیح ہوگا۔

"کوئی شخص کامل نہیں ہے" "بعض اشخاص کامل نہیں ہیں"۔

ایک قضیۂ کلیہ سے اوس کے ایک جزو کی تو صحت ظاہر ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کا عکس ضرور نہیں ہے کہ صحیح ہو۔ تمام نیشکر میٹھے ہوتے ہیں۔ بعض نیشکر میٹھے ہوتے ہیں صحیح ہے۔ اگر کلیہ موجبہ غلط ہو تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا جزئیہ موجبہ صحیح ہے یا غلط اور اگر کلیہ سالبہ غلط ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ جزئیہ سالبہ صحیح ہے یا غلط۔ تمام نارنگیاں میٹھی ہوتی ہیں غلط ہے تو نہیں کہہ سکتے کہ بعض نارنگیاں میٹھی ہوتی ہیں صحیح ہے یا غلط۔

**تقابل تابع** (subaltern) میں کلیہ کو **محکم لہ** (subalternant) اور جزئیہ کو **محکم بہ** (subalternate) اور دونو کو **محکومین** (subalterns) کہتے ہیں۔

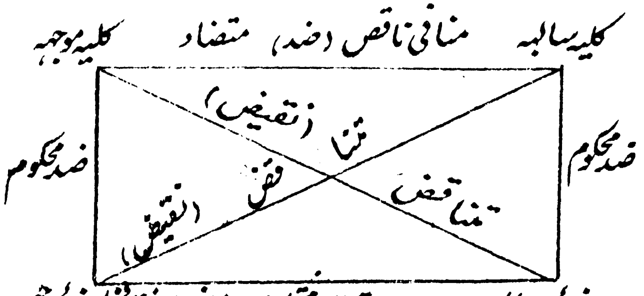


اگر ایک قضیہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ صحیح ہے یا غلط تو اوس کے مقابل قضایا کی صحت یا غلطی ذیل کے طریقہ سے فوراً معلوم ہوسکتی ہے۔

متقابل قضایا صحت یا غلط

### ا

| | کلیہ موجبہ | کلیہ سالبہ | جزئیہ موجبہ | جزئیہ سالبہ |
|---|---|---|---|---|
| اگر کلیہ موجبہ صحیح ہو تو | صحیح | غلط | صحیح | غلط |
| اگر کلیہ سالبہ صحیح ہو تو | غلط | صحیح | غلط | صحیح |
| اگر جزئیہ موجبہ صحیح ہو تو | مشتبہ | غلط | صحیح | مشتبہ |
| اگر جزئیہ سالبہ صحیح ہو تو | غلط | مشتبہ | مشتبہ | غلط |

### ب

| | کلیہ موجبہ | کلیہ سالبہ | جزئیہ موجبہ | جزئیہ سالبہ |
|---|---|---|---|---|
| اگر کلیہ موجبہ غلط ہو تو | غلط | مشتبہ | مشتبہ | صحیح |
| اگر کلیہ سالبہ غلط ہو تو | مشتبہ | غلط | صحیح | مشتبہ |
| اگر جزئیہ موجبہ غلط ہو تو | غلط | صحیح | غلط | صحیح |
| اگر جزئیہ سالبہ غلط ہو تو | صحیح | غلط | صحیح | غلط |

قضایا شخصیہ کا تضاد یا تناقض

قضایا شخصیہ میں تضاد و تناقض کا فرق نہیں ہوتا بلکہ اون کا تضاد اور تناقض ایک ہی ہوتا ہے۔ سقراط عقلمند شخص تھا اس کا تناقض اور تضاد دونو یہی ہے کہ سقراط عقلمند تھا

استنتاج بدیہی

جب ایک قضیہ کے صحیح یا غلط ہونے سے اوس کے دوسرے متقابل قضیوں کی صحت یا غلطی معلوم کرتے ہیں تو یہ طریقہ بالکل ایک قاعدے کا پابند ہوتا ہے خواہ قضیہ کا کچھ ہی مطلب کیوں نہ ہو۔ اور خواہ ہم کو قضیہ کے معنے کا علم ہو یا نہ ہو۔ ہم صرف اسکی صورت سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ آیا متقابلہ قضایا میں سے کونسی صحیح ہے اور کونسی غلط یا مشتبہ ہے۔ ایک قضیہ کی صحت یا غلطی سے دوسرے ایسے متقابل قضیوں کی جو وہی اطراف رکھتے ہوں صحت یا غلطی کا نتیجہ نکالنا استنتاج بدیہی Immediate Inference کہلاتا ہے

## اصول اولیہ

قانون فکر

لفظ قانون دو معنوں میں بولا جاتا ہے ایک تو خاص خاص اسباب سے خاص

خاص نتائج کا ظاہر ہونا یا بعض اشیاء میں ہمیشہ ایک سے خواص پایا جانا۔ جیسے قانون قدرت۔ مثلاً جو ملک خط استوا کے قریب ہیں اون میں بہت گرمی پائی جاتی ہے سیال مادوں کا دباو چاروں طرف یکساں ہوتا ہے یہ قانون قدرت ہے جو کبھی بدلتا نہیں۔ دوسرے معنوں میں قانون سے مراد کوئی قاعدہ جو کسی حاکم نے مقرر کیا ہو۔ اور کسی برے نتیجے سے بچنے کے لئے اسکی فرمان برداری ضرور ہو جیسے فرامین شاہی۔ قانون تعزیرات یہ کہنا کہ ہمیں قانون قدرت کی فرمانبرداری کرنی چاہئے بے معنی بات ہے یہ کوئی فرمان نہیں ہے جس کی اطاعت کی جائے یا نہ کی جائے۔ بلکہ قدرتی حالت میں جس طرح واقعات پیش آتے ہیں اون کا بیان ہے۔ لیکن احکامات شاہی کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اونکی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں اگر ہم اون کی اطاعت نہیں کرتے تو سزا پاتے ہیں اس طرح **قانون فکر** Laws of Thought بھی دو معنوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایک معنی ہیں تو وہ جو **علم النفس** کی اصطلاح ہے اور اس صورت میں اس کے یہ معنی ہونگے کہ ہمارے ذہن میں خیالات یکے بعد دیگرے کس طرح آتے ہیں مثلاً یہ ایک قانون فکر ہے کہ ہم کسی شے کو نہیں پہچان سکتے۔ جب تک اوس کو دوسری اشیاء سے تمیز نہ کریں اور جو احساسات ایکبار باہم پیدا ہوے ہوں وہ ایک دوسرے کا ایما کرتے ہیں لیکن علم **منطق** میں **قانون فکر** کے معنے ان قواعد کے ہیں جنکی پابندی کسی تصدیق تک پہونچنے کے لئے یا کسی خلاف بیانی سے بچنے کے لئے ضرور ہوتی ہے لوگ جب بحث کرتے ہیں تو وہ اکثر غلطیوں میں پڑ جاتے ہیں یا اون کے بیان میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ان قواعد کا خیال نہیں رکھتے جو فکر کو غلطیوں سے بچاتے ہیں یہ بالکل ایسی بات ہے کہ جو شخص قواعد صرف ونحو کا خیال نہیں رکھتا وہ زبان میں غلطیاں کرتا ہے۔ علم منطق میں جن قوانین فکر سے بحث کی جاتی ہے وہ چار ہیں۔

اصول عینیت **اصول عینیت** Principle of Identity جو شے جیسی ہے ویسی ہے۔ کم سے کم تمام دلائل

میں یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ ہر شئے کا خاصہ مستقل ہے اور کوئی شے کبھی یہ اور کبھی کچھ اور نہیں ہو جاتی۔ سونا دھات ہے یہ ناممکن ہے کہ سونا سوائے دھات کے کچھ اور ہو جائے زید زید ہی ہے۔ برائی برائی ہے۔ ہر لفظ کے تمام بحث میں وہی معنی قائم رہیں جنکے واسطے وہ وضع کیا گیا ہے یا جو معنی اس کے لئے ایکبار مقرر ہو چکے ہیں یا اگر ہم کسی شے میں ایک خاصیت یا وصف مقرر کرلیں تو ہم کو ہمیشہ اس کا قائل رہنا چاہئے اور اگر کوئی تغیر کیا جائے تو پہلے سے اس کی اطلاع کردی جائے۔ منطق میں فرض کیا گیا ہے کہ ہر شے وہی ہے جو ہے یعنے ایک شے بدلکر دوسری شے نہیں ہوسکتی اور نہ اپنے کسی وصف یا خاصیت کو کھو سکتی ہے۔

**اصول عینیت** یہ سکھاتا ہے کہ تمام منطقی استدلال میں ایک لفظ ہمیشہ اوس ہی معنے پر دلالت کریگا جس کے واسطے وہ وضع کیا گیا ہے اس طرح ہر ایک حد یا لفظ جو ہم اپنے استدلال میں استعمال کرتے ہیں ہمیشہ وہی رہیگا جو کچھ کہ ایکبار مقرر ہو جائے گا اس کا استعمال اس وقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ ہم دلیل کرنی شروع کرتے ہیں لیکن کسی حکم یا تصدیق میں یہی نہیں ہوتا کہ کسی شخص یا شے مفرد کا تشخص کیا جائے بلکہ اوسکی شخصیت کے باہر بھی قدم رکھنا پڑتا ہے اور ایک شے کا دوسری اشیاء سے توافق و تباین بھی دریافت کرتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان فانی ہے تو ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان فانیوں کے گروہ کا ایک حصہ ہے۔ سقراط دانشمند آدمی تھا اس سے یہ مراد ہے کہ دانشمند آدمیوں کے گروہ کا ایک فرد سقراط تھا۔ ان دونو تصدیقوں میں فنا اور دانش کی تصدیق جو جنس حیوانات اور دانشمند لوگوں میں پائی جاتی ہے انسان اور سقراط میں بھی موجود ہے۔ Principle of Contradiction

**القانون المانع الاجتماع النقیضین یا قانون تباین** یہ بات ناممکن ہے کہ ایک چیز وہی ہو اور نہ بھی ہو۔ لوہا لوہا بھی ہے اور نہیں بھی ہے سونا دھات

اصول تباین

ہے اور نہیں بھی ہے۔ زید انسان ہے اور نہیں بھی ہے۔ ایک شئے ایک ہی وقت میں گرم و سرد نہیں ہوسکتی۔ نقیض قضئے ایک وقت میں دونوں صحیح نہیں ہوسکتے ایک پتا ایک ہی وقت میں سبز اور غیر سبز نہیں ہو سکتا۔ اصول عینیت کی رو سے تمام استدلال میں ایک حد ہمیشہ ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ یہی مقصد اصول تبائن بھی اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ کسی حد کو اپنے تمام استدلال میں اپنی مقررہ معنوں سے تجاوز نہیں کرنے دیتا۔ اور تمام استدلال میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ جن حدود کا مقابلہ کیا جارہا ہے اون کا قرینہ ہمیشہ وہی رہیگا اور تمام استدلال میں انکے معنے نہ بدلیں گے۔

کسی چیز کو یہ کہنے کے لئے کہ یہ فلاں چیز نہیں ہے۔ اوس چیز کا اور اون چیزوں کا جن سے اس کو علیحدہ کیا جاتا ہے پورا علم ہونا چاہئے۔ خصوصًا یہ معلوم ہونا ضرور ہے کہ کون کون سی اشیاء باہم نقیض ہیں۔ Principle of Excluded middle

اصول خارج الاوسط

**اصول خارج الاوسط یا عدم ارتفاع نقیضین**۔ وہ حدیں جو ایک دوسرے کی نقیض ہوں ایک ہی وقت میں ایک فردی شئے پر دونوں کاذب نہیں ہوسکتیں۔ ضرور ہے کہ ان دونوں میں سے ایک صحیح ہو۔ کوئی وسطی صورت ممکن نہیں ہے اگر دو قضئے تناقض ہوں تو دونوں غلط نہیں ہوسکتے۔ اگر ایک غلط ہو تو دوسرا ضرور صحیح ہوگا یہ پانی سرد ہے یا غیر سرد ہے۔ آم شیریں ہیں یا غیر شیریں ہیں۔ مختصر الفاظ میں اس اصول کے یہ معنی ہیں کہ دو تناقض اطراف میں کوئی درمیانی درجہ نہیں ہوتا

قانون تبائن کی رو سے دو نقیض قضیہ صحیح نہیں ہوسکتے۔ ان میں سے ایک ضرور غلط ہوگا۔ اور قانون خارج الاوسط کی رو سے دو نقیض قضئے غلط نہیں ہوسکتے ان میں سے ایک ضرور صحیح ہوگا۔ لیکن یہ قانون اس صورت میں صادق آتا ہے کہ شئے ایک فرد ہو لیکن دو نقیض حدیں صنف اشیاء یا اسماء نکرہ پر ایک وقت میں اس طرح صحیح ہوسکتی ہیں کہ بعض افراد پر صادق ہوں اور بعض پر کاذب۔ مثلاً انسان

ایک حد کلی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان (بعض انسان) خوش اخلاق ہوتے ہیں انسان (بعض انسان) خوش اخلاق نہیں ہوتے۔ آم شیریں ہیں آم شیریں نہیں ہیں۔ یہ قضئے اگرچہ باہم نقیض ہیں لیکن اس لحاظ سے صحیح ہیں کہ تمام آموں میں سے بعض شیریں اور بعض غیر شیریں ہوتے ہیں لیکن اگر تمام آموں کو کلیتاً لیں اور اون پر یہ حکم لگائیں کہ آم شیریں ہیں یا آم غیر شیریں ہیں تو دونوں قضئے صحیح نہ ہونگے بلکہ ان میں سے ایک صحیح اور دوسرا ضرور غلط ہوگا۔

آم یا تو شیریں ہیں یا غیر شیریں ہیں۔ غیر شیریں سے مراد یہ ہے کہ اون کے شیریں ہونے سے انکار کر دیا جائے۔ عام اس سے کہ وہ ذائقہ کیسا ہی ہو۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ شئے غیر گرم ہے تو ہماری یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ سرد ہے انتہائی گرم اور انتہائی سرد کے درمیان بہت سے درجے ہیں لیکن گرم اور غیر گرم میں کوئی بدل نہیں ہے۔

جب اشیا صحیح طور پر نقیض ہوں تو ایک کو تسلیم کرنے کے ساتھ دوسرے سے انکار لازم ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کمرہ روشن ہے تو ہمارا ساتھ ہی یہ مطلب ہے کہ کمرہ تاریک نہیں ہے۔ نقیضین کی حقیقت اچھی طرح جانے بغیر اس قسم کے دعوے نہیں کئے جاسکتے اور نقیضین کی شناخت کے لئے منطق میں کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ حقایق اشیاء کا علم انسان کو ہونا چاہیئے۔

تمام تصدیقات موجبہ اصول عینیت پر مبنی ہیں۔ تمام تصدیقات سالبہ اصول تبائن پر اور تمام تصدیقات شرطیہ اصول خارج الاوسط پر۔ جہاں تک منطق کا تعلق ہے یہ تینوں قاعدے بہت ضروری ہیں اور اگر ہم اپنی دلیل میں ان کا لحاظ نہ رکھیں تو ہم صحیح استدلال سے بھٹک جائیں گے۔

Principle of sufficient reason.

# اصول استدلال

اصول استدلال

جو شے موجود ہے یا حق ہے ضرور ہے کہ اُس کے لئے کوئی دلیل ہو کہ وہ شے یا وہ قضیہ ایسا کیوں ہے اور اس کے سوائے انکی کوئی اور صورت کیوں نہیں ہے یعنے ہر ایک قضیہ کے لئے ضرور ہے کہ ایک دلیل ہو اور ہر ایک تصدیق کے لئے ضرور ہے کہ اپنے دعوے کے لئے کافی ثبوت رکھتی ہو یہی تمام استدلال کی جڑ ہے کائنات میں اگر تمام اشیا اور تمام واقعات ایک دوسرے سے غیر متعلق ہوتے تو کسی تصدیق کی دلیل یا کسی واقعہ کا سبب دریافت کرنا ایک بے معنی بات ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے ہر ایک واقعہ ہمیشہ کسی دوسرے واقعہ سے وابستہ ہوتا ہے یہ **قانون علت و معلول** ہے۔ جب کوئی واقعہ پیش آئے تو ہم جانتے ہیں کہ اسکا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا اسکی بحث منطق استقرائی میں مفصل آئیگی ایک قانون کا یہ مقصد ہے کہ ہر ایک قضیہ کو جو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے یہ صحیح ماننے کے لئے دلیل ہونی چاہیے یعنے ہر ایک مقدمہ (باستثنار چند) خاص خاص مقدمات کا نتیجہ ہے

# علوم متعارفہ

توجیہہ

ایک واقعہ دوسرے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے اور دوسرا کسی اور تیسرے سے۔ علیٰ ہذہ القیاس یوں ایک واقعہ کی توجیہہ دوسرے واقعہ سے کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس طرح کسی ایسی حد پر نہیں پہونچ سکتے جس کو **توجیہہ** کی حاجت نہ ہو۔ لیکن یہ عمل ہمیشہ جاری نہیں رہ سکتا اور اگر جاری رہے تو کسی شے کا انتہائی اور کامل علم حاصل ہو ہی نہیں سکتا اس لئے بعض مسلمات ایسے ہونے چاہئیں جنمیں ثبوت کی گنجایش نہ ہو اور اون کی صداقت ایسی ظاہر ہو کہ عقل سلیم اون کو بلا حجت مان لے۔

(۱) کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے۔

(۲) اگر برابر چیزوں میں برابر چیزیں زیادہ کی جائیں تو دونوں مجموعے بھی آپسمیں برابر ہوں گے۔

(۳) اگر برابر چیزوں میں سے برابر حصے نکال ڈالے جائیں تو باقی بھی آپسمیں برابر ہونگے

(۴) اگر نابرابر چیزوں میں برابر زیادہ کیا جائے تو مجموعے نابرابر ہوں گے۔

(۵) اگر نابرابر چیزوں میں سے برابر نکال لیا جائے تو باقی نابرابر ہونگے۔

(۶) دو یا زیادہ چیزیں جو ایک ہی شئے کے برابر ہوں آپسمیں برابر ہوتی ہیں

(۷) **المقال فی کل شئ ولا شئ** جو بات کسی صنف کے متعلق صحیح ہو وہ اوس صنف کے ہر فرد کے متعلق صحیح ہوگی۔ بکریاں جگالی کرتی ہیں۔ احمد کی بکری بھی ضرور جگالی کرتی ہے۔

(۸) اگر ایک شئے دوسری شئے سے بڑی ہو اور یہ دوسری کسی تیسری شئے سے تو یہ پہلے شئے بھی تیسری شئے سے بڑی ہوگی۔

Immediate Inference or Eauction

## استدلال بدیہی

استنتاج بدیہی کی تعریف

**استنتاج نتیجہ** سے وہ طریقہ مراد ہے جس کے ذریعہ سے ایک یا ایک سے زیادہ تصدیقات معلومہ سے ایک نئی تصدیق دریافت کرتے ہیں جو ضرور ہے کہ صحیح ہو اگر تصدیقات معلومہ صحیح ہوں۔ تصدیقات معلومہ کو **مقدمات** Premises اور جو نیا قضیہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو **نتیجہ** Conclusion کہتے ہیں یہ نتیجہ بہ نسبت مقدمات معلومہ کے کبھی زیادہ عام ہوتا ہے اور کبھی کم عام جب نتیجہ بہ نسبت مقدمات کے زیادہ عام ہو تو **استدلال استقرائی** کہلاتا ہے اور کم عام ہو تو **استدلال استخراجی** مثلاً اس استدلال میں کہ یہ مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہے لہذا تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہوتے ہیں نتیجہ بہ نسبت مقدمہ

کے عام تر ہے اور دلیل استقرائی ہے اور یہ استدلال کہ تمام جہازات تیرتے ہیں۔ لہذا یہ جہاز بھی تیرے گا استخراجی ہے۔ اور نتیجہ بہ نسبت مقدمہ معلومہ کے کم عام ہے دلیل استقرائی میں جزئیات کے مشاہدے سے اصول کلیہ دریافت کئے جاتے ہیں اور دلیل استخراجی میں کلیات سے جزئیات کی طرف استدلال کیا جاتا ہے۔

یہ نئی تصدیق (نتیجہ) عموماً دو قضیوں کو ملانے سے پیدا ہوتی ہے لیکن بعض اوقات ایک قضیہ سے بھی نتیجہ نکل آتا ہے اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قضیہ اور اُسکے نتیجہ کے اطراف میں گہرا تعلق ہوتا ہے یا وہ باہم نقیض ہوتے ہیں مثلاً یہ قضیہ کہ تمام انسان فانی ہیں یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ کوئی آدمی غیر فانی نہیں ہے۔ اسی طرح جیسا اوپر بیان ہوا ہے ایک قضیہ کی صحت یا غلطی معلوم ہونے سے دوسرے قضیہ کی صحت یا غلطی معلوم ہوسکتی ہے بشرطیکہ اون کے موضوع اور محمول ایک ہی ہوں ایک قضیہ سے ایک دوسرا قضیہ بطور نتیجہ نکالنے کو منطقیوں کی اصطلاح میں **استنتاج بدیہی** Eduction کہتے ہیں۔ اگر ہم اُس تمام علم پر جو ہم کو حاصل ہے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بعض علم بلا واسطہ اور بدیہی ہوتا ہے مثلاً یہی علم کہ مجھے سردی لگ رہی ہے یا ایک آواز سنائی دیتی ہے بدیہی ہے اور کسی دلیل کا محتاج نہیں لیکن بہت سا علم کتابیں پڑھنے دوسروں کی باتیں سننے اور سابقہ معلومات سے نتائج استنباط کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ہم اپنے مکان کی کھڑکی میں سے جھانکیں اور دیکھیں کہ زمین بھیگی ہوی ہے تو ہم یہ نتیجہ نکالیں گے کہ (اگرچہ اس وقت سورج نکلا ہوا ہے) تھوڑی دیر ہوی بارش ہوی ہے۔ اگر بچے کی رونے کی آواز سنیں تو معلوم ہوگا کہ وہ بے چین یا ناخوش ہے۔ ایک معلومہ واقعہ سے دوسرے واقعہ کی صرف صداقت ہی نہیں ثابت ہوتی بلکہ بعض دفعہ ایک کی صداقت سے دوسرے کا بطلان بھی ثابت ہوتا ہے یا اس کے برعکس ایک کے بطلان سے دوسرے

کی صداقت یا ایک کے بطلان سے دوسرے کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً
تمام انسان ناطق ہیں صحیح ہے زید انسان ہے لہذا زید ناطق ہے صحیح ہے۔
زید علم ریاضی میں بہت مہارت رکھتا ہے صحیح ہو تو زید ریاضی سے جاہل ہے غلط ہے
تمام گھوڑوں کے سینگ ہوتے ہیں غلط ہی تو بعض گھوڑوں کے سینگ ہوتے ہیں بھی غلط ہے۔

جب دو یا زیادہ تصدیقات سے ایک اور تصدیق حاصل ہوتی ہے جو ان میں سے ہر ایک سے مختلف ہوتی ہے تو اس استدلال کو **نظری** کہتے ہیں۔ استدلال نظری

# استدلال

استخراجی — استقرائی

استخراجی: بدیہی — نظری

نظری: قیاسی — غیر قیاسی

اب ذرا بدیہی اور نظری کی مثالوں پر غور کرو۔

**بدیہی**۔ تمام انسان فانی ہیں۔ کوئی انسان فانی نہیں ہے۔

**نظری**۔ دہلی کے باشندے اردو بولتے ہیں۔
زید دلی کا باشندہ ہے۔
زید اردو بولتا ہے۔

استدلال **نظری کو قیاسی** بھی کہتے ہیں۔ غیر قیاسی بعض استدلات استخراجی ریاضیہ میں جیسے دو چیزیں جو ایک تیسری چیز کے برابر ہیں آپس میں برابر ہیں ا = ب ج د ا + ج = ب + د

**استنتاج بدیہی** کے دو ابتدائی طریقے ہیں **عدل** Obversion اور **عکس** Conversion عدل
اور تمام دوسری صورتیں ان ہی طریقوں کو باری باری سے کام میں

لانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہر قسم کے نتائج کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ قضیہ جو نتیجۃً پیدا ہوتا ہے اس قضیہ کے باہر نہ ہو جس سے وہ نتیجتاً نکلا ہے۔ دوسرے یہ کہ نتیجہ میں کوئی طرف کلی معنوں میں نہیں لی جا سکتی جو مقدمات میں کلی معنوں میں نہ لی گئی ہو۔

**عدل** یہ ہے کہ قضیہ معدولہ کا موضوع قضیہ معلومہ کا موضوع ہے لیکن قضیہ معدولہ کا محمول قضیہ معلومہ کے محمول کا نقیض ہو۔ اور قضیہ کی صفت (یعنے کیفیت ایجاب و سلب) بدل دی جائے۔

کلیہ موجبہ کا معدول Obverse کلیہ سالبہ ہے "یہ آدمی لمبا ہے" کلیہ موجبہ ہے اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ "یہ آدمی ٹھگنا نہیں ہے" کلیہ سالبہ ہے۔

پہلا قضیہ جو معلوم ہے **معدول منہ** Obvertend اور دوسرا قضیہ **معدول** Obverse کہلاتا ہے اور اس طریق کو **عدل** Obversion کہتے ہیں۔

کلیہ سالبہ کا معدول کلیہ موجبہ ہوتا ہے۔

پرندے دودھ نہیں پلاتے (کلیہ سالبہ) اس کا معدول یہ ہے

تمام پرندے غیر مرضعہ ہیں (کلیہ موجبہ)

جزئیہ موجبہ کا معدول (جزئیہ سالبہ)

بعض مکان آرام دہ ہیں (جزئیہ موجبہ) اس کا معدول بعض مکان بے آرام نہیں ہیں (جزئیہ سالبہ)

جزئیہ سالبہ کا معدول بھی جزئیہ سالبہ ہی ہوتا ہے۔ بعض آدمی کام کے شایق نہیں ہیں اس کا معدول بھی یہی ہوگا بعض آدمی کام کے شایق نہیں ہیں۔

قضیہ شرطیہ متصلہ کا معدول اس طرح لیا جاتا ہے کہ تالی کا نقیض لیکر قضیہ معدولہ کا تالی بناتے ہیں اور پھر قضیہ کی کیفیت بدل دیتے ہیں مثلاً اگر مثلث متساوی الاضلاع ہے تو متساوی الزاویہ ہے اس کا معدول یہ ہے کہ اگر مثلث

متساوی الاضلاع ہے تو غیر متساوی الزاویہ نہیں ہے۔
(۲) اگر بارش ہے تو زمین گیلی ہوگی اس کا عدل یہ ہے کہ اگر بارش ہے تو زمین غیر گیلی (خشک) نہ ہوگی۔

**عکس** Conversion یہ ہے کہ ایک قضیہ معلومہ سے دوسرا قضیہ نتیجتاً نکالنا جس کا موضوع اور محمول پہلے قضیہ کا محمول و موضوع علی الترتیب ہو۔ اصلی قضیہ کو **معکوس منہ** Convertend کہتے ہیں اور جو قضیہ نتیجتاً پیدا ہوتا ہے وہ **معکوس** Converse اور طریقہ استدلال **عکس** Conversion کہلاتا ہے۔

عکس کے قاعدے حسب ذیل ہیں۔
(۱) اصل قضیہ معکوس منہ کا موضوع قضیہ معکوس کا محمول اور محمول اسکا موضوع ہو
(۲) معکوس میں کوئی طرف جامع نہ ہونی چاہیے۔ جو معکوس منہ میں جامع نہ ہو
(۳) قضیہ موجبہ کا عکس موجبہ ہوگا اور سالبہ کا سالبہ
(۴) اگر اصل قضیہ سچا ہو یا سچا مانا گیا ہو تو عکس بھی سچا ہو یا اسکو سچا ماننا پڑے

شرط (۲ و ۳) کے اعتبار سے ہر قضیہ موجبہ (کلیہ ہو یا جزئیہ حملیہ ہو یا شرطیہ) کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے اور سالبہ کلیہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے یعنے قضیہ معکوس بھی سالبہ کلیہ ہی ہوتا ہے اور قضیہ سالبہ جزئیہ عکس نہیں کیا جا سکتا۔

تمام انسان فانی ہیں اس کا معکوس Converse یہ ہوگا بعض اجسام فانی انسان ہیں کیونکہ بعض اجسام فانی ایسے بھی ہیں جو انسان نہیں ہیں۔ لیکن ذیل کے قضیے کا تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہوتے ہیں ہم اس طرح عکس کرسکتے ہیں۔ تمام مثلث متساوی الزاویہ متساوی الاضلاع ہیں اس وجہ سے کہ ہم علم ہندسہ کے تجربہ سے یہ جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ درست ہے لیکن جو شخص مثلث متساوی الاضلاع اور متساوی الزاویا کے خواص سے واقف نہیں ہے

وہ اس قضیہ سے کہ تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہوتے ہیں اسطرح نتیجہ نہیں نکال سکتا بلکہ یوں کہیگا کہ بعض مثلث متساوی الزاویہ متساوی الاضلاع ہوتے ہیں۔

قضیوں کے عکس کرنے میں قاعدہ نمبر (۲) کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ معکوس Converse میں **کوئی طرف اس سے زیادہ وسیع معنوں میں نہیں لی جاسکتی جتنی کہ معکوس منہ** Convertend **میں لی گئی تھی** یعنے اگر کوئی طرف معکوس منہ میں جزئی معنوں میں لی گئی ہے تو معکوس میں کلی معنوں میں نہیں لی جائے گی مثلاً اگر یہ کہیں کہ تمام انگریز گورے رنگ کے ہوتے ہیں تو ہم اس کا عکس یہ نہیں لے سکتے کہ تمام سفید رنگ اشخاص انگریز ہیں۔ معکوس منہ میں صرف چند سفید رنگ اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے۔ تمام انگریز سفید رنگ اشخاص میں سے بعض ہیں، لہذا معکوس میں تمام سفید رنگ اشخاص کے متعلق کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض سفید رنگ اشخاص انگریز ہیں معکوس میں کوئی طرف معکوس منہ سے زیادہ وسیع معنوں میں تو نہیں لی جاسکتی البتہ کم وسیع معنوں میں لی جاسکتی ہے۔ اس طرح **کلیہ موجبہ کا معکوس جزئیہ موجبہ ہوتا ہے اور قضیہ موجبہ جزئیہ کا معکوس بھی موجبہ جزئیہ ہی ہوتا ہے** بعض ہندوستانی عالم ہیں (معکوس منہ) یہ قضیہ اس قضیہ کے برابر ہے بعض ہندوستانی دنیا کے عالموں میں سے بعض ہیں لہذا معکوس یہ ہوگا۔ بعض عالم ہندوستانی ہیں اس قاعدے کی دلیل یہ ہے کہ معکوس میں کوئی طرف معکوس منہ سے زیادہ وسیع معنوں میں نہیں لی گئی۔ اسی دلیل سے یہ بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ **کلیہ سالبہ کا عکس کلیہ سالبہ ہی آتا ہے** کیونکہ اس صورت میں تباین قائم رہتا ہے اور کوئی طرف معکوس میں اس سے زیادہ وسیع معنوں میں نہیں لیجاتی

یقینی کہ وہ معکوس منہ میں لی گئی تھی۔ کوئی آدمی گھوڑا نہیں ہے (معکوس منہ) کوئی گھوڑا آدمی نہیں ہے (معکوس) رہا **قضیہ جزئیہ سالبہ عکس نہیں کیا جا سکتا** کیونکہ عکس یا تو کلیہ سالبہ ہوگا یا جزئیہ سالبہ اور ان دونوں صورتوں میں معکوس کا موضوع معکوس منہ کے موضوع سے زیادہ وسیع معنوں میں لیا جائیگا۔

بعض مثلث متساوی الزاویہ نہیں ہوتے (معکوس منہ) یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بعض مثلث متساوی الزاویہ مثلث نہیں ہوتے۔

قاعدہ (۳) بالکل ظاہر ہے کہ قضیہ موجبہ کا عکس موجبہ ہوتا ہے اور سالبہ کا سالبہ کیونکہ اگر معکوس منہ موجبہ ہو تو موضوع محمول میں داخل ہوگا اور وہ اس سے کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ قضایا سالبہ کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً جب یہ کہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو صفت فنا تمام انسانوں کی ذات میں پائی جانی تسلیم کی گئی ہے۔ اور کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ صفت فنا کسی انسان میں نہ پائی جائے۔ اس طرح قضیہ موجبہ سے سالبہ اخذ نہیں کیا جا سکتا اور نہ سالبہ سے موجبہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

# قضایا حملیہ کا عکس

قضایا حملیہ کا عکس

(۱) قضیہ کلیہ موجبہ کا عکس جزئیہ موجبہ ہے۔

تمام پہاڑ سطح زمین سے بلند ہوتے ہیں (کلیہ موجبہ) معکوس

سطح زمین سے بعض بلند چیزیں پہاڑ ہیں (جزئیہ موجبہ)

(۲) جزئیہ موجبہ کا معکوس بھی جزئیہ موجبہ ہوتا ہے۔

بعض آدمی دانا ہیں (جزئیہ موجبہ) معکوس بعض دانا وجود آدمی ہیں (جزئیہ موجبہ)

قضیہ جزئیہ موجبہ کے عکس میں کوئی طرف جامع نہیں ہوتی جو اصل میں جامع نہ ہو

بعض دھاتیں سفید ہوتی ہیں۔

معکوس    بعض سفید چیزیں دھات ہوتی ہیں۔

(۳) کلیہ سالبہ کا عکس کلیہ سالبہ ہے۔

کوئی انسان فرشتہ نہیں (کلیہ سالبہ) کوئی فرشتہ انسان نہیں (کلیہ سالبہ)

قضیہ کلیہ سالبہ میں چونکہ دونوں اطراف جامع ہوتے ہیں اس کے عکس میں بھی وہ دونوں جامع ہونگے۔

پرندے دودھ نہیں دیتے    معکوس

دودھ پلانے والے جانور پرندے نہیں ہوتے۔

(۴) جزئیہ سالبہ کا عکس نہیں ہوسکتا۔

بعض انسان حافظ نہیں ہیں (جزئیہ سالبہ) یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض حافظ انسان نہیں ہیں۔

قضایا جزئیہ موجبہ اور قضایا کلیہ سالبہ میں جو عکس ہوتا ہے وہ اس مقدار کا ہوتا ہے جیسا کہ اصل میں اور اصل میں اس سے زیادہ تبدیلی نہیں کی جاسکتی کہ عکس لینے کے لئے موضوع اور محمول کی جگہ باہم تبدیل کردی جائے۔

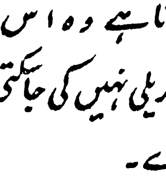


دو دائرے کی صورت میں ان قضایا کی شکل حسب ذیل ہوگی:-

قضیہ کلیہ موجبہ    تمام س پ ہے

تمام س پ میں داخل ہے یعنے پ کا کچھ حصہ س سے منطبق ہوتا ہے لیکن سارا دائرہ پ س سے منطبق نہیں ہوتا

قضیہ سالبہ کوئی س پ نہیں ہے

دائرہ س دائرہ پ کے بالکل باہر ہے۔

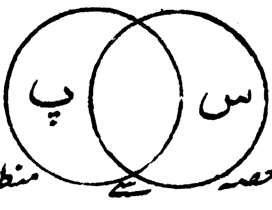


اسی طرح پ س سے خارج ہے۔

قضیہ جزئیہ موجبہ کچھ س پ ہے

دائرہ س کا ایک حصہ دائرہ پ کے ایک حصہ سے منطبق ہوتا ہے

اسی طرح دائرہ پ کا ایک حصہ دائرہ س سے منطبق ہوتا ہے۔

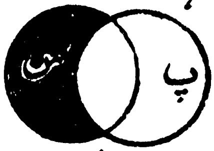


قضیہ جزئیہ سالبہ بعض س پ نہیں ہے

اس قضیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم سے کم س کا ایک حصہ
پ سے بالکل خارج ہے اس سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ پ کا کوئی حصہ س
سے خارج ہے کیونکہ اس صورت میں دائرہ

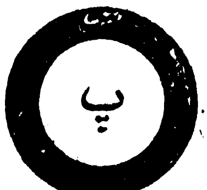


اس طرح واقع ہونگے۔ س کا تاریک حصہ
پ سے خارج ہے لیکن خود پ س میں داخل ہے۔

یہ تو تم کو اختیار ہے کہ اصل قضیہ میں جو مقدار ہے اُس سے کم نتیجہ میں ظاہر
کرو۔ لیکن اس سے زیادہ ظاہر نہیں کرسکتے۔

# قضایاء شرطیہ کا عکس

(۱) موجبہ کلیہ شرطیہ کا عکس موجبہ جزئیہ شرطیہ آتا ہے

جب آفتاب نکلیگا تو دن ہوگا۔ معکوس

کبھی ایسا ہوگا کہ اگر دن ہوگا تو آفتاب نکلا ہوگا۔

(۲) موجبہ جزئیہ شرطیہ کا عکس موجبہ جزئیہ شرطیہ ہی آتا ہے۔

کبھی ایسا ہوگا کہ آفتاب نکلیگا تو دن ہوگا معکوس

کبھی ایسا ہوگا کہ آفتاب نکلیگا تو دن ہوگا۔

(۳) سالبہ کلیہ شرطیہ کا عکس سالبہ کلیہ شرطیہ ہی آتا ہے۔

ہرگز ایسا نہیں کہ اگر آفتاب نکلیگا تو رات ہوگی۔
ہرگز ایسا نہیں کہ اگر رات ہوگی تو آفتاب نکلا ہوگا۔

(۴) قضایا منفصلہ کا عکس نہیں آتا کیونکہ منفصلات کے عکس سے اصل مطلب میں کچھ فرق نہیں پیدا ہوتا۔

# عکس النقیض و قلب

عکس النقیض

استنتاج بالواسطہ کی اور صورتیں بھی ہیں جو عمل **عکس** Conversion اور عمل **عدل** Obversion کو ملانے سے پیدا ہوتی ہیں ان میں دو ایسی صورتیں **عکس النقیض** Contra-position اور **قلب** Inversion کہلاتی ہیں۔

عکس النقیض ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے ایک معلومہ قضیہ سے ہم ایک اور قضیہ اس طرح معلوم کرتے ہیں کہ پہلے تو قضیہ معلومہ کا **عدل** لیتے ہیں اور اس طرح سے جو قضیہ حاصل ہو اس کا عکس لے لیتے ہیں۔

بہ الفاظ دیگر اصل قضیہ کے نقیض محمول کو موضوع اور اصل قضیہ کے نفس موضوع کو محمول کرو اور کیفیت یعنے ایجاب وسلب میں اصل قضئے سے اختلاف کرو تو یہ نیا قضیہ عکس نقیض ہوگا۔

| قضیہ معلومہ | عدل | عدل کا عکس یا عکس النقیض |
| --- | --- | --- |
| کلیہ موجبہ۔ تمام انسان فانی ہیں | کوئی انسان غیر فانی نہیں ہے (کلیہ سالبہ) | کوئی غیر فانی جسم انسان نہیں ہے (کلیہ سالبہ) |
| (کلیہ سالبہ) کوئی پرندہ حیوان مرضعہ نہیں ہے | تمام پرندے غیر مرضعہ ہیں (کلیہ موجبہ) | بعض غیر مرضعہ حیوان پرندے ہیں (جزئیہ موجبہ) |
| (جزئیہ موجبہ) بعض دھاتیں سفید ہوتی ہیں | بعض دھاتیں غیر سفید نہیں ہوتیں (جزئیہ سالبہ) | جزئیہ سالبہ کا عکس |

نہیں ہوتا لہذا جزئیہ موجبہ کا
عکس النقیض نہیں ہوتا

(جزئیہ سالبہ) بعض دہاتیں سفید نہیں ہوتیں بعض دہاتیں سفید نہیں ہوتیں بعض غیر سفید چیزیں دہاتیں ہوتی ہیں (جزئیہ موجبہ)
(جزئیہ سالبہ)

**قلب** Inversion استنتاج نتائج کا وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم ایک معلومہ قضیہ سے ایک اور قضیہ اُس جیسا معلوم کرسکتے ہیں جس کا محمول وہی ہو لیکن موضوع اصلی قضیہ کا نقیض ہو۔ قلب

**قلب** Inversion کا قاعدہ یہ ہے ایک بار قضیہ معلومہ کا عکس لیتے ہیں اور پھر اس کا عدل کرلیتے ہیں۔ قضیہ کلیہ سالبہ میں پہلے عکس کرلیتے ہیں اور کلیہ موجبہ میں پہلے عدل کرلیتے ہیں تو قضیہ مطلوبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

پہلے کلیہ موجبہ ہی کو لیجئے تمام انسان فانی ہیں

(۱) اس کا عدل لینے سے یہ قضیہ حاصل ہوتا ہے۔ کوئی انسان غیر فانی نہیں ہے۔
(۲) اب (۱) کا عکس لو کوئی غیر فانی انسان نہیں ہے۔
(۳) اب (۲) کا معدول لو تمام غیر فانی غیر انسان ہیں۔
(۴) اب (۳) کو عکس کرو بعض غیر انسان غیر فانی ہیں۔
(۵) اب (۴) کا معدول لو بعض غیر انسان فانی نہیں ہیں (جزئیہ سالبہ)

اب کلیہ سالبہ کو لیجئے کوئی حیوان ناطق نہیں ہے۔
(۱) اس کا عکس کرو کوئی ناطق حیوان نہیں ہے۔
(۲) نمبر (۱) کا معدول لو تمام ناطق غیر حیوان ہیں۔
(۳) نمبر (۲) کو عکس کرو۔ بعض غیر حیوان ناطق ہیں (جزئیہ موجبہ)

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف کلیہ موجبہ اور کلیہ سالبہ ہی کا **قلب** Inversion

ہوسکتا ہے کلیہ موجبہ کا قلب converse جزئیہ سالبہ ہے اور کلیہ سالبہ کا جزئیہ موجبہ۔ جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ کا قلب نہیں ہوسکتا کیوں کہ موضوع سالبہ پر پہونچنے سے قبل جزئیہ سالبہ واقع ہوتا ہے جو عکس نہیں ہوسکتا اسلئے عمل ختم ہوجاتا ہے۔

قضایا شخصیہ کا عکس — قضایا شخصیہ گویا قضایا کلیہ ہیں اور اسی طرح ان کی نسبت عمل کیا جا سکتا ہے احمد نے بکر کو مارا۔ اس کے برابر ہے کہ احمد وہ شخص ہے جس نے بکر کو مارا اس واسطے اس کا عکس یہ ہے۔ کوئی شخص جس نے بکر کو مارا احمد ہے۔

ہندوستان جزیرہ نما ہے جب اس کا عکس لیا جائے تو قضیۂ ذیل حاصل ہوتا ہے جزیرہ نماؤں میں سے کوئی ہندوستان ہے۔ اگر موضوع اور محمول دونوں اسم معرفہ ہوں تو قضیہ سادے طور سے معکوس ہوجاتا ہے۔ اکبر اعظم خاندان مغلیہ کا تیسرا بادشاہ تھا۔ خاندان مغلیہ کا تیسرا بادشاہ اکبر اعظم تھا۔

## تحکیم

subalternation

تحکیم — قضایا کلیہ سے جزئیہ تک اور جزئیہ سے کلیہ تک پہونچنا درانحالیکہ موضوع اور محمول وہی رہے کلیہ موجبہ صحیح ہو تو جزئیہ موجبہ بھی صحیح ہوگا لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ اس کا عکس صحیح ہو۔

کلیہ سالبہ صحیح ہو تو جزئیہ سالبہ بھی صحیح ہوگا لیکن اس کا عکس ضرور نہیں کہ صحیح ہو جزئیہ موجبہ غلط ہو تو کلیہ موجبہ غلط ہوگا۔ اسی طرح اگر جزئیہ سالبہ غلط ہو تو کلیہ سالبہ غلط ہوگا لیکن ضرور نہیں ہے کہ ان کا بالعکس بھی غلط ہو۔

انتاج بدیہی کے قواعد — اوپر کے بیان پر ذرا پھر غور کرو دیکھو اس سے انتاج بدیہی کے حسب ذیل قواعد حاصل ہوتے ہیں۔

I اگر دو قضیئے نقیض کامل ہوں تو ضرور ہے کہ ایک صحیح ہو اور دوسرا غلط مثلاً

کلیہ موجبہ کے صدق سے جزئیہ سالبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

تمام انسان فانی ہیں کلیہ موجبہ ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض انسان فانی نہیں ہیں۔

کلیہ سالبہ کے صدق سے جزئیہ سالبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

تمام انسان فانی ہیں کلیہ موجبہ ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض انسان فانی نہیں ہیں

کلیہ سالبہ کے صدق سے جزئیہ موجبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

تمام درخت تبدیل جا نہیں کرتے۔ کلیہ سالبہ صحیح ہے یہ کہنا غلط ہوگا کہ بعض درخت تبدیل جا کرتے ہیں۔

جزئیہ موجبہ صحیح ہے تو کلیہ سالبہ ضرور غلط ہوگا۔

بعض آم ترش ہوتے ہیں صحیح ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ تمام آم ترش نہیں ہوتے

جزئیہ سالبہ صحیح ہے تو کلیہ موجبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

بعض آم ترش نہیں ہوتے جزئیہ سالبہ صحیح ہے تو یہ غلط ہے کہ سب آم ترش ہوتے ہیں۔

کلیہ موجبہ غلط ہو تو جزئیہ سالبہ ضرور صحیح ہوگا۔ سب درخت ذی حس ہیں غلط ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ بعض درخت ذی حس نہیں ہیں۔ کلیہ سالبہ غلط ہو تو جزئیہ موجبہ ضرور صحیح ہوگا۔

تمام درخت ذی حس نہیں ہوتے غلط ہے تو یہ صحیح ہے کہ بعض درخت ذی حس ہوتے ہیں

جزئیہ موجبہ غلط ہو تو کلیہ سالبہ ضرور صحیح ہوگا۔

بعض درخت ذی حس ہوتے ہیں غلط ہو تو یہ کہنا کہ سب درخت ذی حس نہیں ہوتے صحیح ہے

جزئیہ سالبہ غلط ہو تو کلیہ موجبہ ضرور صحیح ہوگا۔

بعض درخت ذی حس نہیں ہوتے غلط ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ سب درخت ذی حس ہوتے ہیں۔

II اگر دو قضیہ ایک دوسرے کی ضد ہوں تو دونوں صحیح نہیں ہوسکتے ایک ضرور غلط ہوگا اور ممکن ہے کہ دونوں غلط ہوں کلیہ موجبہ اور کلیہ سالبہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر کلیہ موجبہ صحیح ہوگا تو کلیہ سالبہ ضرور غلط ہوگا۔ تمام انسان فانی ہیں صحیح ہے تو تمام انسان فانی نہیں ہیں ضرور غلط ہے۔ تمام درخت ذی حس ہیں تمام درخت ذی حس نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں غلط ہوں اسی طرح اگر کلیہ سالبہ صحیح ہو تو کلیہ موجبہ ضرور غلط ہوگا اور ممکن ہے کہ دونوں غلط ہوں

III دو قضئے متضاد مختلف ہوں تو دونوں غلط نہیں ہوتے ایک ضرور صحیح ہوگا اور ممکن ہے کہ دونوں صحیح ہوں۔

جزئیہ موجبہ کے کذب سے جزئیہ سالبہ کا صدق لازم آتا ہے اور جزئیہ سالبہ کے کذب سے جزئیہ موجبہ کا صدق

بعض آم میٹھے ہوتے ہیں غلط ہو تو
بعض آم میٹھے نہیں ہوتے ضرور یہ صحیح یا دونوں صحیح۔
بعض بندروں کی دم نہیں ہوتی غلط
بعض بندروں کی دم ہوتی ہے ضرور یہ صحیح یا دونوں صحیح۔

IV قضیہ ضروریہ سے قضیہ مطلقہ یا احتمالیہ لازم آتا ہے۔ لیکن مطلقہ یا احتمالیہ سے ضروریہ نہیں نکلتا۔

یہ درخت ضرور آم کے درخت ہیں اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ شاید یہ درخت آم کے درخت ہیں۔

یقین کے اعلیٰ درجہ سے ادنیٰ درجہ تک انتاج ہو سکتا ہے لیکن ادنی درجے سے

اعلیٰ درجہ کا انتاج نہیں ہوسکتا۔

V قضیہ احتمالیہ کے عدم جواز سے قضیہ مطلقہ اور ضروریہ کا عدم جواز لازم آتا ہے اور مطلقہ کے عدم جواز سے ضروریہ کا عدم جواز لیکن پچھلے سے پہلا لازم نہیں آتا وجہ یہ ہے کہ جب یقین کا ادنیٰ درجہ ہی مفقود ہو تو اعلیٰ درجہ کا انتاج کب ہوسکتا ہے اور جہاں اعلیٰ درجہ مفقود ہو تو ممکن ہے کہ ادنیٰ درجہ قائم رہے۔ جب یہ نہیں کہہ سکتے کہ "ممکن ہے کہ تمام انسان عقلمند ہوں (احتمالیہ) تو یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ضرور ہے کہ تمام انسان عقلمند ہوں (ضروریہ) اسی طرح جب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام اجسام مادی ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں (مطلقہ) تو یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ تمام اجسام مادی ایک دوسرے کو ضرور کھینچیں گے۔ (ضروریہ)

# قیاس Syllogism

تصور اور تصدیق کی تعریف تم اوپر پڑھ چکے ہو۔

تصور

**تصور** Concept ذہن کا وہ فعل ہے جس سے ہم صرف کسی شے سے واقف ہو جاتے ہیں یا تصور سے مراد کسی شے کا نقشہ ہے جو ذہن میں کھنچ جاتا ہے مثلاً لوہے سے ایک بہت سخت اور نہایت بکار آمد دھات کا خیال ذہن میں آتا ہے

تصدیق

**تصدیق** Judgement ذہن کا دوسرا عمل ہے۔ تصور سے جو خیالات یا نقوش ذہن میں مرتسم ہو جاتے ہیں اون میں سے دو کو وہ باہم مقابلہ کرتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اون میں توافق پایا جاتا ہے یا تباین۔ لوہا سخت دھات ہے لوہا اور سخت دھات دو چیزیں ہیں اور اون کا مقابلہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ لوہا بھی ویسی ہی چیز ہے جیسا کہ سخت دھاتیں ہوتی ہیں۔

ذہن میں جو تصدیقات موجود ہیں اون کو ذہن ایک خاص عمل سے

(جو پہلے دونوں علموں سے جو تصور اور تصدیق میں کام آتے ہیں مختلف ہے) ترتیب
دینا اور پھر اُن سے تیسری ایک نا معلوم تصدیق تک پہونچتا ہے۔ اس کو **حجت**
**یا برہان یا قیاس** "Syllogism" کہتے ہیں۔ تصدیقات معلومہ مقدمہ اور [قیاس]
تصدیق نا معلوم جس کو فکر مقدمات معلومہ سے دریافت کرتا ہے **نتیجہ** کہلاتے ہیں [نتیجہ]
بہ الفاظ دیگر مقدمات معلومہ سے کسی نتیجہ نکالنے کو قیاس کہتے ہیں۔

نتیجہ نکالنے کے لئے یہ ضرور ہے۔ کہ

(۱) مقدمات بالکل صحیح ہوں اگر یہ مقدمات ہی غلط یا مشتبہ ہونگے تو نتیجہ صحیح
نہ نکل سکیگا اور یہ ضرورت واقع ہوگی کہ پہلے ان مقدمات کی صحت دریافت کی
جائے **استدلال قیاسی** یہ ظاہر کرتا ہے کہ نتیجہ کی صحت دوسرے مقدمات سے
جنکی صحت مسلمہ ہے کیونکر معلوم ہوتی ہے۔

(۲) ایک قیاس میں کسی لفظ کے جو معنے پہلے سے ایکبار مقرر کرلئے گئے ہیں ضرور
ہے کہ ساری بحث میں وہی معنے لئے جائیں۔ اگر کسی بحث میں کسی لفظ سے کبھی
ایک معنی اور کبھی دوسرے معنے لئے جائیں تو کوئی صحیح نتیجہ نہ نکلیگا۔

الحاصل جب چند قضئے اس طرح ترکیب دئے جائیں کہ اون کو مان لینے
سے ایک دوسرے نئے قضیہ کا مان لینا لازم آئے تو اون کی ہیئت مجموعی کو
**قیاس** "Syllogism" کہتے ہیں اور نیا قضیہ **نتیجہ** "Conclusion" کہلاتا ہے۔

**قیاس کی قسمیں** حسب ذیل ہیں:- [قیاس کے اقسام]

(۱) قیاس بسیط (۲) قیاس مرکب یا مسلسل (موصول النتائج مفصول النتائج)
(۳) قیاس اقترانی حملی (۴) قیاس اقترانی شرطی (مرکب دو متصلہ سے مرکب
دو منفصلہ سے۔ مرکب حملیہ و متصلہ سے۔ مرکب حملیہ و منفصلہ سے۔ مرکب متصلہ
و منفصلہ سے (۵) قیاس استثنائی یا منفصلہ (۶) قیاس خلف (۷)

قیاس مساوات (۸) قیاس ذو الجہتین (۹) قیاس ظنی (۱۰) قیاس موجز
ان قیاسات کی مفصل تعریفیات تو آگے بیان ہونگی پہلے اتنا سمجھ لو کہ اگر مقدمات سے بلا کسی شرط کے نتیجہ نکالیں تو قیاس حملیہ ہے اور اگر اسکی ساتھ کوئی شرط بھی ہو تو قیاس شرطیہ ہے۔

## مقدمات سے نتیجہ نکالنے کے طریقے

قیاس حملیہ سے نتیجہ نکالنے کے طریقے

اب ہم دو مقدموں سے نتائج نکالنے کے طریقے بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ ناممکن بات ہے کہ ہر ایک دو قضیوں سے کوئی نتیجہ نکل سکے۔ دیکھو ان دو قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

تمام انسان غلطی کرتے ہیں۔

تمام پرندے استخوان پشت ہوتے ہیں۔

دو قضیوں سے اس وقت کوئی نتیجہ نکلتا ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق ہو۔ یعنے ضرور ہے کہ ان دونوں میں کوئی حد مشترک ہو۔

تمام پرندے استخوان پشت ہیں۔

تمام چڑیاں پرندے ہیں۔

ان دونوں قضیوں میں اطراف "استخوان پشت" اور چڑیوں میں وسطی کڑی پرندوں سے تعلق پیدا ہوگیا ہے اس وجہ سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تمام چڑیاں استخوان پشت ہیں۔ یہ مشترک طرف یا حد **حد اوسط** کہلاتی ہے

تمام حیوانات مرضعہ استخوان پشت ہیں۔

ویل حیوان مرضعہ ہے۔

اسلئے ویل استخوان پشت ہے۔

اس قیاس میں طرف حیوان مرضعہ دونوں مقدموں میں مشترک ہے اور

نتیجہ میں واقع نہیں ہوی لیکن مقدمات میں یہی شے ہے جو نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے
جن حدود میں حداوسط کی وجہ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ **طرف اکبر**
major term اور **طرف اصغر** minor term کہلاتی ہیں پہلے دو قضیوں میں
سے ہر ایک جن سے کوئی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے **مقدمہ** premise کہلاتا ہے کیونکہ
یہ دلیل میں پہلے آتے ہیں اور تیسرا قضیہ جو ان دونوں سے پیدا ہوتا ہے **نتیجہ**
conclusion کہلاتا ہے طرف اکبر نتیجہ کا محمول طرف اصغر نتیجہ کا موضوع ہوا
کرتی ہے حداوسط نتیجہ میں نہیں آتی جس مقدمہ میں طرف اکبر ہوتی ہے اوسکو
ہمیشہ **کبریٰ** اور جس میں طرف اصغر ہوتی ہے اوس کو **صغریٰ** کہتے ہیں۔

سارے عمدہ اصول اسلام کی تعلیم میں داخل ہیں۔ (کبرے)
پرہیزگاری اور دیانت داری عمدہ اصول ہیں (صغرے)
پرہیزگاری اور دیانت داری اسلام کی تعلیم میں داخل ہیں (نتیجہ)
یہ نتیجہ ایک قضیہ کلیہ موجبہ ہے۔

اسلام کی تعلیم میں داخل (طرف اکبر) پرہیزگاری اور دیانت داری طرف اصغر
عمدہ اصول (حداوسط)

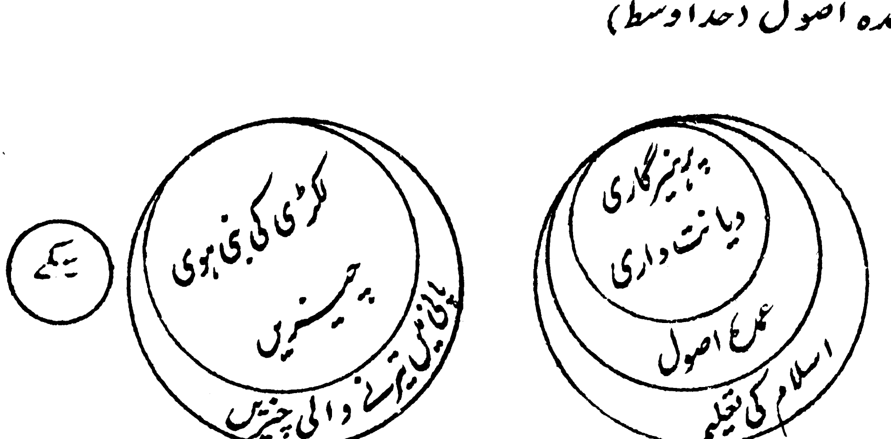


لکڑی کی بنی ہوی چیزیں پانی میں تیرتی ہیں (کبرے) کلیہ موجبہ

سکہ لکڑی کے بنے ہوئے نہیں ہوتے (صغرٰے) کلیہ سالبہ
سکہ پانی میں نہیں تیرتے (نتیجہ) کلیہ سالبہ
پانی میں تیرنے والی چیزیں (طرف اکبر) سکہ (طرف اصغر)
لکڑی کی بنی ہوی چیزیں (حد اوسط)

یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ کسی قیاس میں مقدمہ کبرٰے پہلے اور مقدمہ صغرٰے اسکے بعد ہو بلکہ تینوں قضئے خواہ کسی ترتیب سے بیان ہوں۔ قیاس میں فرق نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ نتیجہ پہلے بیان کردیا جائے۔ ویل استخوان پشت ہے۔ کیونکہ وہ دودھ پلاتی ہے اور دودھ پلانے والے جانور استخوان پشت ہوتے ہیں۔

جب ہم قیاس کو منطقی طور پر ترتیب دیتے ہیں تو کبرٰے کو اول اور صغرٰی کو اس کے بعد رکھتے ہیں اور نتیجہ سب سے آخر بیان کرتے ہیں۔ صغری کا موضوع نتیجہ کا موضوع اور کبرٰے کا محمول نتیجہ کا محمول ہوتا ہے اور یہی طرف اکبر ہے۔

ویل مچھلی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اور مچھلیاں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں۔

اس قیاس میں نتیجہ یہ ہے ویل مچھلی نہیں ہے۔

مچھلی محمول ہے اور طرف اکبر ہے پس جس قضیہ میں یہ رہے وہی کبرٰے ہے۔

مچھلیاں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں۔ (کبرٰے)
ویل اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ (صغرٰے)
اس لئے ویل مچھلی نہیں ہے (نتیجہ)

بعض دفعہ مقدمہ صغرٰی کو کبرٰی اور کبرٰی کو صغرٰی بنا دینے سے بھی نتیجہ میں فرق پڑجاتا ہے۔

(۱) تمام درندے خوفناک ہیں (کبرٰے)

(۲) تمام شیر درندے ہیں (صغرےٰ)

(۳) تمام شیر خوفناک حیوان ہیں (نتیجہ) صحیح ہے۔

لیکن اگر قضیہ (۱) کو صغرےٰ اور قضیہ (۲) کو کبرےٰ قرار دیں تو قیاس کی صورت یہ ہو گی۔

تمام شیر درندے ہیں (کبرےٰ)

تمام درندے خوفناک ہیں (صغرےٰ)

تمام خوفناک جانور شیر ہیں (نتیجہ) غلط ہے کیونکہ صغریٰ میں خوفناک جامع نہیں ہے۔ بلکہ اصل قضیہ یہ ہے تمام درندے بعض خوفناک جانور ہیں اسلئے خوفناک کے ساتھ لفظ تمام کہنا غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بعض خوفناک جانور شیر ہیں۔

قیاس کے قاعدے

## قیاس کے قاعدے

Cannons of the Syllogism

دیکھو ایسے دو قضیہ اگرچہ وہ حد اوسط سے مربوط ہیں کوئی صحیح نتیجہ پیدا نہیں کرتے

تمام انسان فانی ہیں۔

کوئی پرندہ انسان نہیں ہے۔

ان دونوں قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ان قضیوں سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی پرندہ فانی نہیں ہے جو خلاف واقعہ ہے۔ قضیوں سے صحیح نتائج پیدا ہونے کے لیے چند شرایط بھی ہیں جو **قیاس کے قاعدے** کہلاتے ہیں اور آسانی سے یاد رکھنے کے لئے ذیل میں ترتیب وار بیان کیئے جاتے ہیں

قیاس بنانے کے دو قاعدے۔

(۱) قیاس میں صرف تین اطراف ہونے چاہئیں۔ نہ کم نہ زیادہ۔

(۲) قیاس میں صرف تین ہی قضیئے ہونے چاہئیں۔

II۔ مقدار اور جامعیت کے دو قاعدے

(۳) ہر قیاس میں کم سے کم ایک مقدمہ میں حد اوسط جامع ہونی چاہئے۔ یعنے اس کا اطلاق کلی افراد پر ہوا ہو یا کلی معنوں میں استعمال ہوی ہو۔

(۴) کوئی حد نتیجہ میں جامع واقع نہ ہونی چاہئے جو کسی نہ کسی مقدمہ میں جامع واقع نہ ہوی ہو۔

III کیفیت کے دو قاعدے۔

(۵) دو سالبہ مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

(۶) اگر ایک مقدمہ بھی سالبہ ہو تو نتیجہ ضرور سالبہ ہوگا۔

## IV حاصلات

(۷) دو جزئیہ قضیئوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

(۸) اگر مقدمات میں سے ایک بھی جزئیہ ہو تو نتیجہ ضرور جزئیہ ہوگا۔

پہلا اور دوسرا قاعدہ

پہلا اور دوسرا قاعدہ دراصل قیاس کی تعریف ہیں۔ قیاس میں صرف تین اطراف ہونے چاہئیں دو تو نتیجہ کے موضوع اور محمول ہوں اور ایک تیسری حد اوسط جو نتیجہ میں نہیں آتی۔ اور جس کی وجہ سے پہلی دو اطراف اکبر و اصغر میں تعلق پیدا ہوتا ہے۔

دلیل ظاہر ہے کہ قیاس میں دو چیزوں (طرف اکبر اور طرف اصغر) کے متعلق یہ دیکھتے ہیں کہ آیا یہ ایک تیسری شے (حد اوسط) سے ربط و تعلق رکھتی ہے یا نہیں۔ اس لئے اول الذکر دو اشیاء کا مقابلہ کرنے کے لئے تیسری شے کی ضرورت تو ہوتی ہے لیکن چوتھی کی نہیں ہوتی اور اگر کسی چوتھی شئے کو بیان کیا جائے تو دو چیزیں دو مختلف چیزوں سے مقابلہ کی جائینگی اور یہ نتیجہ نہ نکل سکیگا کہ آیا

یہ باہم کوئی ربط رکھتی ہیں یا نہیں۔

اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ کوئی طرف مبہم نہ ہو۔ اگر کسی قضیہ میں کوئی مبہم طرف ہو تو دراصل وہ دو اطراف ہیں۔ یہ دو معنی والی طرف عموماً حداوسط ہوتی ہے۔ مثلاً

ہر ایک اچھے قانون کی اطاعت کرنی چاہیئے۔
کشش ثقل اچھا قانون ہے۔
کشش ثقل کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

یہاں لفظ قانون دو معنی رکھتا ہے اور پہلے دونوں قضیوں میں مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اگر تین سے کم حدیں ہوں تو دونوں طرفوں کے درمیان رشتہ دریافت کرنے کا کوئی وسیلہ نہیں رہتا۔ اگر کسی قیاس میں بجائے تین کے چار اطراف ہوں تو اس دلیل میں یا تو دو قیاس ہونگے یا ایک بھی نہ ہوگا مثلاً

(۱) زید چور ہے (۲) چور فراری ہے (۳) فراری مفقود الخبر ہے اسلئے زید مفقود الخبر ہے اس میں ۴ حدیں اور دو قیاسات ہیں۔ پہلے دو قضیوں سے زید فراری ہے لازم آتا ہے اور یہ قضیہ تیسرے قضئے سے ملکر نتیجہ زید مفقود الخبر ہے پیدا کرتا ہے۔

قضایا ذیل میں چار حدیں ہیں لیکن کوئی استدلال قائم نہیں ہوتا۔

(۱) زید چور ہے (۲) فراری مفقود الخبر ہے۔ ذی حیات فانی ہیں۔ انسان ناطق ہیں نتیجہ نہ نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ ان قضیوں کے حدود میں کوئی ربط نہیں ہے۔

نیز قیاس میں صرف تین قضئے ہونے چاہئیں یعنے دو قضئے تو وہ جنکا

مقابلہ حد اوسط کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے اور تیسرا نتیجہ یہ قاعدہ اول کا حاصل ہے۔ اگر تین مقدمے ہوں تو یا تو اونکے اطراف میں کوئی نسبت معلوم نہ ہوگی یا اون سے دو قیاس بنیں گے۔

زید عالم ہے عالم باخبر ہوتے ہیں باخبر عاقبت اندیش ہوتے ہیں زید عاقبت اندیش ہے۔ قیاسات کا سلسلہ ہے جس میں دو قیاس شامل ہیں پہلے دو قضیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زید باخبر ہے اور اس نتیجہ کو تیسرے قضئے سے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زید عاقبت اندیش ہے۔

ذیل کے قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

یورپ کے باشندے سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ جاپان کے باشندے زرد رنگ کے ہوتے ہیں سفید رنگ کے لوگ ذہین ہوتے ہیں۔ زرد رنگ کے لوگ چست و چالاک ہوتے ہیں

اس قاعدے کے توڑنے کو **المغالطہ ذات الحدود الاربعہ** Fallacy of four terms کہتے ہیں۔

تیسرا قاعدہ۔ حد اوسط باقی دونوں حدود میں تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور اس فقرے کے کہ وہ کم سے کم ایک بار جامع ہو یہ معنی ہیں کہ وہ اطراف میں سے کسی نہ کسی میں یا تو پورے طور پر شامل ہو یا شامل نہ ہو ورنہ حد اکبر اوس کے ایک حصہ کے ساتھ منطبق ہو جائے گی اور حد اصغر اس کے ایک دوسرے حصہ کے ساتھ۔ اس صورت میں ہم یہ نہ کہہ سکیں گے کہ ایا یہ دونو ایک دوسرے سے متعلق ہیں یا نہیں مثلاً دونوں قضیوں میں تیسرا قاعدہ

بعض کتے اچھے دربان کتے ہوتے ہیں۔

تمام تازی کتے ہیں۔

حد اوسط کتے جامع نہیں ہے۔ حدود دربان کتے اور تازی کتے حد

اوسط کتوں کی مختلف اقسام ہیں اور تمام کتوں پر اون کا اطلاق نہیں ہوتا۔

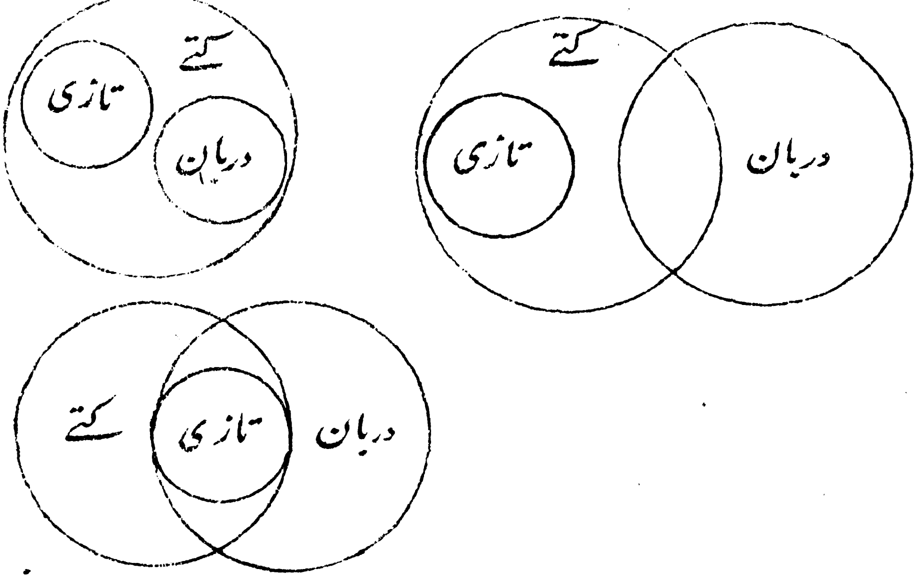


ان قضیوں سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ آیا تازی کتے بھی دربان کتے ہیں یا نہیں

تمام چینی ایشیا کے باشندے ہیں۔

تمام ہندوستانی ایشیاء کے باشندے ہیں۔

ان قضیوں سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ بعض ہندوستانی چینی ہیں۔ کیونکہ مقدمات معلومہ سے چینیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان کوئی علاقہ نہیں ظاہر ہوتا۔ مقدمات سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی اور چینی دونو باشندگان ایشیاء کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن مقدمات میں باشندگان ایشیاء کے اوس حصہ کا ذکر نہیں ہے۔

مقدمات میں سے کم از کم ایک میں حد اوسط اپنی پوری وسعت میں استعمال ہونی چاہئے۔ یعنے وہ یا تو کسی قضیہ کلیہ کا موضوع ہو یا کسی قضیہ سالبہ کا موضوع یا محمول ہو۔ کیونکہ قضایا میں یہی اطراف جامع ہوتے ہیں۔

اس قاعدے کے توڑنے کو

## مغالطہ حد اوسط غیر محصور

کہتے ہیں :-

بعض علما خدا کی ذات کے قائل نہیں۔

پادری عالم ہیں۔

پادری خدا کی ذات کے قائل نہیں۔

تمام بیگمات عورتیں ہیں۔

تمام دھوبنیں عورتیں ہیں۔

تمام دھوبنیں بیگمات ہیں۔

اگر حد اوسط ایک دفعہ اپنی کلی وسعت میں استعمال ہوی ہوتی تو یہہ غلط نتیجہ نہ پیدا ہوتا۔

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ نتیجہ میں کوئی ایسی طرف جامع نہ ہونی چاہئے جو کسی ایک مقدمہ میں جامع نہ ہو۔ نتیجہ کے لئے ضرور ہے کہ وہ قضایا کے ذریعہ سے ثابت کیا گیا ہو۔ اس لئے کوئی حد جو اپنے کلی معنوں میں مقدمات میں نہ استعمال ہوی ہو۔ نتیجہ میں کلی معنوں میں استعمال نہیں ہوسکتی۔ چوتھا قاعدہ

اس قاعدے کے توڑنے سے جو مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ مغالطہ حد اکبر یا مغالطہ حد اصغر جیسی صورت ہو کہلاتا ہے۔

یعنے نتیجہ میں طرف اکبر یا طرف اصغر جامع واقع ہو درآنحالیکہ مقدمات میں وہ جامع واقع نہیں ہوی تھی

مغالطہ حد اکبر زیادہ رائج ہے کیونکہ وہ ایسی عیاں

نہیں ہے جیسی کہ طرف اصغر

مغالطہ حد اکبر کی مثال حسب ذیل ہے:-

کلب کے سب ممبر آزاد ہیں۔

تاجر کلب کے ممبر نہیں ہیں۔

تاجر آزاد نہیں ہیں۔

اس مثال سے ظاہر ہے کہ طرف اکبر آزاد نتیجہ میں جامع استعمال کیگئی ہے کیونکہ وہ قضیہ سالبہ کا محمول ہے لیکن کبری میں یہ جامع استعمال نہیں ہوئی ہے

مغالطہ حد اصغر عموماً آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ مثلاً جو قوم خود حکومت کر سکتی ہے اس کو مطلق العنان سلطنت کے قانون کا تابع نہ ہونا چاہیئے۔

بہت اقوام خود حکومت کرنے کے قابل ہیں۔

کسی قوم کو حکومت خود اختیاری کے قانون کا تابع نہ ہونا چاہیئے۔

اس قضیہ کا مغالطہ ظاہر ہے کیونکہ مقدمات میں بہت سے اقوام کے متعلق حکم لگایا گیا ہے۔ نہ کہ تمام اقوام کے متعلق۔

پانچواں اور چھٹا قاعدہ قضایا سالبہ کے متعلق ہے اور یہ آسانی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ دو قضایا سالبہ کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتے۔

سقراط ہاتی نہیں ہے۔

بڑ کا درخت ہاتی نہیں ہے۔

اس سے کسی طرح یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ سقراط بڑ کا درخت ہے یا نہیں

تمام سینگدار جانور پرندے نہیں ہیں۔

کوئی پرندہ دودھ نہیں دیتا۔

ان قضیوں سے سینگ دار جانوروں اور دودھ دینے والے جانوروں میں کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے ان سے کوئی نتیجہ منطقی نہیں نکل سکتا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ صرف کسی حرف نفی کے ہونے سے کوئی قضیہ سالبہ نہیں ہوجاتا مثلاً یہ قضیہ کہ "جو شئے مرکب نہ ہو عنصر ہے" سونا مرکب نہیں ہے اس لئے سونا عنصر ہے اگرچہ دونوں قضیوں میں حرف نفی ہے لیکن یہ حداوسط سے متعلق ہے اور قضیہ در اصل موجبہ ہے۔

چھٹا قاعدہ

قاعدہ (۶) جبکہ ایک مقدمہ سالبہ اور دوسرا موجبہ ہو تو طرف اکبر و طرف اصغر میں سے ایک تو حداوسط سے متعلق ہوگی اور دوسری نہ ہوگی۔ اگر کوئی نتیجہ ممکن ہے تو وہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ طرف اصغر اور طرف اکبر کے درمیان کسی تعلق سے انکار کیا جائے یعنے ضرور ہے کہ نتیجہ سالبہ ہو۔

سالبہ مقدمہ کے لئے یہ ضرور ہے کہ نتیجہ بھی سالبہ ہو کیونکہ اگر دونوں مقدمات موجبہ ہوں تو جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہو سکتا ہے کہ طرف اصغر اور طرف اکبر کے درمیان کوئی تعلق تسلیم کریں اور اس کا انکار نہ کریں نتیجہ سالبہ ایسے تعلق کا انکار کرتا ہے اور اسکو صحیح تسلیم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اطراف میں سے ایک کو حداوسط سے خارج کر دیا جائے یعنے ایک مقدمہ سالبہ ہو

بعض اوقات دو قضایا ء سالبہ سے بھی ایک نتیجہ نکل سکتا ہے۔

جو شخص کامل طور پر دیانت دار نہ ہو قابل اعتماد نہیں ہے۔

زید کامل طور پر دیانت دار نہیں ہے۔

زید قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس مثال میں اگرچہ صغریٰ بہ ظاہر سالبہ معلوم ہوتا ہے لیکن در اصل اسمیں حداوسط یہ ہے "وہ شخص جو کامل طور پر دیانت دار نہیں" اس لئے صغریٰ

دراصل موجبہ ہے اور قاعدہ پانچ اس سے نہیں ٹوٹتا۔

ساتواں قاعدہ
ساتواں اور آٹھواں قاعدہ جو جزئی قضیوں کے متعلق ہے۔ قاعدہ ہائے سابق سے پیدا ہوتا ہے اب ساتویں قاعدے کو لو صرف جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ قضایا جزئیہ ہیں اور یہ چار ممکن صورتوں میں ملائے جا سکتے ہیں۔

یعنے (۱) جزئیہ موجبہ جزئیہ سالبہ (۲) جزئیہ سالبہ جزئیہ موجبہ (۳) دونو جزئیہ موجبہ (۴) دونوں جزئیہ سالبہ

ان میں سے دونوں جزئیہ سالبہ تو قاعدہ پانچ کی رو سے منع ہیں۔ دونو جزئیہ موجبہ میں کوئی طرف جامع نہیں ہے۔ اس لئے حد اوسط بھی جامع نہیں ہوسکتی اور قاعدہ (۳) ٹوٹتا ہے۔

جزئیہ موجبہ جزئیہ سالبہ اور جزئیہ سالبہ جزئیہ موجبہ میں صرف ایک طرف جامع ہوتی ہے یعنے جزئیہ سالبہ کا محمول اور ضرور ہے کہ قاعدہ (۳) کے بموجب یہ حد اوسط ہو۔ اسلئے مقدمات میں نہ تو صغریٰ جامع ہوتا ہے نہ کبرےٰ لیکن اگر ان سے کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو قاعدہ (۶) کے بموجب سالبہ ہونا چاہئیے اور اس لئے نتیجہ کا محمول جامع ہوگا جو قاعدہ (۴) کے بموجب مغالطہ حد اکبر ہے۔

مثلاً یہ قیاس کہ "مدارس کا نصاب مقرر کرنے والے بعض عربی داں ہوتے ہیں بعض عربی داں حافظ قراں ہوتے ہیں۔

تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ بعض لوگ جو مدارس کا نصاب تعلیم مقرر کرتے ہیں حافظ قران ہوتے ہیں۔

اس قیاس میں حد اوسط عربی داں ہے جو اول قضیہ کا محمول اور دوسرے قضیہ کا موضوع ہے۔ اور کہیں بھی جامع نہیں ہے اس لئے تیسرے قاعدے کے خلاف ہے۔

آٹھواں قاعدہ

اب آٹھویں قاعدہ کو خیال کرو۔ ایک قضیۂ جزئی اور دوسرا کلی ہو تو اگر دونوں موجبہ ہیں تو وہ کلیہ موجبہ یا جزئیہ موجبہ ہونگے یا اُس کے برعکس جزئیہ موجبہ اور کلیہ موجبہ تو صرف ایک طرف یعنے کلیہ موجبہ کا موضوع جامع ہوگا اور قاعدہ (۳) کے بموجب ضرور ہے کہ یہ حد اوسط ہو لیکن کوئی طرف نتیجہ میں جامع نہیں ہوتی۔ جب تک کہ وہ قاعدہ (۴) کو نہ توڑے۔ مقدمات میں اگر ایک بھی سالبہ ہو تو ضرور ہے کہ وہ کلیہ موجبہ۔ جزئیہ سالبہ یا جزئیہ سالبہ۔ کلیہ موجبہ یا کلیہ سالبہ جزئیہ موجبہ یا جزئیہ موجبہ کلیہ سالبہ ہونگے ان میں صرف ایک طرف جامع ہوتی ہے۔ یعنے کلیہ موجبہ کا موضوع اور ضرور ہے کہ قاعدہ (۳) کے بموجب یہ حد اوسط ہو مگر نتیجہ میں کوئی طرف قاعدہ ۴ کو توڑے بغیر جامع نہیں ہوسکتی۔ اگر مقدمات میں سے ایک بھی سالبہ ہو تو وہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ (۲) جزئیہ موجبہ کلیہ سالبہ (۳) کلیہ سالبہ جزئیہ موجبہ (۴) جزئیہ موجبہ کلیہ سالبہ ہونگے۔ اور ان میں دو اطراف جامع ہونگے اور چونکہ ضرور ہے کہ قاعدہ (۳) کے بموجب ایک ان میں سے حد اوسط ہو تو نتیجہ میں صرف ایک ہی طرف قاعدہ (۴) کو توڑے بغیر جامع ہوسکتی ہے لیکن چونکہ قاعدہ (۲) کے بموجب ضرور ہے کہ نتیجہ سالبہ ہو نتیجہ کا محمول طرف جامع ہوگا اور اس واسطے نتیجہ کا موضوع طرف جامع نہ ہوگا یعنے طرف جزئی ہوگا۔

بعض حافظ اچھے قاری نہیں ہوتے۔

کل ماہرین علم قراءت اچھے قاری ہوتے ہیں۔

تو یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ کل حافظ ماہر علم قراءت نہیں ہوتے اس سے چوتھا قاعدہ ٹوٹتا ہے ہم نے کبرے میں بعض حافظوں کی نسبت کچھ کیفیت بیان کی ہے اس سے سارے حفاظ کی نسبت نتیجہ نکالنا غلط ہے۔

Mediate Inference

# قیاس بسیط یا قیاس مفرد

قیاس بسیط یا قیاس مفرد

جب دو قضیوں سے کوئی نتیجہ نکل آئے تو قیاس مفرد یا قیاس بسیط کہلاتا ہے

(۱) تمام سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔

(۲) زمین ایک سیارہ ہے۔

(۳) زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے

یہ قیاس بسیط بھی ہے اور حملیہ بھی۔

(۲) اگر زمین سیارہ ہے تو وہ سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

زمین سیارہ ہے    زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

قیاس بسیط اور شرطیہ ہے۔

(۳) اگر ایک خط مستقیم دوسرے خط مستقیم پر اس طرح واقع ہو کہ دونوں زاوئے جو ان خطوط کے ملنے سے بنتے ہیں آپس میں برابر ہوں تو دونوں زاویہ قائمہ ہونگے۔

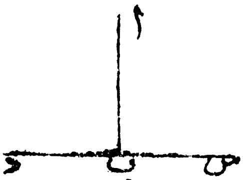


خط ا ب خط س د پر اس طرح واقع ہوتا ہے کہ زاویہ ا ب س برابر ہے زاویہ ا ب د کے لہذا زاویہ ا ب س اور ا ب د دونوں قائمہ ہیں۔ قیاس بسیط شرطیہ ہے۔

قیاس اقترانی

**قیاس اقترانی** پہلے ایک جزئی چیز کو ایک کلی کی فرد قرار دیں۔ پھر اُس کلی پر ایک حکم لگائیں اور یہ ثابت کریں کہ جو حکم کلی پر لگایا گیا ہے وہ اسکے جزو پر بھی صادق آتا ہے۔

تمام انسان فانی ہیں    فلاطون انسان ہے    فلاطون فانی ہے

قیاس اقترانی حملی

**قیاس اقترانی حملی** ایسا قیاس اقترانی جس میں کوئی شرط نہ ہو قیاس حملیہ یا قیاس اقترانی حملی کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شرط بھی لگی ہو تو قیاس اقترانی شرطی

تمام پرندے انڈے دیتے ہیں۔
چوپایہ انڈے نہیں دیتے۔
پرندے چوپایہ نہیں ہیں۔

معصوموں کو سزا نہیں ملتی۔
زید کو سزا نہیں ملی۔
زید معصوم ہے۔

قضایا اقترانی حملی ہیں۔ شرطیہ کا بیان آگے آئیگا۔

## قیاس کی اشکال اربعہ

قیاس کی اشکال اربعہ

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حد اوسط قیاس کا ایک رکن اعظم ہے مقدمات کبرٰے اور صغرٰے میں حد اوسط حسب ذیل چار طریقوں سے واقع ہو سکتی ہے جس سے قیاس کی چار شکلیں بنتی ہیں۔

**شکل اول** حد اوسط مقدمہ صغرٰے میں محمول اور کبرٰے میں موضوع ہو

سب آدمی جاندار ہیں (صغرٰے)
سب جاندار جسم ہیں (کبرٰے)
سب آدمی جسم ہیں (نتیجہ)

**شکل دوم** حد اوسط دونوں میں محمول ہو

سب آدمی جاندار ہیں (صغرٰے)
کوئی پتھر جاندار نہیں (کبرے)

کوئی آدمی پتھر نہیں (نتیجہ)

**شکل سویم** - حد اوسط دونوں میں موضوع ہو۔

سب پھل نباتات ہیں۔ (صغرے)

سب پھل کھانے کے قابل نہیں ہوتے (کبرے)

بعض نباتات کھانے کے قابل نہیں ہوتے (نتیجہ)

**شکل چہارم** حد اوسط مقدمہ صغرے میں موضوع اور کبرٰی میں محمول ہو۔

سب سونا دھات ہے (صغرے)

سب کندن سونا ہے (کبرے)

بعض دھاتیں کندن ہیں۔ (نتیجہ)

شکل اول بدیہی الانتاج ہے یعنے اس صورت میں قیاس قائم کرنے سے نتیجہ آسانی سے نکل آتا ہے۔ باقی تینوں کم وبیش نظری ہیں۔

## قیاس کی اشکال اربعہ کی ضربیں

Moods.

حد اوسط کے موقعہ کے لحاظ سے تو قیاس کی چار شکلیں معلوم ہوئیں لیکن قیاسات میں کمیت Quantity اور کیفیت Quality کے لحاظ سے بھی فرق ہوتا ہے یعنے مقدمات قیاس موجبہ ہونگے یا سالبہ کلیہ یا جزئیہ ان مقدمات کے اجتماع سے ہر شکل کی سولہ اور چاروں شکلوں کی چونسٹھ صورتیں ہونی ممکن ہیں لیکن یہ سب کی سب منتج نہیں ہوتیں بلکہ صرف بائیس منتج Valid ہوتی ہیں۔ باقی عقیم Invalid یعنے غیر منتج ہیں ان میں سے بعض کا غیر منتج ہونا تو قیاس کے قواعد سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکے ہیں اور بعض کا ان خاص قواعد سے معلوم ہوتا ہے جو ان چاروں شکلوں میں سے ہر ایک کے لئے

مقدمہ میں اس لئے ہم ہر شکل کی مخصوص قواعد اور ضربوں پر غور کرتے ہیں۔ تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ **شکل اول** میں حد اوسط صغرےٰ میں محمول اور کبرےٰ میں موضوع ہوتی ہے۔ اس شکل کا خاص قاعدہ یہ ہے کہ (۱) **مقدمہ صغریٰ موجبہ** ہو (۲) **مقدمہ کبرےٰ کلیہ** ہو۔ شکل اول کے خاص قواعد

(صغرےٰ) سب دھاتیں عنصر ہیں (موجبہ کلیہ)

(کبرےٰ) سب عنصر بسیط ہیں (کلیہ موجبہ)

(نتیجہ) سب دھاتیں بسیط ہیں (موجبہ کلیہ)

**ایجاب صغرےٰ** کی شرط اس لئے ہے کہ مقدمہ صغرےٰ میں جو موضوع ہے وہی نتیجہ کا موضوع ہے اس لئے پہلے یہ حد اوسط کی ذیل میں داخل ہولے تو وہ حکم جو کبرےٰ میں حد اوسط پر لگایا گیا ہے اوس موضوع تک پہونچیگا اگر صغرےٰ سالبہ ہوگا تو طرف اصغر حد اوسط کی فرد نہ ہوگا اور جو حکم کبرےٰ میں حد اوسط لگا ہے وہ اُس تک نہ پہونچے گا۔

مقدمہ کبرے کی کلیت کی شرط کی یہ وجہ ہے کہ اگر کبرےٰ کلیہ نہ ہوگا تو اس موضوع (یعنے حد اوسط) کے بعض افراد پر حکم ہوگا اور بعض اوس حکم سے خارج رہیں گے اور جب بعض خارج رہے تو احتمال باقی رہتا ہے کہ شاید بعض خارج شدہ میں موضوع صغرےٰ بھی ہو تو اس صورت میں بھی حکم اوس تک نہ پہونچیا اور نتیجہ نہ نکلا اس طرح ثابت ہوا کہ اگر صغرےٰ موجبہ اور کبرےٰ کلیہ نہ ہوگا تو حد اصغر کا اندراج حد اوسط کے اون افراد میں جو کبرےٰ میں محکوم الیہ ہیں ضروری نہ ہوگا اس لئے نتیجہ نکالنے کے واسطے ضرور ہے کہ صغرےٰ موجبہ اور کبرےٰ کلیہ ہو۔

ان قاعدوں کو پیش نظر رکھ کر یہ دیکھو کہ شکل اول کی کس قدر ضربیں نتیج ہیں اور کس قدر عقیم۔

شکل اول کی سولہ صورتیں حسب ذیل ہیں :-

| نمبر | صغریٰ | کبریٰ | نتیجہ | وجہ | ضرب کا نام | مثال |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | موجبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | . | ممم | سب سیارے حرکت کرتے ہیں<br>سب حرکت کرنے والے قانون کشش کے تابع ہیں۔<br>سب سیارے قانون کشش کے تابع ہیں |
| ۲ | موجبہ کلیہ | موجبہ جزئیہ | عقیم | دوسری شرط مفقود ہے یعنے کبرے کلیہ نہیں ہے | . | . |
| ۳ | ״ | سالبہ کلیہ | سالبہ کلیہ | . | مسس | تمام نباتات زمین سے پیدا ہوتے ہیں<br>کوئی زمین سے پیدا ہونے والے اجرام سماوی نہیں ہے<br>کوئی نباتات اجرام سماوی نہیں ہے۔ |
| ۴ | ״ | سالبہ جزئیہ | عقیم | ایضاً | | |
| ۵ | موجبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | موجبہ جزئیہ | . | ومو | بعض آم کھٹے ہوتے ہیں<br>تمام کھٹی چیزیں بارد ہیں<br>بعض آم بارد ہیں۔ |
| ۶ | ״ | موجبہ جزئیہ | عقیم | قاعدہ (۷) وشرط دوم مفقود | . | . |
| ۷ | ״ | سالبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | . | وسس | بعض جاندار آدمی ہیں<br>کوئی آدمی پرندہ نہیں |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | . | | بعض جاندار یہ نہیں |
| ۸ | موجبہ جزئیہ | سالبہ جزئیہ | عقیم | قاعدہ (۵) شرط دوم مفقود | . | . |
| ۹ | سالبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | ״ | پہلی شرط مفقود یعنی صغریٰ موجبہ نہیں | . | . |
| ۱۰ | ״ | موجبہ جزئیہ | ״ | دونو شرطیں مفقود صغریٰ موجبہ نہ کبریٰ کلیہ | . | . |
| ۱۱ | ״ | سالبہ کلیہ | ״ | قاعدہ ۵ شرط اول مفقود | . | . |
| ۱۲ | ״ | سالبہ جزئیہ | ״ | قاعدہ ۵ دونو شرطیں مفقود | . | . |
| ۱۳ | سالبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | ״ | پہلی شرط مفقود | . | . |
| ۱۴ | ״ | موجبہ جزئیہ | ״ | قاعدہ ۷۔ دونو شرطیں مفقود | . | . |
| ۱۵ | ״ | سالبہ جزئیہ | ״ | قاعدہ ۵ شرط اول مفقود | . | . |
| ۱۶ | ״ | سالبہ جزئیہ | ״ | قاعدہ ۵ دونو شرطیں مفقود | . | . |

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار شکلیں منتج ہیں اور باقی عقیم۔

اب دوسری شکل لو۔

حد اوسط مقدمات صغرے و کبرے دونوں میں محمول ہو۔

(صغریٰ) سب دھاتیں عنصر ہیں (کلیہ موجبہ)

(کبریٰ) کوئی مرکب عنصر نہیں (کلیہ سالبہ)

(نتیجہ) کوئی دھات مرکب نہیں (کلیہ سالبہ)

اس شکل کی ضربیں بھی کچھ تو قواعد قیاس سے اور کچھ دوسری شکل کی خاص شرطوں سے ثابت ہوتی ہیں۔

دوسری شکل کی خاص شرطیں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) دونو مقدمے کیفیت میں مختلف ہوں۔ یعنے ایک موجبہ ہو تو دوسرا

دوسری شکل کی خاص شرطیں

سالبہ۔ اس صورت میں نتیجہ ہمیشہ سالبہ ہوگا۔

**(۲) مقدمہ کبرے کلیہ ہو۔**

پہلی شرط کی تو اس وجہ سے ضرورت ہے کہ حد اوسط دونو مقدموں میں محمول ہونے کی وجہ سے اگر دونو مقدمے موجبہ یا دونو سالبہ ہونگی تو شکل عقیم ہو جائیگی۔ دونوں سالبہ ہونے کی صورت میں تو قیاس کے قاعدہ (۵) کی رو سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا رہے دونوں موجبہ تو اگر دونوں قضیوں کے موضوع میں اتفاق سے **تساوی** کی نسبت ہو یا **عام خاص مطلق** کی نسبت اس طرح ہو کہ موضوع صغرے خاص ہو اور موضوع کبرے عام تو نتیجہ ٹھیک نکلیگا نہیں تو نہیں مثلاً

| | |
|---|---|
| کل آدمی جاندار ہیں | (صغرے) |
| کل ناطق جاندار ہیں | (کبرے) |
| کل آدمی ناطق ہیں | (نتیجہ) |

آدمی اور ناطق میں تساوی کی نسبت ہے۔ نتیجہ درست ہے۔ اسی طرح

کل آدمی جسم ہیں۔
کل جاندار جسم ہیں۔
کل آدمی جاندار ہیں۔

آدمی اور جاندار میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے نتیجہ درست ہے۔ لیکن ان دو صورتوں کے علاوہ اور تمام صورتوں میں نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ جب دونو مقدمات میں حد اوسط محمول ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ مقدمہ صغرے کا موضوع اور مقدمہ کبری کا موضوع ایک ہی کلّی کی ذیل میں داخل ہیں۔ اب نتیجہ میں ایک قضیہ دونوں مقدموں سے اس طرح بنے گا کہ موضوع صغرے اوس کا موضوع ہوگا اور موضوع کبرے اس کا محمول جس کے یہ معنی ہیں کہ موضوع صغرے (محمول نتیجہ) ایک کلی ہے۔ جس کے

ذیل میں موضوع نتیجہ بھی داخل ہے اور اسکی فرد ہے۔ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ دونوں ایسی چیزیں ایک ایسی کلی کی فرد قرار دی گئی ہوں جو اوس کی ذیل میں نہ آسکیں۔ مثلاً انسان اور گھوڑا جاندار کی ذیل میں آسکتے ہیں لیکن انسان گھوڑے کے ذیل میں نہیں آسکتا۔

تمام انسان جاندار ہیں۔

تمام گھوڑے جاندار ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ

تمام انسان گھوڑے ہیں۔ جو غلط ہے

چونکہ منطق میں اصول کلیہ سے بحث کی جاتی ہے اور جس صورت میں کہ حد اوسط دونوں مقدموں میں محمول ہو دونوں مقدموں کے موجبہ ہونے سے کلیتاً نتیجہ نہیں نکلتا اس لئے قاعدہ یہ قرار دیا گیا کہ دونوں مقدمے مختلف کیفیت کے ہونے چاہئیں ایک موجبہ ہو تو ایک سالبہ۔

اب دوسری شرط لو یعنے مقدمہ کبرے کلیہ ہونا چاہیے ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ دونوں مقدموں میں سے ایک موجبہ اور ایک سالبہ ہونا ضرور ہے۔ اور اس صورت میں نتیجہ سالبہ ہوگا اور نتیجہ سالبہ ہے تو نتیجہ کا محمول اپنے کلی معنوں میں لیا جاتا ضرور ہے اور چونکہ محمول نتیجہ میں کلی معنوں میں لیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ جب وہ مقدمہ کبرے میں موضوع واقع ہوا تھا تو کلی معنوں میں ہو پس مقدمہ کبرے کا موضوع کلی ہونا لازم ہے اب دیکھو کہ شکل ثانی میں کس قدر ضربیں منتج اور کس قدر عقیم ہیں۔

| نمبر | صغریٰ | کبریٰ | نتیجہ | وجہ | برہمر | مثال |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | موجبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | عقیم | پہلی شرط مفقود | ۰ | ۰ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲ | موجبہ کلیہ | موجبہ جزئیہ | عقیم | دوسری شرط مفقود | ۔ | ۔ |
| ۳ | " | سالبہ کلیہ | سالبہ کلیہ | ۔ | مَسَن | تمام ثوابت منور ہیں<br>کوئی سیارہ منور نہیں ہے<br>کوئی سیارہ ثوابت نہیں ہے |
| ۴ | موجبہ کلیہ | سالبہ کلیہ | عقیم | دوسری شرط مفقود | ۔ | ۔ |
| ۵ | موجبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | عقیم | پہلی شرط مفقود | ۔ | ۔ |
| ۶ | " | موجبہ جزئیہ | " | دونوں شرطیں مفقود و قاعدہ | ۔ | ۔ |
| ۷ | " | سالبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | ۔ | وسل | بعض اجرام سماوی ثوابت ہیں<br>کوئی متحرک ثوابت نہیں<br>بعض اجرام سماوی متحرک نہیں |
| ۸ | " | سالبہ جزئیہ | عقیم | دوسری شرط مفقود و قاعدہ | ۔ | ۔ |
| ۹ | سالبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | سالبہ کلیہ | ۔ | سَمَس | کوئی پتھر جاندار نہیں<br>سب آدمی جاندار ہیں<br>کوئی پتھر آدمی نہیں۔ |
| ۱۰ | " | موجبہ جزئیہ | عقیم | دوسری شرط مفقود | ۔ | ۔ |
| ۱۱ | " | سالبہ کلیہ | " | قاعدہ (۵) و پہلی شرط مفقود | ۔ | ۔ |
| ۱۲ | " | سالبہ جزئیہ | " | قاعدہ و دونوں شرطیں مفقود | ۔ | ۔ |
| ۱۳ | سالبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | | لَمَل | بعض جاندار آدمی نہیں<br>سب ناطق آدمی ہیں<br>بعض جاندار ناطق نہیں |
| ۱۴ | سالبہ جزئیہ | موجبہ جزئیہ | عقیم | دوسری شرط مفقود<br>قاعدہ (۷) | ۔ | ۔ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۵ | سالبہ جزئیہ | سالبہ کلیہ | عقیم | پہلی شرط مفقود و قاعدہ ۵ | • | • |
| ۱۶ | ″ | سالبہ جزئیہ | ″ | دونو شرطیں مفقود و قاعدہ ۵ و ۷ | • | • |

شکل ثانی کی بھی چارہی ضرب میں منتج ہیں اور یہ چاروں سالبہ ہیں۔ دو جزئی دو کلی

تیسری شکل

**تیسری شکل** یہ ہے کہ حد اوسط دونوں مقدموں میں موضوع ہو۔

سب مدرسے مکان ہیں۔
سب مدرسے تعلیم گاہ ہیں۔
بعض مکان تعلیم گاہ ہیں۔

تیسری شکل کی شرطیں یہ ہیں۔

تیسری شکل کی شرطیں

**(۱) دونو مقدموں صغرے و کبرے میں کم سے کم ایک کلیہ ہو خواہ دونو کلیہ ہوں۔**

**(۲) مقدمہ صغرے موجبہ ہو۔**

**(۳) تیسری شکل کا نتیجہ ہمیشہ قضیہ جزئیہ ہوتا ہے۔**

پہلی شرط کی وجہ تو ظاہر ہے کہ اگر دونوں مقدموں میں سے ایک بھی کلیہ نہ ہوگا تو دونوں جزئیہ ہونگے اور دو جزئیہ مقدموں سے قیاس کے قاعدہ (۷) کے موافق کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

دوسری شرط کہ مقدمہ صغرے موجبہ ہو اوسکی وجہ یہ ہے کہ اگر موجبہ نہ ہوگا تو سالبہ ہوگا۔ اور سالبہ ہوگا تو قیاس کے قاعدہ (۶) کے موافق نتیجہ ضرور سالبہ ہوگا اور حد اکبر جو نتیجہ میں محمول ہے جامع ہوگی۔ حالانکہ مقدمات میں یہ جامع طور پر استعمال نہیں ہوی۔ کیونکہ حد اکبر مقدمہ کبرے میں محمول ہے۔ جو از روئے قاعدہ (۵) موجبہ ہونی ضرور ہے اور یہ جامع نہیں ہوسکتی جب تک

مقدمہ کبرٰی قضیہ سالبہ نہ ہو۔ اس طرح مقدمہ کبرٰی سالبہ بھی ہو اور موجبہ بھی جو محال ہے اس لئے مقدمہ صغرٰی کا موجبہ ہونا لازم ہے۔

اب رہا نتیجہ کا جزئیہ ہونا تو مقدمہ صغرٰی موجبہ ہے تو اُس کا محمول جامع نہیں ہے اس لئے نتیجہ میں بھی یہ حد جامع نہیں ہو سکتی یعنے جزئیہ ہوگی۔

اب تیسری شکل کی منتج اور عقیم ضربوں پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف چھ منتج ہیں اور باقی عقیم۔

| نمبر | صغریٰ | کبریٰ | نتیجہ | وجہ | نام | مثال |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ١ | موجبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | موجبہ جزئیہ | . | ممو | سب آدمی جاندار ہیں<br>سب آدمی ناطق ہیں<br>بعض جاندار ناطق ہیں |
| ٢ | ״ | موجبہ جزئیہ | موجبہ جزئیہ | . | مو | سب آدمی جاندار ہیں<br>بعض آدمی عالم ہیں<br>بعض جاندار عالم ہیں |
| ٣ | ״ | سالبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | . | مسل | سب آدمی جاندار ہیں<br>کوئی آدمی گھوڑا نہیں<br>بعض جاندار گھوڑا نہیں |
| ٤ | ״ | سالبہ جزئیہ | سالبہ جزئیہ | . | مل | سب آدمی جاندار ہیں<br>بعض آدمی عالم نہیں<br>بعض جاندار عالم نہیں |
| ٥ | موجبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | موجبہ جزئیہ | . | دمو | بعض آدمی جاندار ہیں |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۶ | موجبہ جزئیہ | موجبہ جزئیہ | عقیم | قاعدہ، پہلی شرط مفقود | | سب آدمی ناطق ہیں<br>بعض جاندار ناطق ہیں<br>- |
| ۷ | // | سالبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | - | وسلّ | بعض آدمی جاندار ہیں<br>کوئی آدمی پتھر نہیں<br>بعض جاندار پتھر ہیں |
| ۸ | // | سالبہ جزئیہ | عقیم | پہلی شرط مفقود | . | . |
| ۹ | سالبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | // | دوسری شرط مفقود | . | . |
| ۱۰ | // | موجبہ جزئیہ | // | // | . | . |
| ۱۱ | // | سالبہ کلیہ | // | // قاعدہ ۵ | . | . |
| ۱۲ | // | سالبہ جزئیہ | // | // // | . | . |
| ۱۳ | سالبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | // | // | . | . |
| ۱۴ | // | موجبہ جزئیہ | // | دونوں شرطیں مفقود و قاعدہ | . | . |
| ۱۵ | // | سالبہ کلیہ | // | دوسری شرط مفقود و قاعدہ ۵ | . | . |
| ۱۶ | // | سالبہ جزئیہ | // | دونوں شرطیں مفقود و قاعدہ (۵) | | |

چوتھی شکل

چوتھی شکل میں حد اوسط مقدمۂ صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہوتی ہے

تمام انسان فانی ہیں۔

تمام حکماء انسان ہیں۔

بعض فانی حکماء ہیں۔

چوتھی شکل کی شرطیں

چوتھی شکل کی شرطیں یہ ہیں۔

**(١) اگر مقدمہ کبرٰی موجبہ ہو تو مقدمہ صغرٰے کلیہ ہونا چاہیئے**
کیونکہ مقدمہ کبرٰے موجبہ ہونے کی صورت میں حد اوسط اس میں جامع نہ ہوگی اس لئے ضرور ہے کہ حد اوسط مقدمہ صغرٰے میں جامع ہو اس واسطے اسکا کلیہ ہونا لازم ہے۔

**(٢) اگر کوئی مقدمہ سالبہ ہے تو مقدمہ کبرٰی کلیہ ہونا لازم ہے**
کیونکہ نتیجہ سالبہ ہوگا اور اس کا محمول جامع ہوگا اس لئے اس محمول کا مقدمہ کبرٰے میں بھی جامع ہونا ضرور ہے اس لئے مقدمہ کبرٰے کلیہ ہونا چاہیے

(٣) اگر مقدمہ صغرٰے موجبہ ہے تو نتیجہ جزئیہ ہونا لازم ہے کیونکہ اگر نتیجہ کلیہ ہو تو موضوع جامع ہوگا مگر وہ مقدمہ میں جامع نہیں ہے کیونکہ مقدمہ موجبہ ہے

شکل چہارم میں (٨) شکلیں منتج اور (٤) عقیم ہیں۔

| نمبر | صغرٰی | کبرٰی | نتیجہ | وجہ | نام | مثال |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ١ | موجبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | موجبہ جزئیہ | . | ممموٗ | سب آدمی جاندار ہیں<br>سب ناطق آدمی ہیں<br>بعض جاندار ناطق ہیں |
| ٢ | " | موجبہ جزئیہ | " | . | مموٗ | سب آدمی جاندار ہیں<br>بعض شکاری آدمی ہیں<br>بعض جاندار شکاری ہیں |
| ٣ | " | سالبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | | مسل | سب آدمی جاندار ہیں<br>کوئی گھوڑا آدمی نہیں<br>بعض جاندار گھوڑے نہیں |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴ | موجبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | سالبہ جزئیہ | . | کل | سب آدمی جاندار ہیں<br>بعض مرضعہ آدمی نہیں<br>بعض جاندار مرضعہ نہیں |
| ۵ | موجبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | عقیم | پہلی شرط مفقود | . | . |
| ۶ | ” | موجبہ جزئیہ | ” | قاعدہ (۷) | . | . |
| ۷ | ” | سالبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | . | وسل | بعض آدمی کالے ہوتے ہیں<br>کوئی پتھر آدمی نہیں۔<br>بعض کالے پتھر نہیں |
| ۸ | ” | سالبہ جزئیہ | عقیم | قاعدہ (۷) | . | . |
| ۹ | سالبہ کلیہ | موجبہ کلیہ | سالبہ کلیہ | . | سمس | کوئی پتھر آدمی نہیں<br>سب ناطق آدمی ہیں<br>کوئی پتھر ناطق نہیں۔ |
| ۱۰ | سالبہ کلیہ | موجبہ جزئیہ | سالبہ جزئیہ | . | سول | کوئی آدمی پتھر نہیں<br>بعض کالے آدمی ہیں<br>بعض پتھر کالے نہیں۔ |
| ۱۱ | سالبہ کلیہ | سالبہ کلیہ | عقیم | قاعدہ (۵) | . | . |
| ۱۲ | ” | سالبہ جزئیہ | ” | قاعدہ (۵) | . | . |
| ۱۳ | سالبہ جزئیہ | موجبہ کلیہ | سالبہ جزئیہ | . | مل | بعض جاندار کالے نہیں<br>سب آدمی جاندار ہیں<br>بعض کالے آدمی نہیں |
| ۱۴ | سالبہ جزئیہ | موجبہ جزئیہ | عقیم | قاعدہ (۷) | . | . |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۵ | سالبہ جزئیہ | سالبہ کلیہ | عقیم | قاعدہ (۵) | ۰ | ۰ |
| ۱۶ | " | سالبہ جزئیہ | " | قاعدہ (۵) و (۷) | ۰ | ۰ |

ضربوں کے نام

ضربوں کے نام جو ہم نے ہر ایک ضرب کے آگے لکھے ہیں یاد کر لینے بہت مفید ہیں یہ نہ سمجھو کہ یہ نام بے فائدہ رکھ لئے گئے ہیں بلکہ یہ اسرار مکنونہ سے ہیں اور اون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شکل میں کس قدر ضربیں منتج ہیں او ن میں مقدمات صغرے وکبرے ونتائج کیا کیا ہیں۔ ایک عرب نے ان تمام ناموں کو اس طرح نظم کیا ہے۔

هَمَّ مَسَّ وَمُوْ وَسْلَ اَوَّلاً — مَسَّ سَمْسَ وَسْلَ لَمْلَ ثَانِیاً
مَمُوْ مَسَّلَ وَمُوْ وَسْلَ اِعْلَمُوْ — مُوْلَمْلَ هَاءَ مِنْهُ ثَالِثاً
مَمُوْ مُوْ سَمْسَ سَسْلَ اِحْفَظُوْ — وَسْلَ لَمْلَ مَلَّ سَوْلَ رَابِعاً

اس اشعار میں م سے مراد موجبہ کلیہ **س** سے سالبہ کلیہ **و** سے موجبہ جزئیہ **ل** سے سالبہ جزئیہ ہے اور حرف مشدد سے مراد دو حرف ہیں۔ ہر ترکیب کا پہلا حرف صغرے دوسرا کبرے اور تیسرا نتیجہ کو تعبیر کرتا ہے مثلاً **همّ** موجبہ کلیہ موجبہ کلیہ۔ موجبہ کلیہ۔ **مسّ** موجبہ کلیہ۔ سالبہ کلیہ۔ سالبہ کلیہ **ومو** موجبہ جزئیہ موجبہ کلیہ۔ موجبہ جزئیہ **وسل** موجبہ جزئیہ۔ سالبہ کلیہ۔ سالبہ کلیہ۔ قس علیٰ ہذا۔

Hypothetical Syllogism

# قیاس شرطیہ

قیاس شرطیہ

اس وقت تک ہم قیاس کی سادی صورتوں پر غور کر رہے تھے لیکن حملیہ کے سوا قیاس کی کئی قسمیں اور بھی ہیں منجملہ اون کے ایک قضیہ شرطیہ ہے اگر تم ایک شخص سے یہ وعدہ کرو کہ ہم تم کو ایک گھوڑا دینگے تو ایک سادہ وعدہ ہے لیکن اگر یہ کہو کہ ہم تم کو ایک گھوڑا دینگے بشرطیکہ تم گھڑدوڑ کی شرط جیت لو تو یہ صورت ہی دوسری ہے

قیاس شرطیہ میں مقدمہ کبرٰے شرطیہ ہوتا ہے اور ایک قضیہ صغرٰے حملیہ ہوتا ہے
قیاس شرطیہ کسی چیز کا بلا واسطہ دعوٰے نہیں کرتا بلکہ کوئی شرط یا قید اوس کے ساتھ
لگا دیتا ہے۔

**قضیہ شرطیہ** میں یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ایک امر اُس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا امر بھی صحیح ہو۔

اگر زید قابل اعتماد ہے (مقدم) تو اوس سے راز کہا جا سکتا ہے (تالی)
اگر عدالت انصاف کرے تو زید کی بے گناہی ثابت ہو گی (صغرٰے)
عدالت انصاف کریگی۔ اس لئے زید کی بے گناہی ثابت ہو گی۔

اس قیاس میں مقدمہ صغرٰے مقدم کو تسلیم کرتا ہے اور نتیجہ تالی کو تسلیم کرتا ہے
اگر آم کا رنگ زرد ہے (مقدم) تو وہ پک گیا ہے (تالی)
آم کا رنگ زرد ہے (مقدمہ صغرٰے)
اس لئے آم پک گیا ہے (نتیجہ)

یہہ ایک **قیاس شرطیہ موجبہ** ہے جس میں دو مقدمے اور ایک نتیجہ ہے۔ (قیاس شرطیہ موجبہ)
اول مقدمہ شرطیہ ہے اگر آم کا رنگ زرد ہے تو وہ پک گیا ہے اس قضیہ کے دو حصے ہیں ایک تو **مقدم** Antecedent جسمیں لفظ اگر آیا ہے" اگر آم کا رنگ زرد ہے" دوسرا **تالی** Consequence تو وہ پک گیا ہے **تالی** سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حالت مفروضہ اگر صحیح ہو تو کیا امر ظہور میں آئے گا یعنے آم کا پکا ہوا ہونا (مقدم) (تالی)

**قیاس شرطیہ** میں اگر مقدم کو تسلیم کریں تو تالی کو بھی تسلیم کرتے ہیں اگر مقدم سے انکار کریں تو تالی سے بھی انکار کرنا پڑتا ہے اگر آم کا رنگ زرد نہیں ہے تو وہ پختہ نہیں ہے اگر آم کا رنگ زرد ہے تو آم پختہ ہے۔ (قیاس شرطیہ کا قاعدہ)

اگر زید تندرست ہے تو وہ خط لکھے گا۔ (تالی)

زید نے خط نہیں لکھا۔

زید تندرست نہیں ہے (نتیجہ مشتبہ)

اس قیاس میں مقدمہ صغرٰے میں تالی سے انکار کیا گیا ہے اس لئے نتیجہ مشتبہ ہے اور مقدم سے انکار کرتا ہے۔

قضیہ شرطیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ یا تو مقدم کو تسلیم کرو یا تالی سے انکار کرو اس قیاس میں یہ احتیاط رکھنی چاہیئے کہ ایسا کبھی نہ کریں کہ تالی کو تسلیم کریں اور مقدم سے انکار کر دیں ایک وقت یہ بھی واقع ہوتی ہے کہ کسی تالی کا ممکن الوقوع ہونا کسی ایک مقدم پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ اس کے کئی اسباب و وجوہ ہو سکتے ہیں اس لئے صرف ایک مقدم پر قیاس قائم کرنے سے نتیجہ کبھی درست ہوگا اور کبھی غلط۔

اگر مقدم کو تسلیم کرتے ہیں یعنے یہ دعوٰے کرتے ہیں کہ شرط موجود ہے تو تالی لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے اس کے برخلاف اگر یہ کہا جائے کہ تالی موجود نہیں ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شرط موجود نہیں ہے۔

اگر احمد ذہین ہوتا تو وہ امتحان پاس کر لیتا۔

احمد نے امتحان پاس نہیں کیا اس لئے احمد ذہین نہیں ہے

اس صورت میں دقت یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کس شے کا موجود نہ ہونا صرف شرط ہی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ بلکہ ایک شے کی موجودگی یا عدم موجودگی کی بہت سی وجہیں ہو سکتی ہیں مثلاً زید کے امتحان پاس نہ کرنے کی وجہ صرف یہی نہیں ہو سکتی کہ وہ ذہین نہ ہو بلکہ اور بہت سے وجوہات ہو سکتی ہیں۔ جیسے حاضری کی تعداد کا پورا نہ ہونا۔ موقعہ امتحان پر بیمار ہو جانا۔ ممتحن کا بے انصافی کرنا۔ سوالات کا امتحان کے معیار سے زیادہ

سخت ہونا۔ پس یہ نتیجہ صرف اس صورت میں مسلم ہو سکتا ہے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ
(۱) سوائے شرط مذکورہ کے اور کوئی صورت ایسی موجود نہیں ہے جو مشروط
کے ظہور میں حارج ہو۔ اگر آفتاب نکل آیا ہے تو کمرہ روشن ہوگا۔ کمرہ روشن
نہیں ہے آفتاب نہیں نکلا صرف اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ یقین ہو جائے
کہ دوسرے تمام امکان جو کمرہ کو تاریک کرنے والے ہیں موجود نہیں ہیں جیسے
ابر کا محیط ہونا۔ کمرے کے کواڑ بند ہونا وغیرہ۔
(۲) یا شرط ایسی ہو کہ نتیجہ اوس کو لازم ہو۔
اگر ایک خط مستقیم کسی اور دو خط مستقیم پر گر کر زاویہ متبادلہ ایک دوسرے
کے برابر بنائے تو وہ دونوں خطوط مستقیم متوازی ہونگے۔
زاویہ متبادلہ ایک دوسرے کے برابر ہیں خطوط متوازی ہیں۔
زاویہ متبادلہ ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں خطوط متوازی نہیں ہیں۔
نتیجہ یقینی ہے۔
(۱) اگر کوئی مثلث متساوی الاضلاع ہو تو وہ متساوی الزوایا ہوگا۔ مثلثوں
کا متساوی الاضلاع اور متساوی الزوایا ہونا لازم وملزوم ہے اگر اون میں سے
ایک صفت پائی جائے تو دوسری کا وجود لازم ہے۔ یہ ایسی صورتیں ہیں کہ تالی
کے انکار سے مقدم کا انکار یقیناً کر سکتے ہیں۔
قیاس شرطیہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک خالص دوسرا مخلوط۔ قیاس شرطیہ
خالص یہ ہے کہ دونوں قضیہ کبرٰے وصغرٰے شرطیہ ہوں مثلاً۔
(۱) اگر امساک باراں ہے تو قحط ہے (کبرٰے)، اگر قحط ہے تو اناج گراں ہے
(صغرٰے)، اس لئے اگر امساک باراں ہے تو اناج گراں ہے (نتیجہ)
(۲) اگر بارش ہے قحط نہیں ہے (کبرٰے)، اگر کھیت سرسبز ہیں بارش ہے (صغرٰے)

اگر کھیت سرسبز ہیں          قحط نہیں ہے          (نتیجہ)

خالص شرطیہ قیاس عملاً بیکار ثابت نہیں ہوئے۔

قیاس شرطیہ مخلوط: قیاس شرطیہ مخلوط کی دو قسمیں ہیں ایک تو متصلہ اور دوسری منفصلہ

قیاس شرطیہ متصلہ: **قیاس شرطیہ متصلہ** تو یہ ہے کہ تالی کی صداقت مقدم کی صداقت پر منحصر ہو اس کو **قیاس عاطفہ** بھی کہتے ہیں۔

1 اگر بارش ہورہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوئی ہے۔ بارش ہو رہی ہے لہذا میری چادر بھیگی ہوئی ہے۔

قیاس شرطیہ منفصلہ: **قیاس شرطیہ منفصلہ** یہ ہے کہ تالی کی صداقت مقدم کے بطلان پر منحصر ہو۔

احمد یا تو شاعر ہے یا نثار

احمد نثار ہے

احمد شاعر نہیں ہے۔

**قیاسات شرطیہ** تین طرح سے مخلوط ہوتے ہیں۔

(۱) **شرطیہ حملیہ** - ایک مقدمہ شرطیہ ہو دوسرا حملیہ

(۲) **منفصلہ حملیہ** - ایک مقدمہ منفصلہ ہو دوسرا حملیہ

(۳) **عاطفہ منفصلہ** - ایک مقدمہ عاطفہ ہو دوسرا منفصلہ اس کو ڈائلیما یا معضلہ یا متحمل الضدین بھی کہتے ہیں۔ قیاسات شرطیہ متصلہ میں ایک مقدمہ شرطیہ

قیاس شرطیہ حملیہ: اور دوسرا حملیہ ہوتا ہے یعنے وہ **قیاس شرطیہ حملیہ** ہوتے ہیں۔

(۱) اگر شاہد سچ کہتے ہیں تو ملزم مجرم ہے۔ (قضیہ شرطیہ)

(۲) شاہد سچ کہتے ہیں۔ (قضیہ حملیہ)

(۳) ملزم مجرم ہے۔ (نتیجہ)

قضیہ صغرےٰ قضیہ کبرےٰ کے مقدم کو تسلیم کرتا ہے۔
اس سبب سے نتیجہ تالی کو تسلیم کرتا ہے۔

**قیاس شرطیہ حملیہ** سے چار نتیجہ نکالنے ممکن ہیں لیکن اون میں سے دو صحیح ہوتے ہیں یہ نتیجے مقدمات یا تالیات کو تسلیم کرنے یا اون کو نہ ماننے سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس کے چار طریقے ہیں۔

(۱) صغرے مقدم کو تسلیم کرے اور نتیجہ تالی کو
اگر احمد محنتی ہے تو وہ امتحان پاس کریگا احمد محنتی ہے
احمد امتحان پاس کرے گا۔

(۲) صغرےٰ مقدم سے انکار کرے۔ اور نتیجہ تالی سے انکار کرے۔
اگر احمد محنتی ہے وہ امتحان پاس کریگا احمد محنتی نہیں ہے۔
وہ امتحان پاس نہیں کرے گا۔

(۳) صغرےٰ تالی کو تسلیم کرے۔ نتیجہ مقدم کو تسلیم کرے۔
اگر احمد محنتی ہے وہ امتحان پاس کرلے گا۔
احمد امتحان پاس کرلیگا اس لئے احمد محنتی ہے۔

(۴) صغرےٰ تالی سے انکار کرے۔ نتیجہ مقدم سے انکار کرے۔
اگر احمد محنتی ہے تو وہ امتحان پاس کرلے گا۔
احمد امتحان پاس نہیں کرے گا احمد محنتی نہیں ہے۔

ان چاروں صورتوں میں دوسری اور تیسری صورتیں ہمیشہ صحیح نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر ہم مقدم سے انکار کردیں تو یہ لازم نہیں آتا کہ تالی ضرور ہی غلط ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ تالی کے صحیح ہونے کے لیے اور وجوہ ہوں جو مقدم میں نہیں بیان ہوئے

مثلاً یہ صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص زہر کھائے تو وہ مرجائیگا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ اگر وہ زہر نہ کھائیگا تو نہ مریگا بلکہ اور بہت سے اسباب موت ہو سکتے ہیں اسی
طرح اگر ہم تالی کو تسلیم کریں اور کہیں کہ یہ شخص مرگیا ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے
ضرور زہر کھایا ہے کسی اور وجہ سے بھی مرنا ممکن ہے غرض صرف دو صورتیں صحیح ہیں
ایک تو وہ کہ مقدمہ کبرٰے کا مقدم صغرٰے میں تسلیم کیا جائے اور دوسرے کبرٰی
کے تالی سے صغرٰے میں انکار کیا جائے۔

(۱) اگر بارش ہو رہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوی ہے۔

بارش ہو رہی ہے۔

میری چادر بھیگی ہوی ہے۔

(۲) اگر بارش ہو رہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوی ہے۔

بارش نہیں ہو رہی ہے۔

کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

مقدمہ صغرٰے میں ہم نے انکار کر دیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ بارش
نہیں ہو رہی ہے لہذا چادر بھیگی ہوی نہیں ہے ہر حال میں درست نہ ہوگا۔ کیونکہ
چادر کے بھیگنے کی اور بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً یہی کہ غسل خانہ میں گر پڑے
اور بھیگ جائے۔

(۳) اگر بارش ہو رہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوی ہوگی۔

میری چادر بھیگی ہوی ہے۔

کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ وہی بات ہے کہ ممکن ہے کہ کسی اور وجہ سے چادر بھیگی ہوی ہوگی

(۴) اگر بارش ہو رہی ہو تو میری چادر بھیگی ہوی ہوگی۔

میری چادر بھیگی ہوی نہیں ہے۔

اس لئے بارش نہیں ہو رہی ہے۔

شرطیہ قیاس کو حملیہ صورت میں لانا

شرطیہ قیاس در اصل حملیہ قیاس ہیں اور اگر چاہیں تو اون کو حملیہ صورت میں بیان کر سکتے ہیں مثلاً یہی قیاس

اگر آم کا رنگ زرد ہے تو وہ پک گیا ہے۔

آم کا رنگ زرد ہے۔

اس لئے آم پک گیا ہے۔

اس طرح بیان ہو سکتا ہے۔

زرد رنگ کا آم پختہ ہوتا ہے۔

یہ زرد رنگ کا آم ہے۔

یہ آم پختہ ہے۔

اگر زید محنتی ہو تو کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ زید محنتی شخص ہے

زید کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

قیاس حملیہ

تمام محنتی اشخاص کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ زید محنتی ہے۔

زید کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

قیاسات شرطیہ پر بھی وہی قواعد عائد ہوتے ہیں جو قیاسات حملیہ پر۔ اگر کوئی قیاس حملیہ صورت میں غلط ہے تو شرطیہ صورت میں بھی غلط ہوگا۔ صورت کے بدل جانے سے قیاس کے نقص دور نہیں ہو سکتے۔

قیاس شرطیہ حملیہ کی مختلف صورتیں

قیاس شرطیہ کی مختلف صورتیں۔

**قیاس اقترانی شرطی** ۔ ایسا قضیہ اقترانی جس میں کوئی شرط بھی لگائی گئی ہو۔ خواہ ایک قضیہ شرطیہ ہو اور ایک حملیہ (جس کا بیان اوپر ہو چکا) خواہ دونوں

شرطیہ اور شرطیہ میں خواہ دونوں متصلہ ہوں خواہ دونوں منفصلہ یا ایک متصلہ او ایک منفصلہ۔ اس طرح قیاس شرطیہ کی پانچ صورتیں ہوئیں۔

(۱) **ایک قضیہ متصلہ۔ ایک حملیہ** اگر یہ چیز پانی سے ہلکی ہو تو اوس پر تیریگی۔ یہ چیز پانی میں ڈوب گئی۔ یہ چیز پانی سے ہلکی نہیں ہے۔

(۲) **دونوں قضئے متصلہ**۔ جب آدمی سوتا ہے تو اوس کے حواس معطل ہوتے ہیں۔ جب انسان کے حواس معطل ہوتے ہیں۔ دیکھتا سنتا۔ سونگھتا۔ سمجھتا کچھ نہیں۔ جب آدمی سوتا ہے تو وہ دیکھتا۔ سنتا۔ سونگھتا سمجھتا کچھ نہیں۔

(۳) **دونوں قضئے منفصلہ**۔ کتابیں یا قلمی ہوتی ہیں یا چھاپے کی۔ چھاپا ٹائپ کا ہوتا ہے یا پتھر کا۔ اس لئے کتابیں یا قلمی ہونگی یا ٹائپ کی۔

ایسی صورتیں منطق میں بکار آمد نہیں ہوتیں۔

(۴) **ایک قضیہ حملیہ ایک منفصلہ**۔ زید ایک آدمی ہے۔
آدمی عالم ہوتے ہیں یا جاہل۔ زید عالم ہے یا جاہل۔

(۵) **ایک قضیہ متصلہ ایک منفصلہ**۔ اگر یہ لفظ فعل ہے تو اوس کی معنی میں زمانہ ضرور پایا جائے گا۔ زمانہ یا ماضی ہے یا مستقبل یا حال۔ اگر یہ لفظ فعل ہے تو اوس کی معنی میں زمانہ ماضی یا حال یا مستقبل ضرور پایا جائے گا۔

شرطیہ متصلہ نتیج ہونیکی صورتیں۔

## قیاس شرطیہ متصلہ کی نتیج ہونے کی صورتیں یہ ہیں۔

(۱) قضیہ حملیہ سے شرطیہ متصلہ کے لازم وملزوم یعنے مقدم وتالی میں سے کسی کو واقع یا معدوم کرتے ہیں (جس کو اصطلاح منطق میں وضع ورفع کہتے ہیں) اس سے دوسری جانب کا وضع یا رفع لازم آتا ہے اور وہی نتیجہ ہوتا ہے۔

اگر برف پڑیگی تو رات کو بہت خنکی ہوگی۔ برف پڑی لہذا رات بہت خنک ہے
رات خنک نہیں ہے۔ برف نہیں پڑی۔

(۲) قضیہ شرطیہ متصلہ ہو تو موجبہ ہونا لازم ہے اگر سالبہ ہوگا تو نتیجہ نہ نکلیگا کیونکہ نتیجہ کی بنیاد تعلق پر ہے اور جب دو چیزیں ایک دوسری سے بے تعلق ٹھیریں تو نہ ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود لازم آئیگا نہ ایک کے عدم سے دوسرے کا عدم۔ اگر یہ جسم انسان نہیں ہے تو جاندار نہیں ہے۔ انسان نہیں ہے نہیں کہہ سکتے کہ جاندار نہیں ہے۔

(۳) شرطیہ متصلہ ہو تو لزومیہ ہونا لازم ہے۔ اتفاقیات پر کسی حکم کی بنا نہیں ہوسکتی یعنے شرط کا کلیہ ہونا لازم ہے۔

اگر کمرہ میں لمپ جل رہا ہے تو وہ روشن ہوگا کمرہ میں لمپ جل رہا ہے کمرہ روشن ہے۔ اگر ریل روانہ ہوگئی ہے تو مسجد میں ظہر کی نماز ہوچکی ہوگی۔ اتفاقی بات ہے منطق اس پر کوئی حکم نہیں لگاسکتی۔

(۴) شرطیہ متصلہ میں وضع مقدم سے نتیجہ وضع تالی اور رفع تالی سے نتیجہ رفع مقدم نکلتا ہے لیکن چونکہ ممکن ہے کہ تالی بہ نسبت مقدم کے عام ہو وضع تالی نتیج وضع مقدم اور رفع مقدم نتیج رفع تالی نہ ہوگا۔ اگر یہ شخص انسان ہے تو جاندار ہے۔ یہ شخص انسان ہے۔ یہ شخص جاندار ہے۔ یا جاندار تو نہیں ہے۔ نتیجہ یہ کہ انسان بھی نہیں ہے۔ یہ شخص انسان ہے تو جاندار ہے۔ انسان تو نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جاندار بھی ہے یا نہیں۔ یہ جاندار ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان بھی ہے یا نہیں ہے۔

## قیاس شرطیہ منفصلہ
Disjunctive Syllogism

**قضیۂ منفصلہ** میں بہت سی چیزیں ایک قضیہ میں پیوند ہوسکتی ہیں اس قضیہ میں ہر ایک چیز یا چھوٹی قسم لفظ **یا** کے ساتھ پیوند ہوتی ہے اور **بدل** (alternative)

قیاس منفصلہ

بدل

کہلاتی ہے۔ قیاس منفصلہ میں اگر ایک یا زیادہ بدلوں سے انکار کیا جائے
تو باقی کو تسلیم کر سکتے ہیں۔

سکے یا چاندی کے بنتے ہیں یا تانبے کے یا سونے کے روپیہ نہ سونے کا سکہ

قیاس منفصلہ پر حملیہ قیاس کے قواعد منطبق نہیں ہوتے۔

ہے نہ تانبے کا اس لئے روپیہ چاندی کا سکہ ہے۔ اس قیاس پر حملیہ قیاس کے
قاعدے منطبق نہیں ہوتے۔ بعض ایسے قضئے ہوتے ہیں جن میں تمام بدل آجاتے
ہیں اور نتیجہ یقینی طور پر صحیح ہوتا ہے لیکن بعض قضیوں میں تمام بدل نہیں آسکتے
اس لئے نتیجہ کی صحت مشتبہ ہوتی ہے۔

خط یا مستقیم ہے یا منحنی ۔ منحنی نہیں ہے لہذا مستقیم ہے۔

ایک عدد طاق ہے یا جفت ۔ طاق نہیں ہے لہذا جفت ہے۔

زاویہ یا قائمہ ہوتے ہیں یا حادّہ یا منفرجہ یہ زاویہ حادّہ یا منفرجہ نہیں
ہے لہذا قائمہ ہے۔

ایسی صورتوں میں ہم اپنے علم سے یقیناً جانتے ہیں کہ بدل کی تمام صورتیں

بعض صورتوں میں قیاس منفصلہ کا نتیجہ یقینی نہیں ہوتا۔

آگئی ہیں اور جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ صحیح ہے لیکن بعض صورتوں میں نتیجہ ایسا یقینی
نہیں ہوتا۔ مثلاً

اس جائداد کے امیدوار یا تو ایف اے پاس ہوں یا منشی فاضل۔ اسکے
یہ معنی نہیں ہیں کہ جو امیدوار دونوں امتحانوں میں کامیاب ہوں وہ قابل
انتخاب نہ ہوں گے۔ مکان یا تو اینٹ کے ہوتے ہیں یا پتھر کے۔ یہ مکان اینٹ
کا بنا ہوا نہیں ہے لہذا پتھر کا ہے۔ نتیجہ یقینی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ
لکڑی کا ہو۔

قیاس منفصلہ سے صحیح نتیجہ نکالنے کے لئے ضرور ہے کہ اون تمام اشیا اور اونکے
افعال وخواص وغیرہ کا کامل علم ہو جو ایک قضیہ میں بیان کی گئی ہیں اور اونمیں سے

سے صرف ایک انتخاب کی گئی ہے دوسرے یہ کہ قضیہ میں جس قدر بدل بیان کئے گئے ہیں وہ کامل ہوں کوئی رہ نہ گیا ہو اگر بدل کامل نہ ہونگے تو ممکن ہے کہ نتیجہ صحیح نہ نکلے۔ **قیاس منفصلہ** کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مقدمہ صغرے سالبہ ہوتا ہے اور نتیجہ موجبہ

یہ گھڑی یا سونے کی ہے یا چاندی کی۔

سونے کی نہیں ہے اس لئے چاندی کی ہے۔

(۲) مقدمہ صغرے موجبہ ہو اور نتیجہ سالبہ۔

یہ گھڑی سونے کی ہے یا چاندی کی۔ سونے کی ہے۔

اس لئے چاندی کی نہیں ہے۔

قیاس منفصلہ میں نتیجہ نکالنا آسان ہے۔ مشکل مقدمہ کبرے میں بدلوں کے معین کرنے میں ہوتی ہے کہ اول تو بدل ایسے پورے ہوں کہ کوئی رہ نہ گیا ہو دوسرے یہ کہ ایک بدل دوسرے میں شامل نہ ہو۔

یہ پھل یا آم ہے یا ملغوبہ ملغوبہ آم میں داخل ہے۔

یہ شخص احمق ہے یا شریرالنفس۔ احمق بھی ایک درجہ تک شریر اور شریر احمق ہوسکتا ہے۔ طلبا یا تو علم کے شوق یا انعام کی لالچ یا ماں باپ کے خوف سے محنت کرتے ہیں یہ بدل منطقی بدل نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایک طالب علم کے لئے تینوں امور یا ان میں سے کوئی سے دو محرک ہوں۔

## قیاس استثنائی

قیاس استثنائی

اس قیاس کو استثنائی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرف استثنا پر مگر۔ لیکن الا وغیرہ ہوتا ہے دراصل یہ ایک صورت ادائی مطلب کی ہے ورنہ

قیاس استثنائی۔

آفتاب غروب ہوتا ہے تو رات شروع ہو جاتی ہے۔

لیکن آفتاب تو غروب ہو گیا۔

لہذا رات شروع ہو گئی۔

اعداد یا طاق ہوتے ہیں یا جفت۔

یہ عدد طاق ہے۔

لہذا جفت نہیں ہے۔

**قیاس استثنائی** ہمیشہ دو مقدموں سے بنتا ہے جن میں سے پہلا شرطیہ ہوتا ہے اور دوسرا حملیہ جو شرطیہ کے عین مقدم یا عین تالی یا نقیض مقدم یا نقیض تالی کا استثناء ہوتا ہے۔

**قیاس استثنائی کی نتیجہ ہونے کی صورتیں** یہہ ہیں۔

(۱) نتیجہ یا اوس کا نقیض جزو مقدمہ قیاس ہوتا ہے۔

یہہ عدد یا طاق ہے یا جفت

طاق نہیں ہے لہذا جفت ہے۔

جفت طاق کا نقیض ہے اور جزو مقدمہ بھی ہے۔

(۲) قضیہ منفصلہ کی دو یا چند شقوں میں سے ایک یا متعدد شقوں کو وضع یا رفع کرتے ہیں جس سے دوسری شقوں کا وضع یا رفع لازم آتا ہے۔

یہہ کمرہ یا تاریک ہے یا روشن

تاریک ہے روشن نہیں ہے۔ یا

روشن ہے تاریک نہیں ہے۔

(۳) قیاس منفصلہ موجبہ ہونا لازم ہے کیونکہ سلب عناد سے نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ مکان نہ تو اینٹ کا ہے نہ لکڑی کا۔ یہ کمرہ نہ تاریک ہے نہ روشن۔ ریل نہ چل رہی ہے نہ کھڑی ہے۔ بے نتیجہ اور مہمل باتیں ہیں

(۴) قضیہ منفصلہ عنادیہ ہونا لازم ہے۔

(۵) شرطیہ منفصلہ عنادیہ ہونے کی صورت میں ایک جزو کا وضع منتج دوسرے جزو کے رفع کا ہوگا۔ اور اوس کی بالعکس ایک جزو کا رفع منتج دوسرے جزو کے وضع کا ہوگا۔

زید عالم ہے یا جاہل　　عالم ہے　　جاہل نہیں ہے۔

جاہل ہے عالم نہیں ہے۔

(۶) **مانعتہ الجمع** ہونے کی صورت میں ایک جزو کا وضع منتج دوسرے جزو کے رفع کا ہوگا مگر اس کا عکس نہیں یعنے کسی جزو کا رفع منتج دوسرے کے وضع کا نہ ہوگا۔ یہ چیز یا پتھر کی ہے یا لکڑی کی۔ پتھر کی ہے۔ لکڑی کی نہیں ہے یا لکڑی کی ہے پتھر کی نہیں ہے۔ پتھر کی نہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ضرور لکڑی کی ہے۔ لکڑی کی نہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ضرور پتھر کی ہے۔ اسی طرح **مانعتہ الخلو** ہونے کی صورت میں ایک جزو کا رفع دوسرے کی وضع کا منتج ہوگا مگر بالعکس نہیں یعنے کسی جزو کا وضع دوسرے کے وضع کا منتج نہ ہوگا۔

# قیاس ذوالجہتین یا معضلہ (ڈائیلما)

## Dilemma-

اس قیاس میں دو قضیہ شرطیہ متصلہ کبرے میں ہوتے ہیں اور صغرے میں ایک قضیہ شرطیہ منفصلہ ہوتا ہے ایسے قیاس سازج اور مرکب ہوتے ہیں اگر قیاس کا نتیجہ ایک قضیہ حملیہ ہو تو

ہو تو ذو الجہتین سا ذج ہے اور نتیجہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ذو الجہتین مرکب ہے۔ براہین معضلہ (ڈائیلما) میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ قضیہ شرطیہ منفصلہ کا خواہ کوئی رکن صحیح ہو نتیجہ ہمیشہ ایک ہی رہے گا۔

کوئی شخص خواہ اپنی رائے پر کام کرے یا دوسرے کی رائے پر چلے اوس کے اعمال کی تنقیح کی جائے گی۔

زید یا تو اپنی رائے کے بموجب کام کرتا ہے یا دوسروں کی رائے پر چلتا ہے اس لئے ہر حالت میں اوس کے اعمال کی تنقیح کی جائے گی۔

اگر منجموں پر اعتماد کیا جائے تو مرحوم روحیں ہیں اور وہ بھی سمجھ رکھتی ہیں لیکن یا تو مرحوم روحیں نہیں ہیں یا وہ سمجھ نہیں رکھتیں۔ اس واسطے منجموں پر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔

اگر یہ کتابیں وہی اصول سکھاتی ہیں جو قران سکھاتا ہے تو وہ بے ضرورت ہیں اور اگر وہ قران سے مختلف ہیں تو وہ ناپاک ہیں۔

لیکن ضرور ہے کہ یا تو وہ وہی اصول سکھاتی ہوں جو قران سکھاتا ہے یا اوس سے مختلف ہوں۔

اس لئے یا تو یہ کتابیں بے ضرورت ہیں یا ناپاک ہیں۔

اگر وہ عقلمند آدمی ہے تو وہ اپنی غلطی معلوم کرلے گا۔ اور اگر وہ صاف باطن ہے تو اپنی غلطی کا اعتراف کرے گا۔

لیکن یا تو وہ اپنی غلطی نہیں دیکھتا یا اوس کا اعتراف نہیں کرتا۔

اس لئے وہ یا تو عقلمند نہیں ہے یا صاف باطن نہیں ہے۔

**قیاس ذو الجہتین** Dilemma میں دو بدل دئے جاتے ہیں اور مخالف کے لئے ضرور ہے کہ دونوں میں سے ایک کو تسلیم کرے اور اس طرح اوس کو نتیجہ

کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ خود اوس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔

قیاس معظلہ کا نتیجہ۔ قضیہ سالبہ منفصلہ بھی ہوتا ہے اور وہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ قضیہ شرطیہ کے (جو مقدمہ کبرٰے بنا تا ہے) تالیات سے انکار کردیتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص پیش بیں ہے تو وہ وہمی خطرات کو دل میں جگہہ نہیں دیتا اور اگر وہ جری اور شجاع ہے تو وہ خطرات کا بہادری سے مقابلہ کرتا ہے لیکن زید نہ وہمی خطرات کو دل سے نکالتا ہے اور نہ خطرات کا بہادری سے مقابلہ کرتا ہے اس لئے نہ تو وہ پیش بیں ہے اور نہ جری اور شجاع ہے

قیاس معظلہ کا مقدمہ صغرٰے ایک ایسا شرطیہ منفصلہ ہوتا ہے جس کے دو بدل ہوتے ہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ یہہ دونوں بدل جامع ومانع ہوں یعنے کسی اور بدل کی گنجایش باقی نہ رہے اور جو بدل بیان کئے جاتے ہیں وہ بھی صحیح بدل نہیں ہوتے۔ اس سبب سے اون میں غلطی کا احتمال بہت زیادہ ہوتا ہے اس میں یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ قیاس شرطیہ کا قاعدہ ملحوظ رہے یعنے مقدم کو تسلیم کریں یا تالی سے انکار کریں ورنہ قیاس کی منطقی صورت برقرار نہ رہیگی۔

ڈائیلیما یعنے قیاسات معظلہ اکثر مغالطہ ہوتے ہیں اور اون کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخالف پر کوئی الزام اس طرح لگایا جائے کہ اوس کی دلیل یا اوس کے رویہ سے کوئی ناگوار نتیجہ ضرور ظاہر ہو۔

قیاس معظلہ کے بطلان کے طریقے

**قیاس ذوالجہتین** کے دلایل کی تردید کی تین ترکیبیں ہیں۔

اول تو یہ کہ ثابت کیا جائے کہ صغرٰے میں جو بدل بیان کئے گئے ہیں وہ کامل نہیں ہیں اور یہ کہ ان کے علاوہ اور بھی ارکان ہیں جو مخالف نے نہیں بیان کئے ہیں مثلاً تیسری مثال میں ممکن ہے کہ کتاب کو مضامین قران سے تعلق نہ ہو

تاہم وہ مضامین مفید ہوں۔

دوسرے کبرے میں جو قضیہ شرطیہ بیان کیا گیا ہے اوس کا ہی بطلان کر دیا جائے۔ احمد اگر مضامین کتاب نہیں سمجھا تو وہ جاہل ہے اور اگر اُسنے تلبیس کی ہے تو وہ بدباطن ہے۔ یا تو احمد مضامین کتاب سمجھا نہیں یا اُس نے تلبیس کی ہے اس لئے وہ یا جاہل ہے یا بدباطن اُسکا بطلان اس طرح کیا جائے کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ احمد مضامین کتاب کو سمجھتا ہے اور اُس نے تلبیس نہیں کی ہے۔

تیسرے یہ کہ ایک غلط قیاس ذو الجہتین کا بطلان دوسرے اوسی قسم کے قیاس سے کیا جا سکتا ہے جس کا نتیجہ پہلے سے بالکل مخالف ہو مثلاً ایک عورت نے اپنے لڑکے کو جو حب قوم کے جوش میں مست تھا اس طرح نصیحت کی۔

اگر تم حق بات کہوگے تو لوگ تم سے نفرت کرینگے۔

اور اگر تم ناحق بات کہوگے تو خدا تم سے نفرت کرے گا۔

ضرور ہے کہ تم حق کہو یا ناحق۔

اس لئے تم سے نفرت کی جائے گی۔

لڑکے نے جواب دیا۔

اگر میں سچ بولوں گا تو خدا مجھ سے محبت کرے گا۔ اور اگر ناحق بات کرونگا تو لوگ مجھ سے محبت کرینگے۔

ضرور ہے کہ میں حق کہوں یا ناحق

اس واسطے ہر حال میں مجھ سے محبت کی جائے گی۔

Sorites

## قیاس مرکب

جب دو یا زیادہ قیاسات اس طرح جمع ہوں کہ ان سے کوئی واحد نتیجہ پیدا ہو

تو وہ **قیاس مرکب** کہلاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) نتیجہ آخر میں بیان کیا جاتا ہے اور ایک قیاس کا نتیجہ دوسرے کا مقدمہ بن جاتا ہے۔

(۲) نتیجہ شروع میں بیان کیا جاتا ہے اور ایک قیاس کا مقدمہ دوسرے کا نتیجہ بن جاتا ہے یا دو مقدمے جدا جدا قیاس کے نتیجے ہوتے ہیں۔

قیاس متقدم

قیاس جس کا نتیجہ دوسرے کا مقدمہ بن جاتا ہے **قیاس متقدم** Prosyllogism کہلاتا ہے اور وہ جس کا مقدمہ سابق قیاس کا نتیجہ ہوتا ہے **قیاس متاخر** Episyllogism کہلاتا ہے وہی قیاس ایک قیاس کی نسبت **قیاس متاخر** ہو سکتا ہے اور دوسرے قیاس کی نسبت **قیاس متقدم**

قیاس متاخر

جب سلسلہ قیاس متقدم سے قیاس متاخر کی طرف یعنے مقدمات سے نتیجہ یا علت سے معلول کی طرف قائم کیا جائے تو اس طریق استدلال کو **قیاس ترکیبیہ** Progressive or synthetic کہتے ہیں لیکن جب استدلال اس کے برعکس ہو یعنے قیاس متاخر سے قیاس متقدم کی طرف یا نتیجہ سے مقدمات یا معلول سے علت کی طرف تو طریق استدلال **قیاس تحلیلیہ** Regressive کہلاتا ہے اس صورت میں نتیجہ سے مقدمات کی طرف پہونچتے ہیں۔

**قیاس مرکب** کی مثال — قیاس ترکیبیہ

(۱) بادپا ایک گھوڑا ہے — (قیاس متقدم)

گھوڑا چوپایا ہے

بادپا چوپایا ہے

(۲) بادپا چوپایا ہے — (قیاس متاخر)

چوپایہ حیوان ہے۔

بادپا حیوان ہے۔

(۳) بادپا حیوان ہے۔

حیوان جوہر ہے۔

بادپا جوہر ہے۔

II (قیاس ترکیبیہ)

(۱) حریص حصول مال کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

زید حریص ہے۔

اس لئے زید حصول مال کا خواہشمند ہے۔

(۲) حصول مال کا خواہشمند بے قناعت ہوتا ہے۔

زید حصول مال کا خواہشمند ہے۔

زید بے قناعت ہے۔

(۳) بے قناعت ناخوش ہوتا ہے۔

زید بے قناعت ہے۔

زید ناخوش ہے۔

آخر یہ نتیجہ نکلا کہ چونکہ زید حریص ہے اس لئے ناخوش ہے۔

قیاس تحلیلیہ کی مثال۔

(۱) ارسطو ناقابل خطا نہ تھا۔

ناقابل خطا معصوم ہوتا ہے۔

کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔

(۲) کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔

ارسطو ایک شخص تھا۔

ارسطو معصوم نہ تھا۔

قیاس مرکب میں مقصود کے حاصل کرنے تک اور قضایا کے انضمام کی حاجت پڑتی ہے۔ اس صورت میں بقدر ضرورت متعدد قیاس بنانے پڑتے ہیں اقلیدس نے اشکال ہندسی کو اسی ترکیب سے ثابت کیا ہے۔

مثال کے طور پر مقالہ اول کی پانچویں شکل کو دیکھو:۔

مثلث متساوی الساقین کے قاعدے کے اوپر کے زاویہ آپس میں برابر ہوتے ہیں اور اگر برابر ساقین بڑھائی جائیں تو قاعدے کے نیچے کے زاویہ بھی آپس میں برابر ہونگے۔

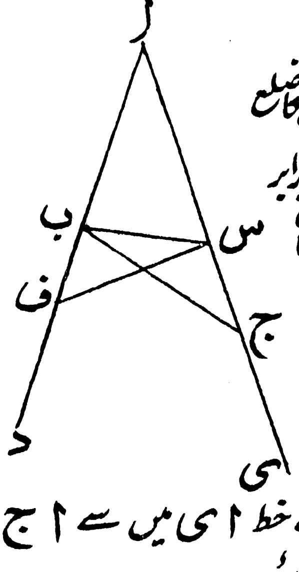


فرض کرو کہ ا ب س مثلث متساوی الساقین ہے جس کا ضلع ا ب ضلع ا س کے برابر ہے اور یہ بھی فرض کرو کہ برابر ساقین ا ب اور ا س نقطوں د اور ی تک بڑھائی گئی ہیں تو زاویہ ا ب س زاویہ ا س ب کے اور زاویہ د ب س برابر ہوگا زاویہ ی س ب کے۔

د ب میں کوئی نقطہ ف مقرر کرو اور بڑے خط ا ی میں سے ا ج برابر ا ف کے کاٹو اور ف س اور ج ب کو ملاؤ۔

## ثبوت

چونکہ ا ج برابر ا ف کے بنایا گیا ہے اور ا ب برابر ا س کے ہے۔ اس لئے مثلث ف ا س کے دو ضلعے ف ا اور ا س الگ الگ برابر ہیں مثلث ج ا ب کے دو ضلعوں ج ا اور ا ب کے اور ان ضلعوں کے درمیان کا زاویہ ف ا ج دونوں مثلثوں میں مشترک ہے اس لئے قاعدہ ف س برابر ہے

قاعدہ ج ب کے۔ اور مثلث ف ا س برابر ہے مثلث ج ا ب کے اور باقی زاوئے ان مثلثوں کے جنکے سامنے برابر ضلعے ہیں الگ الگ برابر ہیں یعنے زاویہ ا س ف برابر ہے زاویہ ا ب ج کے اور زاویہ ا ف س برابر ہے زاویہ ا ب ج کے۔

چونکہ کل ا ف برابر ہے کل ا ج کے اور اون کے حصے ا ب اور ا س آپس میں برابر ہیں اس لئے باقی حصہ ب ف برابر ہے باقی حصہ س ج کے اور ف س برابر ج ب کے ثابت ہو چکا ہے۔

اب چونکہ دو ضلعے ب ف اور ف س الگ الگ برابر ہیں دو ضلعوں س ج اور ج ب کے اور زاویہ ب ف س برابر زاویہ س ج ب کے ثابت ہو چکا ہے۔

اس لئے مثلث ب ف س اور س ج ب آپس میں برابر ہیں اور اون کی باقی زاوے جنکے سامنے برابر ضلعے ہیں الگ الگ برابر ہیں یعنی زاویہ ف ب س برابر ہے زاویہ ج س ب کے اور زاویہ ب س ف برابر ہے زاویہ س ب ج کے اور چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کل زاویہ ا ب ج برابر ہے کل زاویہ ا س ف کے اور اون کے حصہ س ب ج اور ب س ف آپس میں برابر ہیں اس لئے باقی زاویہ ا ب س برابر ہے باقی زاویہ ا س ب کے اور یہ زاوے مثلث متساوی الساقین ا ب س کے قاعدہ ب س کے اوپر کے ہیں اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ زاویہ ف ب س اور ج س ب آپس میں برابر ہیں اور یہ زاوے قاعدہ کے نیچے ہیں لہذا مثلث متساوی الساقین کے قاعدے کے اوپر کے زاویہ الخ

موصول النتائج **قیاس مرکب** دو طرح کا ہوتا ہے اگر کسی قیاس مرکب میں بسیط قیاسوں کے نتیجے بھی نکالتے جائیں تو **موصول النتائج** کہتے ہیں ورنہ **مفصول النتائج**

**موصول النتائج** مثلاً

| | | |
|---|---|---|
| (۱) سب آدمی جاندار ہیں | سب جاندار جسم ہیں | سب آدمی جسم ہیں |
| (۲) سب آدمی جسم ہیں | سب جسم جوہر ہیں | سب آدمی جوہر ہیں |
| (۳) سب آدمی جوہر ہیں | سب جوہر ممکن ہیں | سب آدمی ممکن ہیں |

## مفصول النتایج

ایسے قیاس میں ایک موضوع اور ایک محمول چند حدود اوسط سے مربوط کئے جاتے ہیں یہ سلسلے چند قیاس ظاہر کرتے ہیں لیکن ہر قیاس کا نتیجہ علیحدہ علیحدہ ظاہر کرنے کے عوض صرف آخر میں نتیجہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

سب آدمی جاندار ہیں　　ہر جاندار جسم ہے　　ہر جسم جوہر ہے

ہر جوہر ممکن ہے　　سب آدمی ممکن ہیں۔

**قیاس مرکب** میں دو قاعدوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

(۱) صرف پہلا مقدمہ جزئیہ ہو سکتا ہے باقی سب کلی ہونے لازم ہیں۔

(۲) صرف آخری مقدمہ منفی ہو سکتا ہے باقی سب مثبت ہونے لازم ہیں کیونکہ پہلے مقدمہ کے سوا اگر کوئی اور مقدمہ بھی جزئیہ ہوگا تو مغالطہ حداوسط غیر محصور واقع ہوگا اس وجہ سے اس صورت میں کسی قیاس کی حداوسط کسی قضیہ جزئیہ کی موضوع اور کسی قضیہ موجبہ کی موضوع ہوگی۔

اگر آخری مقدمہ کے سوا کوئی اور مقدمہ بھی منفی ہوگا تو اوس کی بعد جو قیاس ہوگا اوس کی حداکبر جس میں یہ واقع ہوا ہے نتیجہ میں جامع ہوگی درانحالیکہ مقدمہ کبرٰے میں جامع طور پر استعمال نہیں ہوی ہے۔

بعض اوقات ناکامیابیاں انسان کے رویہ کی اصلاح کرتی ہیں جو چیزیں انسان کے رویہ کی اصلاح کرتی ہیں خوشی کو بڑھاتی ہیں جو چیزیں خوشی کو بڑھاتی ہیں اچھی ہیں بعض اوقات ناکامیابیاں اچھی ہیں۔

اس قسم کے قیاس میں پہلے مقدمہ کا موضوع نتیجہ کا موضوع اور آخری مقدمہ کا محمول نتیجہ کا محمول ہوتا ہے

قیاسات ظنی

# قیاسات ظنی

Probable Reasoning

اس وقت تک ہم ایسے قیاسات کا ذکر کرتے رہے ہیں جنکے قضیہ بالکل منطقی طریق کے ہوتے ہیں اور اون سے جو نتیجہ نکلے وہ یقینی ہو سکتا ہے۔ لیکن استدلال کے دو طریقے ایسے ہیں جن سے جو نتائج حاصل ہوتے ہیں وہ یقینی نہیں ہوتے لیکن وہ بہت قرین قیاس ہوتے ہیں اور زندگی کے کاموں پر اثر ڈالتے ہیں وہ نتائج دو طرح کے ہوتے ہیں

سقیم

سقیم Self infirmative جنمیں ہر نیا واقعہ جو کسی قضیہ میں بیان ہوتا ہے نتیجہ کو کمزور کر دیتا ہے۔

موکد

دوسرے موکد Self Comfirmative جنمیں ہر نیا واقعہ جو کسی قضیہ میں بیان ہوتا ہے نتیجہ کو قوی کر دیتا ہے۔

**سقیم** میں ہر ایک نیا واقعہ نتیجہ کو کمزور کر دیتا ہے پس جس قدر زیادہ قضیہ اس قیاس میں ہونگے اسی قدر نتیجہ کی صداقت کم ہوتی جائیگی مثلاً

دولتمند آدمی اکثر خودکشی کرتے ہیں کیونکہ

دولتمند آدمی روپیہ کو کسی کام میں لگاتے ہیں۔

جو لوگ روپیہ کو کسی کام میں لگاتے ہیں وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔

جو لوگ نقصان اٹھاتے ہیں وہ ممکن ہے کہ سب کچھ کھو دیں۔

جو لوگ سب کچھ کھو دیتے ہیں ممکن ہے کہ اونکو افلاس ستائے۔

جو لوگ مفلسی کی تکلیف برداشت کرتے ہیں نا امید ہو جاتے ہیں

جو لوگ نا امید ہوتے ہیں وہ ممکن ہے کہ خودکشی کر لیں۔

اس لئے اغلب یہ ہے کہ دولتمند آدمی خودکشی کر لیں۔

موکد میں ہر ایک نیا واقعہ نتیجہ کو قوی کر دیتا ہے۔ ہر ایک واقعہ اوس قیاس کا مقدمہ صغریٰ بن جاتا ہے اور اُس کے مقدمہ کبریٰ اور تالی میں الفاظ غالبًا وغیرہ ہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ باورچی نے کھانا چرایا اور یہ بہانہ کیا کہ کُتا کھا گیا۔ شہادت حسب ذیل ہے:۔

(۱) باورچی خانہ کے کواڑ بند تھے۔

(۲) علاوہ کھانے کے چارہ بھی باورچی خانہ سے گم ہوی ہے جو کتا نہیں کھاتا

ان شہادتوں سے ہر ایک ایک قیاس کا مقدمہ بن سکتا ہے۔

(۱) سدھے ہوے کتے چوری نہیں کرتے۔
یہ کتا سدھا ہوا تھا۔
اس کتے نے غالبًا چوری نہیں کی۔

(۲) باورچی نے باورچی خانہ کا دروازہ ایک شخص کو بلانے کے لئے کھولا تھا۔
جس وقت وہ باورچی خانہ میں گیا ہے کتا صحن میں تھا۔
کتے نے چوری نہیں کی۔

(۳) کافی اور چارہ کتا نہیں کھاتا۔
کافی اور چارہ بھی گم ہے۔
اس لئے غالبًا کتے نے چوری نہیں کی۔

## قیاس موجز
Enthymeme

قیاس موجز ایسے قیاس کو کہتے ہیں جس میں تینوں قضیوں میں سے ایک بیان نہیں ہوتا۔ روزمرہ کی گفتگو میں استدلال اسی طریقے سے کیا جاتا ہے۔ تینوں قضیئے با ترتیب تو صرف اوس صورت میں بیان کئے جاتے ہیں جبکہ استدلال منطقی طریقے سے کیا جائے قیاس موجز

(۱) بادشاہ فانی ہیں کیونکہ وہ انسان ہیں۔
کبرےٰ تمام انسان فانی ہیں محذوف ہے۔
(۲) بادشاہ فانی ہیں جیسے کہ سب لوگ ہیں۔
صغرےٰ بادشاہ انسان ہیں محذوف ہے۔
(۳) تمام انسان فانی ہیں۔ اور بادشاہ انسان ہیں۔
نتیجہ بادشاہ فانی ہیں محذوف ہے۔

بعض دفعہ صرف ایک فقرہ قیاس کا کام دیتا ہے وہ قانع نہیں ہے لہذا قیاس نہیں ہے اگر ایک مقدمہ اور نتیجہ معلوم ہو تو قیاس موجز کا پورا قیاس بنا لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ حدود صغرےٰ و کبرےٰ تو نتیجہ سے معلوم ہو جاتی ہیں اور حد اکبر مقدمہ سے پس جو مقدمہ بیان نہیں ہوا ہے وہ آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے اور اگر صرف مقدمات ہوں اور نتیجہ بیان نہ ہو تو یہ پہچاننا کہ کون صغرےٰ ہے اور کون کبرےٰ ذرا مشکل بات ہے عموماً پہلا فقرہ کبریٰ اور دوسرا صغرےٰ ہوتا ہے۔ موضوع نتیجہ صغرےٰ مقدمہ ثانی میں اور محمول نتیجہ کبرےٰ مقدمہ اول میں آتا ہے۔

قیاس خلف

## قیاس خلف

قیاس خلف وہ قیاس مرکب ہے جسمیں مطلوب کا اثبات نقیض مطلوب کے ابطال سے کیا جاتا ہے

قیاس خلف ہمیشہ کم از کم دو بسیط قیاسوں سے بنتا ہے۔

(۱) اقترانی شرطی (۲) استثنائی متصل

اگر کمرہ روشن نہ ہوگا تو تاریک ہوگا اور
اگر کمرہ تاریک ہوگا تو خوفناک ہوگا۔
تو جب کمرہ روشن نہ ہوگا تو خوفناک ہوگا۔
لیکن کمرہ خوفناک نہیں ہے اس لئے کمرہ روشن ہے۔

اگر کسی مثلث کے دو زاویہ آپس میں برابر ہوں تو اون زاویوں کے سامنے کے ضلعے آپس میں برابر ہونگے

فرض کرو کہ ا ب س ایک مثلث ہے اور اوسکے زاوے ا ب س اور ا س ب آپس میں برابر ہیں تو ضلعے ا س اور ا ب بھی آپس میں برابر ہونگے۔

اگر ا س اور ا ب آپس میں برابر نہ ہوں تو اون میں ایک دوسرے سے بڑا ہوگا

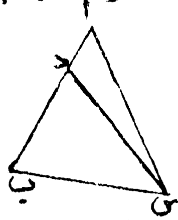


فرض کرو کہ ا ب بڑا ہے ا س سے ا ب میں سے ب د برابر اوسکی کاٹ لو اور س د ملاؤ۔ اب چونکہ مثلث د ب س اور ا س ب میں د ب برابر ہے ا س کے اور ب س دونوں میں مشترک ہے یعنے دو ضلعے د ب اور ب س ایک مثلث کے الگ الگ برابر ہیں دوسرے مثلث کے دو ضلعوں ا س اور س ب کے اور زاویہ د ب س برابر ہے زاویہ ا س ب کے اس لئے قاعدہ د س برابر ہے قاعدہ ا ب کے اور مثلث د ب س برابر ہے مثلث ا س ب کے شکل (۴) یعنے چھوٹا مثلث برابر ہے بڑے مثلث کے اور یہ بات صاف غلط ہے اس لئے ا ب اور ا س نا برابر نہیں ہیں یعنے ا س برابر ہے ا ب کے اور یہی ثابت کرنا تھا اسواسطے اگر کسی مثلث کے دو زاویہ الخ

## قیاس مساوات

قیاس مساوات

قیاس مساوات ایسے قیاس مرکب کا نام ہے جو کم سے کم ایسے تین قضیوں سے بنتا ہے جسمیں پہلے قضیہ کے محمول کا متعلق دوسرے قضیہ کا موضوع ہوتا ہے

(۱) ا برابر ہے ب کے　　　ب برابر ہے ج کے

برابر کا برابر برابر ہوتا ہے　　　لہذا ا برابر ہے ج کے

(۲) ا بڑا ہے ب سے　　　ب بڑا ہے ج سے

بڑے سے بڑا بڑا ہوتا ہے　　　لہذا ا بڑا ہے ج سے

(۳) ا برابر ہے ب کے　　　ج برابر ہے د کے۔

برابر اشیاء پر اگر برابر اشیاء زیادہ کی جائیں تو مجموعے بھی برابر ہوتے ہیں لھذا

ا + ج = ب + د

(۴) ا برابر ہے ب کے ج برابر ہے د کے۔

برابر اشیاء میں سے اگر برابر اشیاء منہا کی جائیں تو بقایا بھی برابر ہوتا ہے لہذا

ا - ج = ب - د

قیاس مساوات میں اگر آخری مقدمہ صحیح ہو تو نتیجہ صحیح نکلتا ہے۔ ورنہ غلط

(۵) ا آدھا ہے ب سے ب آدھا ہے ج سے

آدھے کا آدھا آدھا ہوتا ہے غلط ہے۔

لھذا ا آدھا ہے ج کا غلط ہے۔

(۶) مقام ا مقام ب کے مشرق میں ہے۔

مقام ب مقام ج کے مشرق میں ہے۔

لھذا مقام ا ج کے مشرق میں صحیح ہے۔

اس قسم کے قیاسات میں قواعد قیاس سے نہیں بلکہ خبروں کے باہمی تعلقات سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔

# اشعار

استقراء

# استقراء

اس وقت تک ہم صرف قیاس کا حال بیان کرتے رہے ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ کیا کیا شرایط ہیں جن سے مقدمات معلومہ سے صحیح طور پر نتائج معلوم ہو سکتے ہیں لیکن یہ سوال باقی رہتا ہے کہ خود وہ مقدمات کس طرح مقرر ہوئے۔ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک قیاس کے مقدمات دوسرے سے ثابت ہوتے ہیں جس کو **قیاس متقدم** (قیاس متقدم)
"Prosyllogism" کہتے ہیں اور پھر اس کے مقدمات ایک اور دوسرے سے علیٰ ہذا القیاس لیکن یہ سلسلہ نا متناہی طور پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم کو آخر کار ایسے مقدمہ تک پہونچنا چاہیے جس کا ثبوت دوسرے عام قضایا سے نہیں بلکہ تجربات اور بدیہات سے ملتا ہو۔ مثلاً بادشاہ فانی ہیں اس کا ثبوت ایک دوسرے عام تر قضیہ سے ملتا ہے کہ انسان فانی ہے اور اس کا ثبوت اس سے زیادہ ایک اور عام تر قضیہ سے کہ تمام اجسام آلیہ ایک مدت معین کے بعد فنا ہو جاتے ہیں" لیکن یہ آخری قضیہ کہ "تمام اجسام آلیہ ایک مدت معین کے بعد فنا ہو جاتے ہیں۔" کیونکر ثابت ہوا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہم نے خود اپنے تجربہ سے دریافت کی ہے کیونکہ ہم برابر دیکھتے ہیں کہ درخت جانور اور دیگر اجسام آلیہ مرتے رہتے ہیں۔ (منطق استقرائی) مشاہدے اور تجربے کے ذریعے سے قدرتی حالات کا دریافت و تحقیق کرنا جن سے ایسے تصدیقات عامہ صحیح صحیح دریافت ہو سکیں۔ منطق استقرائی کا کام ہے۔ لفظ **استقرا** Induction ایک تو وہ طریقہ عمل ظاہر کرتا ہے جس سے تصدیقات عامہ دریافت کئے جاتے ہیں اور دوسرے ان تصدیقات پر بھی دلالت کرتا ہے جو اس طرح حاصل ہوتے ہیں لہذا جب طریقہ عمل کا ذکر ہو تو استقرا سے مراد یہ ہے کہ مشاہدہ حقایق نفس الامر سے تصدیقات عامہ کا معلوم کرنا یعنے استقرا ایک ایسا قضیہ یا تصدیق ہے جو مشاہدہ و تجربہ کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے۔

استقرا اور تعریف میں فرق

تم جانتے ہو کہ تصدیق اور چیز ہے اور کسی شئے کی تعریف یا اوس کا تصور ذہنی اور شے ہے مثلاً

یہ کہنا کہ "مثلث ایک ایسی شے ہے جس کے تین ضلعے ہوں" کوئی قضیہ یا تصدیق نہیں ہے اور اوس کو طریق عمل سے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ یہ صرف ایک تعریف ہے یا یہ بیان ہے کہ ایسی ایسی شکل ایسے ایسے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ "مثلث کے تینوں اندرونی زاویہ دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں" یا حرارت جب نقطۂ علیان تک پہونچ جائے تو مہلک ہوتی ہے"۔ الفاظ کے معنے ظاہر کرنا نہیں ہے بلکہ واقعات نفس الامر کا مسئلہ ہے یہ تجربہ سے ثابت یا بطلان کیا جا سکتا ہے یہ طریق عمل ہمیشہ استقرائی ہوتا ہے اور جو نتیجہ تجربہ سے حاصل ہو وہ تصدیق یا قضیہ کہلاتا ہے۔ اس طرح ایک تصدیق یا قضیہ وہ ہے جس کی صحت مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہو۔

استقرا کے قسمیں

(۲) ایک حقیقت تو وہ ہے جو اشیا یا واقعات کا بالانفراد مشاہدہ یا تجربہ کرنے سے معلوم ہوتی ہے جیسے احمد نماز پڑھتا ہے۔ محمود نماز پڑھتا ہے وغیرہ دوسری حقیقت وہ ہے کہ ایک قسم کے بہت سے افراد کا علیحدہ علیحدہ مشاہدہ یا تجربہ کر کے ایک حکم بطور قاعدہ کلیہ لگایا جائے۔ احمد نماز پڑھتا ہے۔ محمود نماز پڑھتا ہے۔ عمر بکر زید نماز پڑھتے ہیں۔ اس سے کلیتاً یہ نتیجہ نکالا کہ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ اسی کو **قضیہ کلیہ** کہتے ہیں۔

اس جماعت کے تمام طالب علم سولہ برس کی عمر سے زیادہ کے ہیں۔ اس بیان پر اس وقت اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ پہلے تمام جماعت کے طلبا میں سے ایک ایک کی عمر جانچ لی جائے۔ اب یہ قضیہ لو تمام اجسام آلیہ فانی ہیں اس کا ثبوت ہر ایک جسم آلیہ کو مشاہدہ کرنے سے نہیں مل سکتا۔ بلکہ اجسام آلیہ کی فطرت کے امتحان کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اجسام آلیہ اور موت میں تعلق ہے یہ دونو قضیہ کلیہ ہیں

قضایا کلیہ دریافت کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ ہر بار اشیاء یا واقعات کے فرداً فرداً مشاہدے یا تجربہ کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ طریقہ تحقیقات کے لحاظ سے **استقرا** اشیاء اور واقعات کے متعلق ضروری اور کلی خواص دریافت کرنے کا نام ہے استقرا یہ بھی دریافت کرتا ہے کہ ان خواص میں باہم کیا علاقہ ہے اور اون کے ضروری شرائط دریافت کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ اون خواص کی بہت سی امثلہ کا امتحان کیا جائے لیکن تحقیقات کا انحصار مثالوں کی تعداد پر نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بیس مثالوں کا امتحان کرنے سے کوئی قرین قیاس نتیجہ نہ پیدا ہو اور ایک مثال ایسی مل جائے کہ ضروری تعلقات واضح ہو جائیں تو وہ سب سے بہتر ہو گی۔ اکثر حقیقتوں کے دریافت کرنے میں بہت سے تجربے کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اون کا انحصار تجربہ کی عمدگی پر ہے مثلاً اس امر کی تحقیقات کے لئے کہ اکسیجن (حموضیہ) اور ہائڈروجن (مائیہ) کے ملنے سے پانی بنجاتا ہے ایک ہی عمدہ تجربہ کافی ہے۔

استقرا تام و استقرا ناقص

استقراء کی دو قسمیں ہیں **استقرا تام** Complete Induction اور **استقرا ناقص** Incomplete Induction۔ استقرا تام سے یہ مراد ہے کہ کسی واقعہ خاص کے بہت سے تجربے کرکے کوئی قاعدہ کلیہ دریافت کیا جائے۔ اور استقرا ناقص سے یہ مراد ہے کہ کوئی قاعدہ کلیہ چند مثالوں کو دیکھ کر فرض کر لیا جائے۔ پہلی صورت کو تام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کوئی قاعدہ کلیہ اس وقت تک یقینی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اس واقعہ کی ہر ایک صورت پر صادق نہ آئے۔ اور جس قضیہ کے متعلق یہ یقین نہ ہو کہ ہر ایک حالت پر صادق آئے گا وہ صرف ممکن ہے۔ کسی قاعدہ کلیہ کی صداقت کا امکان اون حالتوں کے تناسب ہوتا ہے جن پر اوس قاعدہ کو آزمایا گیا ہو اور وہ صادق آیا ہو۔

استقرا کی ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ استقرا کے ذریعہ سے جس قضیہ پر پہونچیں وہ مشاہدہ اور تجربہ سے صحیح ثابت ہو۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ ایک مثلث کے تین ضلعے ہوتے ہیں یہ کلیہ مثلث کے تصور میں داخل ہے اور مثلث کے خیال سے اخذ کیا گیا ہے دوسرا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حرارت اجسام کو پھیلا دیتی ہے یہ قاعدہ حرارت اور اجسام کے باہمی تعلق کے تصور سے اخذ نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ کلیہ ہم کو ہمارے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اور اگر کوئی شخص اعتراض کرے تو اوس کو تجربوں سے سمجھانا پڑیگا۔ اس عمل کا نام استقرا ہے۔ ایک استقرائی کلیہ ایسا کلیہ ہے جو اس وجہ سے تسلیم نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ دوسرے عام تر کلیوں سے اخذ کیا گیا ہے بلکہ اس لئے کہ وہ حقیقت ہمارے مشاہدے اور تجربوں سے ثابت ہوی ہے۔

*ثبوت استقرائی اور ثبوت استخراجی*

غرض ایک استقرائی ثبوت ایسا ثبوت ہے جو واقعات نفس الامر کی تحقیقات سے ثابت ہو اور استخراجی ثبوت ایسا ثبوت ہے جو عام تر کلیات سے ثابت ہو۔ الحاصل منطق استقرائی میں یہ تحقیقات کی جاتی ہے کہ واقعات اور واردات کو مشاہدہ کرکے قوانین قدرت کس قسم کی دلیل سے اخذ کر سکتے ہیں۔

*منطق استقرائی کے ابتدائی مراحل مشاہدہ*

منطق استقرائی کے ابتدائی مرحلے چار ہیں۔

**ابتدائی مشاہدہ** یعنے جس امر کی تحقیقات کرنی ہے اس کا کچھ علم مشاہدہ اور تجربے کے ذریعہ سے حاصل کیا جائے۔ یہ علم حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں اوس کو سائنس نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ ایسے واقعات کا علم ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اور نہ تو ان کے ذریعہ سے دوسرے واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں اور نہ تجربے سے پہلے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ان سے کیا ظہور میں آئیگا

*قیاس*

**قیاس قائم کرنا۔** ہم نے جو کچھ مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے اون کے متعلق قیاساً ایک قاعدہ کلیہ قائم کرتے ہیں۔

*دلیل استخراجی*

**دلیل استخراجی۔** جو قاعدہ کلیہ قائم کیا ہے اون کا خاص خاص واقعات پر امتحان کرکے نتیجے نکالتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اگر ہمارا قانون کلیتہً صحیح ہے تو ان واقعات

سے نتائج مفروضہ حاصل ہوں گے۔

تصدیق

**تصدیق** جو واقعات پہلے ہم بیان کر چکے ہیں اونکا ان مستخرجہ نتائج سے مقابلہ کرتے ہیں اور جہاں ممکن ہوتا ہے نئے مشاہدہ اور نئے تجربے بھی کرتے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہمارا قیاس اصلیت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ہم کو چند ایسی مثالیں ملیں کہ ہمارا قاعدہ مشاہدہ اور تجربوں سے مطابقت نہ کرے تو قیاس غلط ہے اور ضرور ہے کہ ہم دوسرا قیاس قائم کریں یا پہلے قیاس میں کچھ ترمیم کریں اور جب ہمارا مفروضہ قاعدہ کلیہ مختلف حالتوں اور مختلف زمانوں میں واقعات قدرت سے ایسا مطابق ہو کہ ہم اوس کے ذریعہ سے پیشین گوئی تک کرسکیں تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ قیاس مفروضہ ایک صحیح قانون کلیہ ہے ایسے قیاس کو **قیاس مصدق** کہتے ہیں۔

قیاس مصدق

واقعات عالم پر مشاہدوں اور تجربوں کی مدد سے نظر ڈالکر جب ہم کسی قیاس کو تسلیم اور کسی کو رد کرتے ہیں۔ تو ایسے واقعہ کو **دلیل قاطع** کہتے ہیں کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں امر قابل تسلیم ہے اور بحث منقطع ہو جاتی ہے اسی طرح جس تجربے سے کوئی ایک قیاس مسلم اور دوسرا مسترد ہو جاتا ہے **تجربہ قاطع** کہلاتا ہے۔

دلیل قاطع

تجربہ قاطع

**استقراء** استدلال ہے عام کا خاص سے یعنے جو حکم جزئیات پر صادق آتا ہے وہ دلیل استقرائی کی رو سے اوس کلی پر بھی صادق آتا ہے جو اون جزئیات سے بنتی ہے۔ مثلاً ہم نے ایک روپیہ ایک اشرفی ایک پتھر ایک کاغذ کا ٹکڑا۔ ایک روئی کا گالا بلندی سے زمین کی طرف پھینکا اور سب زمین پر آرہے تو ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ تمام اجسام مادی زمین پر گرتے ہیں۔ اب ہلکی اور بھاری چیزوں کو ملاکر پھینکا اور ہر دفعہ یہ دیکھا کہ ہلکی چیزیں بہ نسبت بھاری چیزوں کے دیر سے زمین پر گرتی ہیں تو ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ بھاری چیزیں زیادہ سرعت سے زمین کی طرف گرتی ہیں۔ اس کے بعد دس بارہ تجربے اس طرح کئے کہ کسی مکان کی ہوا خارج کر کے ہلکی اور بھاری چیزوں کو زمین پر پھینکا تو

ہمیشہ یہ دیکھا کہ وہ دونوں ایک ساتھ زمین پر گریں اس سے ہم نے یہ کلیہ قائم کیا کہ ہلکی چیزوں کو ہوا زمین پر گرنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور اگر ہوا نہ ہو تو ہلکی اور بھاری چیزیں ایک ساتھ زمین پر گرینگی۔

## مشاہدہ
## Observation

مشاہدہ

جب واقعات جزئی سے کلی کی طرف استدلال کیا جائے تو بعض وقت اس استدلال میں ایسا ثبوت قطعی موجود نہیں ہوتا جو مفید یقین ہو لیکن تاہم اوس میں صداقت کا کم یا زیادہ غلبہ ہوتا ہے ایسے استدلال کو **استدلال ناقص** کہتے ہیں۔

مشاہدہ استدلال ناقص کو استدلال تام بنا دیتا ہے

یہ استدلال استقرائی نہیں ہوتا بلکہ قیاسی ہوتا ہے۔ اس قسم کے نتیجہ کی تصدیق اگر بعد میں کسی طریقہ استقراء کی رو سے ہو جائے تو وہ **استقراء تام** کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے ایسے استقراء کا انحصار جمہور انام کی مشاہدے اور تجربے کی بناء پر ہوتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ حبشی جاہل اور تند خو ہوتے ہیں ایسا قیاس ہے جو کافی مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی نہیں ہے اور ممکن ہے کہ بعض حبشی عالم اور حلیم بھی ہوں لیکن یہ کہنا کہ تمام بنی نوع انسان میں قوت ناطقہ موجود ہے بالکل درست ہے کیونکہ یہ قیاس تمام جمہور کے مشاہدے پر مبنی ہے

تجربہ اور مشاہدہ ہی ہم کو اس قابل بناتا ہے کہ ہم جزئی واقعات کی کیفیت اور اون کے باہمی تعلقات کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں صحیح مشاہدہ علمی تحقیقات کا پہلا قدم ہے مشاہدہ کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ حواس کے ذریعہ سے کوئی ادراک ذہن میں پیدا ہو بلکہ علمی مشاہدہ اس سے کچھ زیادہ ہے اور اوس میں بہت بڑی حد تک تصدیق و استنتاج کے ذہنی اعمال شامل ہوتے ہیں۔ علمی مشاہدہ میں فکر کو برابر کام میں لانا پڑتا ہے جس سے آلات حس کی بھی ترتیب ہوتی ہے ساتھ ہی ذہنی قوا بھی ترقی پاتے ہیں جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں بے شمار ادراکات حاصل ہوتے ہیں لیکن ہم صرف اون ہی کو انتخاب

مشاہدہ میں غلطی کے وجوہ

کرتے ہیں جن پر غور وفکر کرنا ہمارے مقصد کے معلوم کرنے میں مفید ہوگا۔

اکثر وجوہ ذیل سے مشاہدے میں غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔

(۱) مشاہدات کامل توجہ سے نہیں کئے جاتے

(۲) موقعہ مشکل ہوتا ہے اور مشاہدہ کامل طور سے نہیں ہو سکتا۔

(۳) مشاہدہ کے لئے عمدہ سامان اور آلات ضروری موجود نہیں ہوتے۔

(۴) مشاہدہ کرنے والے کے ذہن میں پہلے سے ایک مسئلہ درجۂ یقین تک پہونچا ہوا ہوتا ہے اور وہ مظاہر کے صرف انہی رخوں پر غور کرتا ہے جو اوسکی معتقدات کے مطابق ہوں درانحالیکہ یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ مظاہر قدرت کے اون رخوں کو زیادہ تحقیق اور تدقیق کی نظر سے دیکھیں جن سے ہمارے اعتقاد کے خلاف شہادت بہم پہونچتی ہے اور جو غلط خیال مدت سے ذہن نشین چلا آیا ہے اوس کی اصلاح کریں۔ کسی پرانے مسئلہ کا دل سے نکال ڈالنا ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ نئے مسئلے کو قائم کرنا۔ طبیعت انسانی کا یہ میلان ہے کہ اپنے موافق منشا مثالوں کو چن لیتی ہے اور خلاف طبع کو نظر انداز کر دیتی ہے تعصب ناموافق مثالوں کو حقارت سے دیکھتا ہے اون میں کوئی نہ کوئی نقص نکالتا ہے تمام توہمات باطلہ کی یہی کیفیت ہے مثلاً جو لوگ وقتوں کے سعد و نحس کے قائل ہیں وہ صرف اون مثالوں کو لیں گے جو اون کے نزدیک نحس اوقات میں کام کرنے سے خراب ہوئیں۔ لیکن اون بے شمار مثالوں کو نظر انداز کر دینگے جو اوسی وقت میں بار آور اور کامیاب ہوئیں۔

## استدلال تمثیلی

Analogy

استدلال تمثیلی

جب دو چیزیں یا واقعے بعض خواص یا کیفیتوں میں مشابہ ہوں تو قیاس کیا جاتا ہے کہ دوسرے خواص یا کیفیتوں میں بھی مشابہت رکھتے ہونگے مثلاً مریخ زمین سے

اکثر امور میں مشابہت رکھتا ہے تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ زمین کی طرح آباد بھی ہوگا

تمثیل

**تمثیل** دو واقعات یا اشیاء میں تعلقات یا خواص کی مشابہت کا نام ہے جب دو چیزیں ایک یا ایک سے زیادہ لحاظوں میں باہم یکساں ہوں تو وہ غالبًا ایک ہی طرح کی ہیں اور جو حکم اون میں سے ایک پر صادق آتا ہے۔ غالبًا وہی حکم دوسری پر بھی صادق آئے گا۔

دو شخص اوضاع و اطوار اخلاق و عادات میں بہت مشابہت رکھتے ہیں اون میں سے ایک شخص ایک معاملہ میں خاص طرح کا عمل کرتا ہے تو ہم قیاس کرتے ہیں کہ دوسرا بھی اسی طرح عمل کرے گا۔ تمثیل میں پہلی چیز کو **اصل** دوسری کو **فرع** اور خواص مشترکہ کو **علت جامع یا وصف** کہتے ہیں۔

اگر دو چیزوں یا واقعات میں مشابہتیں زیادہ ہوں تو قیاس کیا جاتا ہے کہ دوسرے خواص بھی موجود ہونگے اور اگر اختلاف زیادہ ہے تو دوسرے خواص کی عدم موجودگی کا قیاس غالب ہے۔ چونکہ انسانوں کی جسمانی ساخت اور اعضاء کے عمل یکساں ہیں اسی لئے کسی خاص مرض میں جو دوا ہزاروں آدمیوں کو مفید ثابت ہو چکی ہے۔ زید کو بھی فائدہ کریگی۔

دلیل تمثیلی پر کاروبار دنیا کا انحصار ہے

دنیا کے کاروبار اسی دلیل پر چلتے ہیں۔ سوداگر ذرا سی بانگی دیکھکر سارے سامان کا سودا کر لیتے ہیں۔ دسترخوان پر جو چیزیں چنی ہوی ہیں۔ ہم بلا تکلف کھا لیتے ہیں کیونکہ رنگ و بو میں وہ اون اشیاء سے مشابہہ ہیں جو ہم پہلے کھا چکے ہیں اور اس سبب سے ہم نے قیاس کر لیا کہ دوسرے خواص میں بھی وہ اون ہی کی طرح صحت بخش ہوں گی روپوں پر ٹھپا دیکھکر ہم قیاس کر لیتے ہیں کہ یہ کھرے ہیں۔ لیکن دلیل تمثیلی کی ہدایت ہمیشہ معتبر نہیں ہوتی۔ سینکڑوں کھوٹے روپیہ کھرے روپوں کے ساتھ چلتے ہیں مفید پھلوں کے دھوکے میں لوگ مضر صحت پھل کھا لیتے ہیں۔ دوسری مشکل

یہ ہے کہ دلیل تمثیلی میں غلطی سے محفوظ رہنے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے سوائے اسکے کہ جہاں تک ممکن ہو مشابہتیں زیادہ تلاش کی جائیں اور صرف خفیف مشابہتوں پر بھروسہ نہ کیا جائے۔

دلیل تمثیلی میں غلطیاں

بعض دفعہ اسباب اور علتوں کی توجیہہ میں غلطی ہو جاتی ہے اور وہ نتائج جنکی امید کی جاتی تھی نہیں نکلتے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کمل اوڑھ لے تو اوس کا جسم گرم ہو جاتا اور پسینہ آنے لگتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ کمل جسم کو حرارت پہونچاتا ہے اور اس سبب سے وہ قیاس کرتا ہے کہ اگر برف پر کمل لپیٹ دیا جائے تو کمل کی حرارت سے برف پگل جائیگی۔ لیکن اس کے برخلاف وہ پگلنے سے محفوظ رہتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ کمل فی نفسہ کسی جسم کو حرارت نہیں پہونچاتا بلکہ ایک جسم کی حرارت دوسرے جسم میں منتقل نہیں ہونے دیتا۔ اس سبب سے جب جسم انسان کی حرارت ہوا میں منتقل نہیں ہوتی تو جسم گرم ہو جاتا ہے اور جب ہوا کی حرارت برف میں منتقل نہیں ہوتی تو برف محفوظ رہتی ہے۔

دلیل تمثیلی کی توجیہہ ناقص ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی قاعدہ ایسا معلوم ہو جائے جو اس توجیہہ کی حقیقت وکیفیت بیان کردے تو اوس کی پوری توجیہہ ہو جائے گی۔ کونین زید کے بخار کو فائدہ کرے گی کیونکہ ہزاروں آدمیوں کے بخار کو رفع کر چکی ہے۔ یہہ دلیل تمثیلی ہے لیکن جب یہہ معلوم ہو جائے کہ کونین ملیریا بخار کے جراثیم کو فنا کر دیتی ہے اور زید کا بخار ملیریا ہے تو اوسکی کامل توجیہہ ہو گئی۔

دلیل تمثیلی اگرچہ توجیہہ نہیں ہے تاہم توجیہہ کے قواعد عامہ دریافت کرنے کی طرف ایماء کرتی ہے کیونکہ جب کسی شے یا کسی واقعہ میں کامل مشابہت ایسے اشیا یا ایسے واقعات سے دیکھتے ہیں جن سے ہم واقف ہیں تو ہمارا ذہن یہ کوشش کرتا ہے کہ معلومہ اصول کو بڑھائے اور نئے واقعات و اشیاء کو اوس کی تحت میں لائے۔ اس طرح

نامعلوم اور غیر موجبہ واقعات قواعد معلومہ کے تحت میں آتے ہیں۔ عالم نباتات اور عالم حیوانات میں غذا کو ہضم کرنے اور اپنا مثل پیدا کرنے اور دوسرے اس طرح کے مسائل میں موافقت اور تشابہ پایا گیا اور ایک کی توجیہہ دوسرے سے ہوئی۔

یہ سچ ہے کہ جب چیزیں فی نفسہ یکساں ہوتی ہیں تو اون کے اثرات بھی یکساں ہوتے ہیں یعنے یکساں علتوں سے ہمیشہ یکساں معلول پیدا ہوتے ہیں لیکن مشکل یہ جاننا ہے کہ علتیں یکساں کب ہیں اور کب نہیں اور اس کے لئے معمول سے زیادہ عقل اور قوی استدلال کی ضرورت ہے اور ایسے قواعد عامہ دریافت کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ جن سے یہ معلوم ہو کہ خاص خاص حالتوں میں کون کون سے امور وقوع میں آئیں گے۔ جن امور کے متعلق یہ یقینی طور پر تحقیق ہو جائے کہ وہ ہمیشہ فلاں حالتوں میں واقع ہوتے اور فلاں اسباب سے پیدا ہوتے ہیں تو اون کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قانون قدرت کے موافق ہیں جب کوئی قانون قدرت بہت سی چیزوں پر صادق آئے تو اوسے **کلیہ** کہتے ہیں ایسے ہی کلیات کے مجموعہ کا نام **سائنس** ہے۔ کلیہ

قوانین قدرت کے متعلق منطق ہم کو دو چیزیں سکھاتی ہے ایک تو یہ کہ اون کو کیونکر دریافت کریں اور دوسرے یہ کہ جب قوانین قدرت دریافت ہو جائیں تو دلیل میں اون کو کیونکر استعمال کریں۔ قانون قدرت

منطق استقرائی کے ذریعہ سے ایسے قوانین عامہ دریافت ہوتے ہیں جو بہت سے جزئیات پر صادق آتے ہیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ بادل پانی برف اولے شبنم کہر یا لا سب پانی کے بنے ہوئے ہیں جو ہوا سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے تو ہم تحقیقات سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ مرطوب ہوا جب ایک خاص درجہ تک ٹھنڈی کی جائے تو اوس سے پانی کے خطرے پیدا ہو جاتے ہیں اور ہم پر یہ امر منکشف ہو جاتا ہے کہ ان سب چیزوں کی بننے کی علت ایک ہی ہے۔

جب ہم کو کوئی قانون قدرت (کلیہ) معلوم ہو جاتا ہے تو ہم کلیات سے جزئیات کی طرف دلیل کر سکتے ہیں اور اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب فلاں امر صحیح ہے تو فلاں دوسرا بھی صحیح ہوگا۔ مثلاً یہ قانون قدرت ہے کہ جو چیزیں اپنے متساوی الحجم پانی سے ہلکی ہوں وہ پانی میں تیرتی ہیں۔ جہاز اپنے متساوی الحجم پانی سے ہلکے ہوتے ہیں لہذا یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہے کہ جہاز پانی میں تیرےگا۔

استدلال کی تعریف

اس طرح ایک قسم کے علم سے دوسرے قسم کے علم حاصل کرنے کو **استدلال** کہتے ہیں۔

مشاہدہ وتجربہ

## تعمیم
Generalization

یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ مشاہدہ وتجربہ کرنا ہی دلیل استقرائی ہے اور مزید محنت اٹھائے بغیر ہم کو قانون قدرت معلوم ہو جاتے ہیں تجربے اور مشاہدے سے تو صرف ایسے واقعات معلوم ہو جاتے ہیں۔ جنکی بناء پر ہم دلیل کر سکتے ہیں۔ مثلاً ہمارے پاس برف کے دو ٹکڑے رکھے ہیں ایک تو کمبل میں لپٹا ہوا ہے اور دوسرا کھلا پڑا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ جو ٹکڑا کھلا ہوا ہے جلدی جلدی پگل رہا ہے اور لپٹا ہوا آہستہ آہستہ پگلتا ہے۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ کمبل سے لپٹی ہوی برف ہمیشہ آہستہ آہستہ پگلتی ہے تو یہ دلیل استقرائی تو ہے لیکن ہر حالت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر اردگرد کی ہوا نقطۂ انجماد سے زیادہ سرد ہو تو کوئی سی برف بھی نہیں پگلے گی۔ غرض تجربہ سے صرف واقعات معلوم ہوتے ہیں اور بڑی احتیاط سے تحقیقات کرنے کے بعد ہم کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ایسے ہی واقعات پھر کن کن حالتوں میں ظاہر ہونگے۔ عام قانون قدرت یہ ہے کہ یکساں علل واسباب یکساں معلول ونتائج پیدا کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ علل واسباب واقعی

یکساں ہوں یہ نہیں کہ اون میں صرف ظاہری تشابہ پایا جائے اور در اصل ان میں اختلاف ہو۔ تجربہ کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ صحیح صحیح یہ دریافت ہو جاتا ہے کہ کسی واقعہ کے مقدمات یا حالات گردوپیش کیا ہیں۔ اور مقدمات و حالات میں تغیر و تبدل کرکے یہ دریافت کرلیتے ہیں کہ کوئی نتیجہ پیدا کرنے کے لئے ان میں سے کون کون سے لازمی ہیں اور کون کون سی نہیں۔ اور پورے طور پر ہم کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ فلاں نتائج فلاں فلاں اسباب اور حالات سے پیدا ہوتے ہیں تو ہم یہ پیشین گوئی کرسکتے ہیں کہ جب کبھی ایسی علل و اسباب اکھٹا ہونگے تو ایسے ہی نتائج ظہور میں آئیں گے۔

تجربہ اور مشاہدہ سے قوانین قدرت دریافت کرنے کے لئے عمل تعمیم کیا جاتا ہے

عمل تعمیم

**عمل تعمیم** سے مراد ہے خاص خاص حالتوں کو دیکھکر قانون عامہ اخذ کرنا یعنے یہ نتیجہ نکالنا کہ جو حقیقت ہم نے ان چند چیزوں کی معلوم کی ہے یہی حقیقت اس تمام جنس یا جماعت کے کلی افراد کی ہے جس میں یہ چیزیں داخل ہیں۔

اس عمل کو صحیح صحیح کرنے کے لئے بڑی ہوشیاری اور احتیاط کی حاجت ہے اگر اشیاء صرف چند خواص میں باہم مماثل ہوں تو کوئی قاعدہ کلیہ قائم کرنے سے پہلے بہت سی مثالوں کا مشاہدہ یا تجربہ کرنا چاہئے۔ قبل ازیں کہ یہ نتیجہ نکالا جائے کہ یہ اشیاء دوسرے خواص میں بھی بالکل مشابہ و مماثل ہیں۔

قواعد کلیہ دریافت کرنا

چھت پر سے چند پتھر زمین کی طرف پھینکو سب نیچے ہی کی طرف گرینگے لکڑی کے ٹکڑے پھینکو وہ بھی نیچے آجاینگے روئی کے گالے اور کاغذ کے ٹکڑے بھی آہستہ آہستہ زمین پر آرہیں گے۔ جامد اشیاء کو چھوڑ دیا پانی جیسی سیال چیزیں یہ بھی آخر زمین پر گر پڑتی ہیں۔ پانی کے قطرے ابر بنکر ہوا میں اڑتے ہیں لیکن آخر کار زمین پر آجاتے ہیں اور تو اور اگر کسی مقام پہ خلا ہو تو

وہاں بھی چھت زمین پر آ رہتی ہے۔ دھواں بھاپ اور خاک کے ذرّوں کو ہوا بہت سہارا دیتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ نیچے نہیں آتے بلکہ اوپر اڑتے ہیں۔ لیکن آخر کار یہ بھی زمین پر ہی آ رہتے ہیں۔ اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ نہ صرف جامد بلکہ سیال اور غازات بھی آخر کار زمین پر گرتے ہیں ان چیزوں میں سوائے اس کے اور کوئی مشابہت نہیں ہے کہ یہ سب مادی اشیاء ہیں اور مادّے کی تعریف ان سب پر صادق آتی ہے۔ اس طرح ہم یہ کلیہ قائم کرسکتے ہیں کہ ہر قسم کی مادی اشیاء زمین کی طرف گرنے کا میلان رکھتی ہیں۔

امثال

ایک بچہ آگ سے اپنی انگلیاں جلا لیتا ہے پھر وہ اون کو آگ میں نہیں رکھتا اور ڈرتا ہے کہ آگ میں ہاتھ دینے سے جل جائے گا وجہ یہی ہے کہ وہ دوسری آگ کو بھی ویسا ہی قیاس کرتا ہے جیسی کہ پہلی تھی۔ جس نے اس کا ہاتھ جلا دیا تھا اور یہی عمل تعمیم ہے اگرچہ بچہ جانتا بھی نہیں کہ عمل تعمیم کیا ہوتا ہے؟ جو حالتیں ہم نے مشاہدہ یا تجربہ کی ہیں اون پر ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ جو بات ان حالتوں میں حق ثابت ہوگئی ہے وہ اس طرح کی تمام حالتوں میں حق ہے۔ خواہ وہ حالتیں گزر گئی ہوں یا موجود ہوں یا آئندہ آنے والی ہوں اور خواہ کسی قدر زیادہ کیوں نہ ہوں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایسی صورتوں میں نتیجہ کی نسبت اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے کہ غالباً ایسا ہوگا اور جس قدر زیادہ مثالیں اوس کی موافق پائے جائیں اسی قدر نتیجہ کا امکان زیادہ ہے۔ فرض کرو کہ اگر ایکبار ایسا ہو کہ ا کی موجودگی کے ساتھ ب کی موجودگی بھی پائے جائے تو بطور قاعدہ کلیہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ب کی موجودگی ا کی موجودگی کے ساتھ لازم ہے لیکن اگر دس بار ا اور ب ساتھ پائے

جائیں تو امکان اور زیادہ ہو جائے گا اور سو بار پائے جائیں تو امکان اور
بڑھ جائے گا لیکن نتیجہ امکان کے درجہ سے آگے نہیں بڑھتا جب تک کہ اس
قسم کی تمام حالتوں کا امتحان نہ کر لیا جائے۔ پس کسی حالت میں کسی امر کو قاعدہ
کلیہ فرض کر لینا صحیح نہیں ہے لیکن بات یہ ہے عمل تعمیم کے لئے اگرچہ یہ ضرور
ہے کہ جس قدر زیادہ بار اس کا امتحان ہوا ہو۔ اسی قدر اس قاعدے کی صداقت
زیادہ ظاہر ہو گی لیکن قاعدہ کلیہ اخذ کرنا صرف شمار اور گنتی ہی پر منحصر
نہیں ہے بلکہ اشیا یا مظاہر قدرت کی حقیقت اور نیچر کا دریافت کر لینا بھی ہے
اور جب کسی شے کا امتحان کرتے یا کسی مظہر قدرت کو دیکھتے ہیں تو اگرچہ یہ ایک
انفرادی صورت ہوتی ہے لیکن ہمارا مطلب صرف سطحی معلومات حاصل کرنا
نہیں بلکہ باطنی کیفیت اور خاصیت کا معلوم کرنا بھی ہوتا ہے البتہ جس قدر
زیادہ غور سے اور جس قدر زیادہ بار یہ مطالعہ کیا جاتا ہے اسی قدر اندرونی
بھید اور حقایق کھلتے جاتے ہیں۔ جب ہم نے ایکبار دیکھا کہ زمین جب سورج
اور چاند کے درمیان حایل ہو جائے تو کسوف واقع ہوتا ہے اور جب چاند
زمین اور سورج کے درمیان حائل ہو تو خسوف ہوتا ہے اور علم ہیئت نے
ہمیں اس کی وجہ بھی سمجھا دی تو ہر بار ہم کسوف وخسوف کی صحیح پیشین گوئی کر سکتے
ہیں۔ آکسیجن اور ہائڈروجن کو ترکیب دیکر جب ایک بار پانی بنا لیا تو ہر بار
ہم اطمینان سے یہ عمل کر سکتے ہیں اور کبھی شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ اب کے
پانی بنے گا یا نہیں کیونکہ ہم کو گاسوں کی خاصیت معلوم ہو گئی ہے۔ غرض
جب ایک قسم کی تمام افراد کا امتحان کرکے کوئی حکم لگایا جائے یا مشاہدہ وتجربہ
سے کسی شے کے خواص یا کسی واقعہ کی نیچر معلوم کر لی جائے کہ مزید مشاہدہ
اور تجربہ کی حاجت نہ رہے تو قاعدہ کلیہ جو اس سے اخذ کیا جائے گا یقینی

اشیا یا مظاہر قدرت کی حقیقت دریافت ہونے سے قواعد کلیہ معلوم ہو جاتے ہیں

قاعدہ کلیہ کو عملاً کام میں لانا

ہوگا۔ اور اس استقراء کو **استقراء تام** کہتے ہیں۔ جب ہم اس طرح جزئیات سے کوئی قاعدہ کلیہ دریافت کرلیتے ہیں تو استدلال کا کام ختم ہو جاتا ہے اور جو کام باقی رہتا ہے وہ یہ ہے کہ انفرادی صورتوں میں اگر پھر کوئی ویسی ہی صورت پیش آئے تو اوس قاعدہ کا اطلاق اس پر کیا جائے۔ جب ہم نے تجربے سے یہ معلوم کرلیا کہ ہوا کا دباؤ پانی کو (۳۳) فٹ بلندی تک چڑھا سکتا ہے تو اب ہر بار امتحان کرنے کی حاجت نہیں بلکہ جب چاہیں اس اصول پر واٹر پمپ لگا سکتے ہیں۔ وجہ یہ کہ پانی اور ہوا کے دباؤ کی خاصیت ہمیں معلوم ہے۔ یا ایک فوج کے کسی دستے کے ایک ایک سپاہی کا طبی امتحان کرکے یہ حکم لگایا کہ اسکے سارے سپاہی تندرست ہیں۔ یہ دو نو صورتیں استقراء تام کی ہیں کیونکہ حکم مذکور اس کلی کی کل جزئیات کو ثابت ہے۔ لیکن ایسی صورت میں کہ کوی حکم کسی کلی کی تمام جزئیات کو نہیں بلکہ اکثر جزئیات کو ثابت ہو یعنے نہ اوس قسم کی تمام افراد کا مشاہدہ اور امتحان کیا گیا ہو اور نہ کوئی ایسی خاصیت معلوم ہوی ہو جو اس قسم کی تمام اشیاء میں مشترک ہو بلکہ للاکثر حکم الکل کی بناء پر کوئی قاعدہ کلیہ قائم کرلیا گیا ہو تو ایسی **تعمیم** کو **استقراء ناقص** کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اقوام کے حالات میں کوئی کتاب لکھے اور بیان کرے کہ فلاں ملک کے باشندے تندخو مغلوب الحال جاہل لیکن دیانت دار اور پابند مذہب ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ملک کے کروڑوں باشندوں کے اخلاق وعادات کی نسبت ایک حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ کثرت کی بناء پر بیان کیا گیا ہے جس میں مستثنیات ہونے ممکن ہیں اسلئے یہ استقراء ناقص ہے تمام حبشی سیاہ فام ہوتے ہیں۔ استقراء تام ہے کیونکہ ملک حبش کی آب وہوا کا خاصہ یہ ہے کہ وہاں کے باشندے سیہ فام ہوں جو سیاہ فام نہیں وہ حبشی ہی نہ ہوگا کلیہ بالکل صحیح ہے تمام حبشی جاہل ہوتے ہیں کلیہ غلط ہے مستثنیات ممکن ہیں۔

اکثر حبشی جاہل ہوں تو ہوں۔ یہ استقرا ناقص ہے۔

علت و معلول

# علت و معلول

ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت کے کاموں میں یکسانی اور توافق پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے ہم کو یقین ہے کہ پہلے جو کچھ ہو چکا ہے ویسی ہی حالتوں میں پھر واقع ہوگا۔ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیلًا[1] اگر کوئی شخص یہ بیان کرے کہ میں نے ایک سفید کوا دیکھا ہے تو اوس کے بیان کو یقین کرنے میں ہمیں تامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ ایک ہی نوع کے جانور مختلف اللون ہوتے ہیں اگرچہ اون میں سے بعض رنگ بہت ہی کمیاب ہوں لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میں نے کھجور کے درخت میں آم لگے ہوئے دیکھے تو ہم ہرگز یقین نہیں کرینگے کیونکہ ایسی ایک مثال بھی ہماری نظر سے نہیں گزری۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کھجور کا درخت جیسی آب و ہوا اور سرزمین میں پیدا ہوتا ہے وہ آم کے لئے موافق تک نہیں ہے

روابط علتی مستقل ہوتے ہیں

**قانون علت و معلول** کے یہ معنی ہیں کہ ہر واقعہ اور ہر نتیجہ کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر ایک واقعہ کسی دوسرے واقعہ سے متعلق ہے۔ اگر پہلا واقعہ جو علت کہلاتا ہے واقع ہو تو دوسرا جو معلول ہے ضرور ظاہر ہوگا اور اگر پہلا ہی نہ ہو تو دوسرا نہ ہوگا۔ اور کسی واقعہ کی صورت نہیں بدلتی۔ جب تک کہ اون واقعات سابقہ میں جو پہلے واقع ہوئے ہیں فرق نہ پڑے۔ اب اس کا عکس لو۔ ایک ہی قسم کے واقعات سے ایک ہی طرح کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ جب واقعات و حالات یکساں ہونگے تو نتائج کا یکساں ہونا ضرور ہے **قانون استقلال قدرت** کے یہی معنی ہیں یعنے علل و اسباب

[1] تم اللہ کے دستور میں کبھی تغیر و تبدل (ہوتا ہوا) نہ پاؤ گے۔

اور نتائج کا علاوہ مستقل ہے اسلئے **روابط علتی** مستقل اور کلی ہیں مثلاً اگر سورج نکلنے کے بعد کسی دن تو روشنی اور گرمی ہو اور کسی روز سردی اور تاریکی تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سورج روشنی یا گرمی کی علت ہے۔ روابط علتی ہمیشہ ضروری اور کلی ہوتے ہیں جب ہم کسی شے کو کسی دوسری شے کی علت قرار دیتے ہیں تو ہمارا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس شے سے ویسا ہی نتیجہ ہمیشہ پیدا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو علل کے دریافت کرنے کے یہ معنے ہونگے کہ علت و معلول میں کسی خاص وقت میں جو علاقہ ہے وہ دریافت کر لیا جائے اور ہم یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ یہ علاقہ کسی دوسرے وقت بھی قائم رہیگا یا نہیں۔ کسی واقعہ کا سبب وہ **مقدم** Antecedent **یا مقدمات** ہوا کرتے ہیں جن سے واقعہ ہمیشہ صادر ہوا کرتا ہے۔ مثلاً جس وقت گھنٹہ میں چھ بجتے ہیں تو سورج نکلتا ہے اس سے یہ خیال نہیں پیدا ہو سکتا کہ گھنٹے کا بجنا سورج نکلنے کی علت ہے۔ کیونکہ اگر گھنٹہ کسی دن نہ بجے تو بھی سورج ضرور نکلے گا اور اگر غلطی سے گھنٹہ آدھی رات کو چھ بجاوے تو سورج کے طلوع پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑے گا اور اس لئے ہم یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر گھنٹہ سورج نکلنے کی علت ہوتا تو ضرور تھا کہ جس وقت گھنٹہ میں چھ بجیں اسی وقت سورج نکلے۔ جو علت کہ ہمیشہ وہی معلول نہ پیدا کرے وہ در اصل علت ہی نہیں ہے۔

متعدم

مقدمات کی تعریف

وہ تمام چیزیں جن کو ہم کسی تجربہ کرنے سے پہلے باہم ترتیب دیتے ہیں یا وہ تمام حالتیں جو کسی قدرتی واقعہ سے پہلے ظہور میں آتی ہیں **مقدمات** کہلاتی ہیں اور وہ کیفیتیں یا واقعے جو اون کے بعد ظاہر ہوتے ہیں **موخرات یا تالیات** کہلاتے ہیں۔ گرم مرطوب ہوا تیز دھوپ بلند پھولے پھولے بادل اور مقیاس الہوا کے پارے کا گرنا طوفان آنے کے مقدمات ہیں۔ لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ کسی واقعہ کے ظاہر ہونے کے لئے اوس کے تمام مقدمات ظہور میں آئیں بلکہ کبھی اون میں سے دو ایک کا ہی ظاہر ہونا کافی ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کھانا کھایا اور کھانے میں گوشت

دال روٹی انڈے مٹھائی کھائی اور وہ بیمار پڑ گیا تو کھانا اوس کی بیمار پڑنے کی علت قرار دی جائیگی۔ لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں نے جو اوس نے کھائی ہیں۔ اس کو بیمار ڈالا ہو ممکن ہے کہ صرف مٹھائی نے اوس وقت اوس کے مزاج کو خراب کیا ہو۔

علت — **علت** اون تمام عوارض کے مجموعہ کو کہتے ہیں جنکی موجودگی یا عدم موجودگی کسی حادثہ کے ظہور کے لئے ضرور ہو یعنے درصورت موجودگی اون عوارض میں سے کسی کو نکال دیں اور درصورت عدم موجودگی اون میں کسی کو داخل کردیں تو اس حادثہ کے ظہور میں خلل پڑجائے ہو مثلاً کسی لکڑی میں دیا سلائی سے آگ دینا لکڑی کے جلنے کی علت خیال کیا جائیگا لیکن دراصل صرف دیا سلائی لگانا ہی لکڑی کے جلنے کی علت نہیں ہے بلکہ ہوا کے موجود ہونے اور نمی کے نہ ہونے کو بھی لکڑی کے جلنے میں دخل ہے۔ علمی تحقیقات میں یہ لازم ہے کہ اون تمام شرایط کو جن کے وجود پر حادثہ کے ظہور کا انحصار ہے ضرور شمار میں لائیں

علت مستقیم — جو علت زیادہ قریب ہو اوسکو **علت مستقیم** Direct Cause کہتے ہیں اور

علت غیر مستقیم — دوسرے اسباب شرایط کو **علت غیر مستقیم** predisposing cause کہتے ہیں۔

**علت** cause ایسا مستقل مقدم ہے کہ اگر وہ موجود نہ ہو تو **تالی** effect, یعنے معلول بھی موجود نہ ہوگا۔ consequence۔

جب ہم کو یہ یقین ہو جائے کہ فلاں حادثہ علت ہے اور فلاں معلول تو یہ ضرور ہے کہ جہاں کہیں وہ علت موجود ہوگی وہاں اس کا معلول بھی ضرور موجود ہوگا۔ بشرطیکہ اور ایسے عوارض موجود نہ ہوں جو اُس علت کے برخلاف عمل کرکر اوس معلول کو پیدا نہ ہونے دیں بعض اوقات ایک معلول چند علتوں کے بالاشتراک عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات ایک ہی معلول مختلف قسم کے علتوں سے پیدا ہوتا ہے مثلاً آگ آتشی شیشہ سے بھی پیدا ہوتی ہے اور دیا سلائی سے بھی اور چقماق

سے بھی اور قوت برقی سے بھی۔

معلولات مشترکہ

اصل علت اور آخری معلول کے درمیان چند اور اسباب بھی ہوتے ہیں مثلاً حرکت سے حرارت۔ حرارت سے توت برقی۔ قوت برقی سے قوت اتصال کیمیائی پیدا ہوتی ہے کبھی ایک علت سے وقت واحد میں چند معلولات پیدا ہوتے ہیں جو معلولات متصل اور معلولات مشترکہ کہلاتے ہیں مثلاً ایک شخص کو ضرب پہونچے جس سے اوس کو درد سر اور زخم پیدا ہو جائے تو درد سر اور زخم کی علت ضرب ہے۔

علت

علت معلول سے پہلے واقع ہوتی ہے لیکن محض کسی واقعہ کا پہلے واقع ہونا علت یا سبب ہونے کے لئے کافی دلیل نہیں ہے دن سے پہلے ہمیشہ رات ہوتی ہے لیکن دن کے ظاہر ہونے کا سبب رات نہیں ہے بلکہ رات اور دن دونوں کی آمد و رفت کی وجہ زمین کا سورج کے گرد گردش کرنا ہے۔ بعض صورتوں میں علت و معلول میں اس قدر کم وقت صرف ہوتا ہے کہ اس کی تمیز نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کا ظہور ساتھ ہی ہوا۔ سیاہی کے گرنے سے کاغذ پہ دھبہ پڑ گیا۔ دھبہ نتیجہ ہے سیاہی گرنے کا لیکن سیاہی گرنے اور دھبہ پڑنے میں اس قدر کم عرصہ ہے کہ اس کی تمیز نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کا وقوع ایک ہی وقت میں ہے لیکن پھر بھی ان دونوں واقعوں میں تقدیم و تاخیر ضرور ہوی ہے اگرچہ بہت نامعلوم طور پر ہو۔ اوکسیجن اور ہائیڈروجن کو ملایا پانی بن گیا۔ اوکسیجن اور ہائڈروجن کا ملنا علت اور پانی معلول ہے لیکن ان دونوں گاسوں کے ملنے سے پانی کے بننے میں کوئی وقفہ نہیں ہے اس لئے علت کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ پہلے واقع ہو بلکہ علت و معلول کا ظہور بعض صورتوں میں ایک وقت میں بھی ہونا ممکن ہے۔ لیکن در اصل پہلے علت واقع ہوگی اور پھر معلول۔

علت و معلول کا تعلق

علت و معلول کے یہ معنے بھی نہ سمجھنے چاہئیں کہ علت معلول پر اپنا عمل کرتی

اور اوس میں تغیر پیدا کرتی ہے۔ جیسے کہ کاریگر شے بناتا ہے جب دو چیزوں کے ملنے
سے کوئی تیسری شئے بطور نتیجہ پیدا ہوتی ہے تو اون میں سے صرف ایک ہی میں تغیر
نہیں پیدا ہوتا بلکہ دونوں میں ایک دوا ایک مریض شخص کو صحت بخشتی ہے اس صورت
میں صحت صرف دوا کا اثر نہیں ہے بلکہ دوا کے خواص اور جسم کے خواص نے ملکر یہ اثر
پیدا کیا ہے اور طبیعت کا صحت کی طرف مائل ہونا زیادہ تر جسم کی حالت پر منحصر
ہے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جو تغیر واقع ہوا ہے وہ صرف جسم ہی میں نہیں ہے بلکہ
خود دوا بھی بغیر تغیر کے نہیں رہی وہ اثر جس کا نام صحت رکھا گیا ہے اس میں دوا
اور جسم دونوں شامل ہیں یعنے دونوں کے مزاج اور باہمی تاثرات پر منحصر ہے۔

علت قائم — علتیں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک تو قائم جو ہمیشہ پائی جاتی
ہیں اور کسی واقعہ کے بطور نتیجہ پیش نہ آنے کی صورت میں موجود ہوتی
ہیں لیکن نتیجہ اس وجہ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ اُس کے ساتھ علت ہائے
علت فعلی — فعلی نے اپنا عمل نہیں کیا **علت فعلی** ایسی ہے جو علت ہائے قائم کیساتھ ملکر فوراً
کوئی نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ مثلاً ایک شخص درخت پر چڑھا۔ (۲) اوس کا پاؤں پھسل
گیا (۳) وہ درخت پر سے گر پڑا (۴) اور مرگیا۔ یہ واقعہ بہت سی علتوں کا نتیجہ
ہے (۱) جسم انسان کا وزن (۲) درخت کی بلندی (۳) جس زمین پر وہ گرا اوسکی
نرمی یا سختی (۴) جسم انسان کی کمزوری (۵) کشش زمین (۶) پاؤں کا پھسلنا۔
ان میں سے اول کی پانچ علت ہائے قائم ہیں یعنے ایسی علتیں ہیں جو ہمیشہ موجود
رہتی ہیں لیکن پاؤں کا پھسلنا علت فعلی ہے کیونکہ یہی وہ فوری تغیر تھا جو دوسری
علتوں کو عمل میں لایا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے اسباب بڑے بڑے نتائج
پیدا کرتے ہیں تو ہم صرف علت ہائے فعلی کا خیال کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ
دوسری علتیں بھی مخفی ہوتی ہیں۔ سائنس میں بعض دفعہ تو صرف علت ہائے

فعلی کا خیال کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اون تمام اسباب وعلل پر غور کیا جاتا ہے۔ جو مشترک طور پر عمل کرنے والے معلوم ہوتے ہیں مثلاً علم طب ہی میں ہم اگر کسی مرض کا سبب دریافت کریں تو اُس کے اسباب ممکن ہے کہ موروثی امراض غذا کی کمی خراب آب و ہوا۔ ورزش کا نہ ہونا راتوں کو کام کرنا کام کی کثرت۔ غصہ و رنج ہوں اور بہ ظاہر مرض کے ظاہر ہونے کی وجہ ایک رات نہ سونا یا کوئی صدمہ پہونچنا معلوم ہو لیکن طبیب کو تمام حالات پر غور کرنا پڑیگا۔ معمولی حالتوں میں ہم اسطرح اسباب وعلل کی چھان بین نہیں کیا کرتے بلکہ اسباب وعلل کی تحقیق میں ایک اصول پر کاربند بھی نہیں رہتے۔ بعض حالتوں میں تو ایسی اسباب وعلل پر غور کرتے ہیں جو سب سے آخر واقع ہوی ہیں اور کبھی صرف اُس علت کا خیال کرتے ہیں جو تمام علل میں سب سے زیادہ موثر تھی۔

بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اون میں معلول تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن علل و اسباب ہر واقعہ کے مختلف ہوتے ہیں مثلاً موت ایک ہی چیز ہے لیکن اسباب موت مختلف ہیں کوئی شخص زہر سے مرتا ہے کوئی پانی میں ڈوب کر کوئی بندوق کی گولی کے صدمے سے۔ کوئی کسی مرض سے کوئی کسی مرض سے۔ حرارت کسی شئے کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے اور رگڑ سے بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو خاص خاص حالتوں میں جو نتائج پیدا ہوتے ہیں اون میں بھی باہم اختلاف ہوتا ہے۔ غرق آبی زہرخوانی زخم کے اموات جدا جدا قسم کے واقعے ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سورج کی گرمی سے موم پگل جاتا ہے لیکن کیچڑ سخت ہو جاتی ہے اگرچہ ان دونو معلول کی علت سورج کی حرارت ہے لیکن اس حرارت نے خاص خاص حالتوں میں مختلف اثر پیدا کیا ہے۔ موم اور مٹی دو مختلف مادّے ہیں جو حرارت سے مختلف طور پر اثر پذیر ہوے ہیں۔ حرارت کبھی یہ نہیں کرتی کہ ایک موم کی بتی کو پگلائے اور

دوسری کو سخت کرے۔

دلیل و علت میں فرق

دلیل و حجت وہ ہے جس پر کوئی حکم یا تصدیق مبنی ہے۔ علت یا سبب وہ ہے جس سے کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے اگر میں یہ دیکھوں کہ زمین بھیگ رہی ہے تو میں یہ نتیجہ نکالوں گا کہ یہاں مینہ برسا ہے۔ زمین کی تری میرے قول یا دلیل کی حجت ہے۔ لیکن خود مینہ برسنا زمین کی تری کا سبب ہے۔

وجود سبب و علت سے وجود مسبب و معلول پر استدلال کرنے کو **استدلال لمّی** کہتے ہیں۔ جب علل و اسباب جمع ہوں تو ہم پیشین گوئی کر سکتے ہیں کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ تمام کلیں اسی استدلال سے ایجاد ہوئی ہیں اور وجود معلول سے وجود علت پر استدلال کرنے کو **استدلال انّی** کہتے ہیں جیسے ڈاکٹر نعش کے امتحان سے اسباب مرگ دریافت کرتے ہیں۔ علم ہیئت نے اسی استدلال کے ذریعہ سے ترقی کی۔

# تصدیقات علّت و معلول

روابط علتی

تصدیقات کی ایک اور جماعت جو علم حاصل کرنے میں کام آتی ہے تصدیقات روابط علتی کہلائی جا سکتی ہے۔ ان تصدیقات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اشیاء میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ دوسری اشیاء یا واقعات سے کسی طرح علت یا معلول کا تعلق رکھتی ہیں۔ اس قسم کی تصدیقات کیفیت یا کمیت کی تصدیقات سے بالاتر ہیں اور ان میں ایک شئے کے علاوہ دوسری اشیاء کا علم ہونا بھی لازم ہے اور یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ دونوں میں باہم کس قسم کا تعلق ہے اس وجہ سے ابتداء میں ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا اور ذہن کی پختگی و معلومات کی وسعت کے بعد ایسی تصدیقات ذہن میں آتی ہیں۔

عقل و شعور کی ابتدائی حالت میں چونکہ لوگ روابط علتی سے واقف نہ تھے

انھوں نے ہر مظہر قدرت کے لئے ایک دیوتا یا رب النوع فرض کر رکھا تھا یونان کے ایک حکیم تھیلس نامی نے یہ کہا کہ واقعات کو دیوتاؤں سے منسوب کر دینے سے ان کی توجیہہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ کہنا کہ دیوتا ایسا اور ایسا کرتے ہیں یہ کہنا ہے کہ ہمیں اس کی وجہ معلوم نہیں ہے دریافت کرنا سائنس کا کام ہے کہ وہ چیزیں اور وہ واقعات جو ہمارے تجربے میں آتے ہیں ایک دوسرے سے کس طرح کا ربط رکھتے ہیں اور کس امر کے وقوع میں آنے سے پہلے کن کن اسباب کا موجود ہونا لازم ہے۔ یا اگر بعض اسباب جمع ہو جائیں تو کیا صورت پیش آئے گی۔ سائنس کی زبان میں اون اسباب کو جو پہلے واقع ہوتے ہیں **علت۔ سبب۔ مقدم** اور جو واقعات ان سے نتیجتاً نکلتے ہیں۔ اون کو **معلول نتیجہ تالی** کہتے ہیں۔

**علت** کے خیال میں جو جو طریقے داخل ہیں اون میں سائنس کی مشہور تحقیقات نے ایک اور اضافہ کر دیا ہے جس کا نام **قانون عدم فنا مادہ و قوت** ہے یہ قانون یہ بیان کرتا ہے کہ کام کی قوت (قوت فعلی) کی مقدار جو اجسام کو حاصل ہے ہمیشہ غیر متغیر رہتی ہے یعنے کبھی گھٹتی بڑھتی نہیں۔ مادی اجسام میں جو تغیر واقع ہوتا ہے وہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ قوت فعلی ایک صورت سے دوسری صورت اختیار کر لیتی ہے۔ یہی حال تمام دنیا کا بہ حیثیت مجموعی ہے کہ قوت فعلی کی تمام مقدار جو دنیا کو حاصل ہے ہمیشہ جوں کی توں رہتی ہے۔

کائنات میں جس قدر تغیرات واقع ہوتے ہیں مثلاً حرکت حرارت پیدا کرتی یا بجلی حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ سب دنیا کی قوت فعلی کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس قانون کی رو سے ہر معلول اور ہر نتیجہ سے کام کرنے کی قوت کی اتنی ہی مقدار ظاہر ہوتی ہے جتنی کہ علت سے۔ اور چونکہ قوت فعلی کبھی فنا نہیں ہوتی۔ معلول ہمیشہ علت کے برابر ہوگا۔ علت سے قوت خارج ہو کر معلول میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہ ذرا بھی کم نہیں

ہوتی۔ اگر معلول علت کے برابر نہ ہو تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علت کی قوت کا کچھ حصہ کسی اور چیز میں منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن ضایع نہیں ہوتا۔ یہ علم طبعی کا کام ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ دو مظاہر قدرت میں جو علت و معلول کا ربط رکھتی ہیں **قوت فعلی** کی وہی مقدار ہے اس مقصد کے لئے ناپ تول کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم کیمیا اور علم طبیعات میں تو ناپ تول آسانی سے ممکن ہے لیکن جو علوم ذی حیات اجسام سے بحث کرتے ہیں اون میں ناپ تول کا عمل اس طرح نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ غیر ذی حیات اجسام میں تاہم ان میں بھی **قانون عدم فنا مادہ و قوت** جاری مانا جاتا ہے۔ مثلاً ایک درخت کی قوت فعل اون چیزوں کی قوت فعل کے برابر ہے جو اوسکی پرورش کرتیں یا اوس کی اجزار ترکیبی ہیں۔ مثلاً مٹی۔ پانی۔ سورج کی روشنی ہوا وغیرہ انسان کے قوار دماغی اور طبعی کی پیمایش یا توازن نہیں ہو سکتا اسلئے شعور کی قوت فعل کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے اس واسطے ذہنی علوم میں یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ قانون **عدم فنا مادّہ و قوت** کس درجہ تک پایا جاتا ہے۔

## طریق تحقیق method

قانون علت

علم ریاضی کے علاوہ اور جس قدر علوم ہیں اون کا طریق تحقیق یہ ہے کہ وہ واقعات کی علتوں کے قانون مقرر کرتے اور اون کو بیان کرتے ہیں۔

قانون علت کے مقرر کرنے سے یہ مراد ہے کہ عالم موجودات میں روابط علتی کا پتہ چلایا اور اون کو دریافت کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت میں ہر معلول سے قبل بے انتہا مقدمات ہوتے ہیں جن میں سے بعض کو اون معلول کے وقوع میں آنے سے تعلق ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا۔ سائنس کا پہلا فرض یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں جن کا کسی واقعہ یا نتیجہ سے بطور علت تعلق ہے اور جن کا اس قسم کا تعلق نہیں ہے

علل دریافت کرنے کا طریقہ

تمیز کرے۔ پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ کسی ایک مقدم کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے یا ایک سے زیادہ کی اور وہ مقدمات کیا کیا ہیں۔ ایک شخص ایک شہر میں رہتا ہے وہاں اس کی صحت خراب ہوگئی تو سب سے پہلے یہ دریافت کرنا پڑیگا کہ صحت خراب ہونے کے اسباب کیا کیا ہوسکتے ہیں۔ اس مقام کی آب و ہوا کیسی ہے۔ حرارت برودت۔ رطوبت۔ یبوست۔ صفائی شہر کی کیا حالت ہے۔ یہ شخص عموماً کس قسم کی غذا کھاتا ہے کیا پیشہ کرتا ہے اوس کی عادت مشاغل تفریحات کیا کیا ہیں اوسکی صحت کی حالت کے لحاظ سے ان اسباب میں سے کن کن کا اثر اُس پر پڑا ہوگا اور کن کن کا نہیں۔ جس قدر یہ تحقیقات کامل ہوگی اسی قدر بیماری کی علت صحیح صحیح دریافت ہوسکیگی۔ مقدمات و علل دریافت کرنے کی قوت تجسس میں اوس کے قوا و دماغی۔ عقل و فہم کی تیزی اور وسعت معلومات پر منحصر ہے مثلاً اس زمانہ میں کہ یہ معلوم ہوگیا ہے کہ ہوا میں کیا کیا چیزیں ملی ہوی ہوتی ہیں۔ ہم ہوا کے اثرات کے متعلق بہ نسبت گزشتہ صدی کے زیادہ صحت کے ساتھ جواب دے سکتے ہیں اگر یہ سوال ہو کہ ہوا میں گوشت کیوں سڑجاتا ہے تو ہم ہوا کے اجزا پر غور کرینگے اوکسیجن نائٹروجن۔ کاربونک ایسڈ۔ خاک جراثیم کا خیال کرکے سوچیں گے کہ گوشت پر اون کا کیا اثر پڑتا ہے اور اسی طرح گوشت کے سڑنے کا سبب دریافت کرینگے اپنے گزشتہ اور سابقہ مشاہدوں اور تجربوں کی بنا پر پہلے مقدمات کی نسبت ایک قیاس قائم کرتے ہیں اور چند مقدمات میں سے ایک کو انتخاب کرتے اور ایسے مقدمات کو چھوڑ دیتے ہیں جنکی نسبت ہم اپنی پہلی معلومات کی بنا پر یہ جانتے ہیں کہ یہ نتیجہ معلومہ نہیں پیدا کیا کرتے۔ یہ تحقیقات کا پہلا قدم ہے اگرچہ یہ فعل قیاسی ہے مگر اس سے تحقیقات میں بہت مدد ملتی ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ خود اس قیاس کا مشاہدہ اور تجربہ سے امتحان کیا جائے، اور جن مقدمات کے

جمع ہونے سے کوئی نتیجہ ہمیشہ بار بار پیدا ہوتا ہے اوس کو اوس نتیجہ کی علت یا اوس کا سبب قرار دیا جائے۔

مشاہدہ اور تجربہ

مشاہدہ اور تجربہ ایک لحاظ سے ایک ہی شئے ہیں جب کوئی واقعہ ہماری نظر کے سامنے بغیر ہمارے کسی عمل کے آتا ہے جس سے ہم کسی حقیقت نفس الامر کو معلوم کرلیتے ہیں تو وہ مشاہدہ ہے اور اگر اوس واقعہ کو پھر ظہور میں لانے کے لئے ہم کوئی عمل کریں تو وہ تجربہ ہے بہ الفاظ دیگر **مشاہدہ** کسی حادثہ کو حالت ظہور میں غور اور توجہ کے ساتھ دیکھنے کو کہتے ہیں اوس حادثہ کو خاص اور خاطرخواہ قرینوں سے ترتیب دیکر اوس کے نتیجہ کو مشاہدہ کرنا **تجربہ** کہلاتا ہے گویا ہر ایک تجربہ میں مشاہدہ ضمناً شامل ہے مشاہدہ اور تجربہ دونوں میں ہماری غایت یہ ہوتی ہے کہ مظاہر قدرت کا ظہور جن جن اسباب وعلل پر منحصر ہے اون کا کھوج لگائیں۔ بعض چیزیں انسان کے تجربہ کی دسترس سے باہر ہیں مثلاً اجسام سماوی کی حرکت اور طلوع و غروب کی حقیقت صرف مشاہدہ سے معلوم ہوسکتی ہے اون پر تجربہ کا عمل نہیں چل سکتا لیکن تجربہ میں بعض ایسے مخصوص فوائد پائے جاتے ہیں جو مشاہدہ میں موجود نہیں ہوتے۔

تجربہ کے مخصوص فواید

(۱) تجربہ مثالوں کی تعداد بڑھا دیتا ہے اور اکثر اوقات یہ بہت مفید ہوتا ہے
(۲) کسی قیاس کا امتحان کرنے کے لئے جن مختلف پہلوؤں سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب تجربے سے حاصل ہوجاتے ہیں قدرتی حالت میں اون کے واقع ہونے کا انتظار کرنے میں بہت وقت صرف ہوگا۔
(۳) حوادثات مطلوبہ کو جس قدر مقدار میں چاہیں پیدا کرسکتے ہیں۔
(۴) حادثہ زیر تحقیق کو اور حوادث سے جب چاہیں علیحدہ اور جب چاہیں دن کے ساتھ شامل کرسکتے ہیں۔
(۵) تجربہ کے ذریعہ سے ہم اون ہی حالتوں کے تحت میں مشاہدہ کرسکتے ہیں

جن کے خواص کا ہم کو اچھی طرح علم ہے۔
(۶) تجربہ میں عوارض کی ترکیب و ترتیب انسان اپنی مرضی کے مطابق بدل سکتا ہے جو علوم فقط مشاہدہ پر منحصر ہیں اون میں آج تک خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی مثلاً علم ہئیت وغیرہ کیونکہ اون علوم میں ہم مثالوں کو پیدا نہیں کرسکتے۔ اور اکثر قدرتی حالت میں وہ مثالیں قابل اطمینان نہیں ہوتیں۔ دوسرے یہ کہ حوادث کے بعض عوارض کا تعین کرنا تجربہ سے ناممکن ہوتا ہے۔ مثلاً مشاہدے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ بعض دھاتیں پگھلنے کی طاقت رکھتی ہیں اور بعض دھاتیں کم درجہ حرارت میں اور بعض زیادہ درجہ حرارت میں پگھلتی ہیں۔ لیکن صرف مشاہدہ سے یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ کونسی دہات کس درجہ حرارت سے پگل جائے گی۔
تجربہ کیا ہے پہلے سے تیار شدہ اور معلومہ حالات کے نیچے مشاہدہ کرنا جس قدر پہلی معلومات وسیع ہو اسی قدر تجربہ زیادہ ٹھیک ہوگا۔ مثلاً برق کا مشاہدہ ایک تو اس وقت کیا جائے جبکہ وہ بادلوں میں چمکے۔ دوسرے کیمیائی اصول کے موافق بند کمرے میں کیا جائے تو وہ زیادہ ٹھیک ہوگا یا مقناطیس کا مشاہدہ ایسے کمرے میں کیا جائے جو لکڑی کا بنا ہوا ہو اور کہیں لوہے کا اثر مقناطیس کے اثرات پر خلل نہ ڈالے۔
اگرچہ تجربہ کو مشاہدہ پر فوقیت حاصل ہے لیکن بعض ایسی صورتیں ہیں کہ اون میں صرف مشاہدہ ہی پر علل کے دریافت کرنے کا دار و مدار ہے۔ مثلاً کسی ایسے امر کی علت دریافت کرنا جس کی علت کی نسبت کوئی قیاس قائم نہیں کیا جاسکتا۔ تو جب تک کوئی قیاس قائم کیا جاسکے صرف مشاہدہ ہی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے بعض علوم ایسے ہیں کہ اون کی مسائل کی تحقیق میں تجربہ کا کام ہی نہیں۔ جیسے علم حیات علم نفس علم الاعضا۔ علم طبقات الارض علم ہئیت وغیرہ

قیاس

صبح سے شام تک ہزاروں طرح کے واقعات مشاہدہ میں آتے ہیں لیکن جب تک کوئی خاص امر جس کو **قیاس** کہتے ہیں مد نظر نہیں ہوتا تو اون پر نہ تو توجہ کی جاتی ہے نہ کوئی قاعدہ یا کلیہ اون سے اخذ کیا جاتا ہے جب سے ڈاروں کے دل میں یہ قیاس پیدا ہوا کہ ارتقار حیوانی انتخاب طبعی کے ذریعہ سے ہوتا ہے تو اوس نے عالم حیوانات کے مشاہدے سے اس قیاس کی جانچ کی ممکن ہے کہ اوس سے قبل کے علما علم حیوانات کے مشاہدہ میں بھی ایسے واقعات پیش آئے ہوں لیکن اس وجہ سے کہ اون کے دل میں یہ قیاس جاگزیں نہ تھا انھوں نے اس سے کوئی بھی قانون دریافت نہ کیا۔

تجربے دو طرح کے ہوتے ہیں **مثبت** اور **منفی** جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اکسیجن حیات حیوانی کے لئے ضروری شئے ہے تو ایک حیوان کا اکسیجن میں سانس لینا اور زندہ رہنا ایک مثبت مثال ہے ایک حیوان اکسیجن نہ ملنے کے سبب سے مرجاتا ہے ایک منفی مثال ہے۔ کسی منفی نیتجہ کا قائم کرنا بہ نسبت مثبت کے زیادہ مشکل ہے کیونکہ کسی شے کی عدم موجودگی کا قرار دینا بہت مشکل کام ہے۔ ممکن ہے کہ فی الحقیقت وہ موجود ہو لیکن بہت کم مقدار میں ہو۔ یا دوسرے اثرات نے اوس کو چھپا لیا ہو۔

استقرائی طریقے جو دراصل مشاہدے اور تجربے کے طریقے ہیں پانچ ہیں۔

طریق تفارق

## طریق تفارق یا دوران

جب کسی عامل کے زیادہ کرنے سے ایک خاص حادثہ ظاہر ہو اور اوس عامل کے علیحدہ کر دینے سے وہ حادثہ بھی غائب ہو جائے لیکن باقی حالات ویسے کے ویسے ہی رہیں تو وہ عامل اس واقعہ کی علت ہے۔ پروفیسر جیونس کہتے ہیں کہ وہ مقدم جو حادثہ کی موجودگی کے ساتھ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور حادثہ کی عدم موجودگی کے ساتھ ہمیشہ

غیر موجود اوس حادثہ کی علت ہوتا ہے بشرطیکہ اور تمام عوارض بدستور رہیں۔
جب کسی ایسے مقام میں جہاں کی ہوا خارج کرلی گئی ہو گھنٹہ بجایا جائے تو اوسکی آواز سنائی نہیں دیتی اور جب ایسے مکان میں بجائیں جہاں ہوا موجود ہو تو اوسکی آواز سنائی دیتی ہے تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ہوا کا وجود آواز سنائی دینے کی علت ہے۔

ایک کمرہ ہر طرح کے سامان سے آراستہ ہے رات کے وقت اوس میں ایک شخص شمع لایا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شمع اٹھا کر لے گیا۔ (اگرچہ شمع کے علاوہ کل سامان ویسا کا ویسا ہی چھوڑ گیا) اور کمرہ کی روشنی بھی ساتھ ہی مفقود ہوگئی تو شمع کمرے کی روشنی کی علت ہے۔

اس اصول پر ہم ہر روز سینکڑوں نتیجے نکالتے ہیں ہم پانی پیتے ہیں ہماری پیاس بجھ جاتی ہے تو بے تکلف یقین کرلیتے ہیں کہ پیاس بجھنے کی علت پانی پینا ہے
ایک سوتا ہوا آدمی زور کے دھماکے کی آواز سے جاگ اٹھتا ہے تو ہر شخص جانتا ہے کہ اس شخص کے جاگنے کی علت شدت آواز ہے۔

ایک صحیح سالم شخص کو زہر کھلایا گیا اور وہ اُسی وقت مرگیا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس شخص کی موت کی علت زہر کھانا ہے۔

ایک شخص نارنگی کھاتا ہے تو اوس کو ایک خاص طرح کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر وہ دوسری دفعہ اس طرح نارنگی کھائے کہ اپنی ناک بند کرلے تو اوسکو صرف کھٹا یا میٹھا ذائقہ معلوم ہوگا اور نارنگی کا سا ذائقہ جیسے پہلے معلوم ہوا تھا معلوم نہ ہوگا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قوت شامہ کو بھی ذائقہ کے احساس میں بہت بڑا دخل ہے۔

طریق تفارق تجربہ سے تعلق رکھتا ہے۔

طریق تفارق اوس صورت میں کارآمد ہوتا ہے جب ہم علل معلومہ کے معلول دریافت کرنا چاہتے ہیں یہ طریقہ تجربہ سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔

جس طرح بعض اشیاء کے موجود کرنے سے بعض امور دریافت ہوتے ہیں اور انکی علت کا پتہ چلتا ہے اسی طرح بعض اشیاء کے نکال لینے سے (اگر باقی حالات ویسے ہی رہیں) بعض امور ظاہر ہوتے اور اون کی علت کا پتہ چلتا ہے۔

ایک شخص ایک تنگ جوتہ پہنے ہوسے ہے اوس کے پاؤں کو تکلیف ہو رہی ہے اوس نے جوتا اُتار ڈالا تو تکلیف رفع ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ تکلیف کا سبب جوتہ کی تنگی تھی۔

اگر پر جیسی ہلکی چیز کو اوپر سے نیچے پھینکیں تو وہ آہستہ آہستہ زمین پر آئے گا۔ لیکن اگر اوسی مقام سے ایک کنکر پھینکیں تو وہ فوراً گر پڑیگا۔ پر اور کنکر دونو ملا کر پھینکو تو پر کنکر کے بہت دیر بعد زمین پر گرے گا۔ اب مخراج الہوا کے ذریعہ سے اوس مقام کی ہوا خارج کرو اور پھر کنکر اور پتھر دونو کو ملا کر پھینکو تو دونو ساتھ ساتھ زمین پر آرہیں گے۔ اس تجربہ میں جو تغیر کیا گیا وہ ہوا کا اخراج تھا اور نتیجہ یہ نکلا کہ پر کے زمین پر آہستہ گرنے کی علت ہوا کی مزاحمت ہے اسی طرح اگر کسی ایسے ہی مقام میں ایک زندہ حیوان کو رکھکر وہاں کی ہوا خارج کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ حیوان مرجائیگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہوا حیات حیوانی کے لئے ضرور ہے اور یہ کلیہ صرف ہوا کے اخراج سے دریافت ہوا ہے۔

طریق تفارق کے عمل کو **دوران** بھی کہتے ہیں۔ دوران کے معنی ہیں ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے مدار ہونا یعنے یہ کہ جب پہلی چیز پائی جائے تو دوسری بھی پائی جائے اور جب پہلی چیز نہ پائی جائے تو دوسری بھی نہ پائی جائے۔

طریق تفارق کو عمل میں لانے کی احتیاطیں

طریق تفارق کو عمل میں لانے میں چند احتیاطیں بھی برتنی چاہئیں۔

اول تو یقینی طور پر یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی نئے عامل کے لانے یا کسی موجودہ عامل کو خارج کرنے میں ہم نے سوائے اس جمع و تفریق کے اور کوئی تغیر کسی حالت میں

بھی نہیں کیا ہے اور عمداً یا سہواً تو دوسری شے خواہ کسی قدر ہو زیادہ یا کم نہیں کی گئی ہے۔ اکثر اوقات یہ تیقن بہت مشکل ہوتا ہے۔

دوم یہ جاننا چاہیئے کہ جو چیز زیادہ کی گئی ہے وہ ٹھیک ٹھیک کیا شے ہے اور وہ تمام حالتیں بھی معلوم ہونی چاہئیں جن میں وہ زیادہ کی گئی ہے۔ ایک شخص جو دھوپ میں سخت محنت کرنے کی وجہ سے پسینے پسینے ہو رہا ہے پانی کا ایک گلاس پیئے اور مرجائے تو یہ کہا جائے گا کہ پانی پینا اس کی موت کی علت ہے لیکن در اصل پانی کی مقدار نے اوس پر مہلک اثر نہیں ڈالا بلکہ پانی کی خنکی نے اسکو ہلاک کیا ہے اسی طرح اگر کسی عامل کو زیادہ کئے یا خارج کئے ہوے بہت عرصہ گزر جائے اور نتیجہ دیر میں ظاہر ہو تو یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ عامل اوس نتیجہ کی علت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس عرصہ میں دوسرے اعمال نے بھی کچھ اثر ڈالا ہو۔ اگر کوئی نیا قانون رائج کیا جائے اور پرانا منسوخ کر دیا جائے تو عوام کے چال وچلن میں کچھ عرصہ کے بعد تغیر ظاہر ہوگا لیکن یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکینگے کہ یہ تغیر نئے قانون کی اجرار کی وجہہ سے ہے۔ اگر دو ایسی مثالیں ہوں جن کی تمام حالتیں سوائے ایک کے یکساں ہوں اور اوس مثال میں جس میں وہ ایک خاص حالت پائی جاتی ہے ایک خاص واقعہ کا ظہور بھی پایا جائے اور دوسری مثال میں جس میں وہ حالت موجود نہیں ہے وہ واقعہ بھی نہ پایا جاتا ہو تو وہ حالت اوس واقعہ کی علت ہوگی یا واقعہ کی علت کا نہایت اہم اور ضروری جزو ہوگی لیکن اس میں یہ دقت واقع ہوتی ہے کہ قدرتی طور پر ایسی دو چیزیں مشکل ملیں گی جو سوائے ایک حالت کے ہر حالت میں توافق رکھتی ہوں۔ فرض کرو کہ دو کھیت ایک ہی سرزمین پر واقع ہیں اون کا رقبہ بھی مساوی ہے اون کو ایک ہی قسم کے آلات سے ایک ساتھ بو یا گیا ہے۔ پانی کی مقدار بھی برابر

دی جاتی ہے ۔ موسم کا اثر بھی دونوں پر یکساں ہے لیکن کھیتوں میں گیہوں کے دانے مختلف اقسام کے بوئے گئے ہیں ایک کھیت میں زیادہ گیہوں پیدا ہوئے اور دوسرے میں کم ۔ تو قدرتاً یہ نتیجہ نکالا جائیگا کہ زیادتی پیداوار کی وجہ گیہوں ہے لیکن دراصل یہ یقین کرلینا مشکل ہے کیونکہ ممکن ہے کہ تردد کے وقت سے لیکر درو کے وقت تک کسی کھیت پر کوئی ایسا نامعلوم اثر پڑا ہو جس نے ایک کھیت کی پیداوار بہ نسبت دوسرے کے گھٹادی ۔

method of — agreement

## طریق توافق یا تردید

طریق توافق

جب ہم کوئی خاص واقعہ دیکھتے ہیں اور یہ قیاس نہیں کرسکتے کہ اوس کا کیا سبب ہے تاکہ اپنے قیاس کی صحت معلوم کرنے کے لئے طریق تفارق کا عمل کرسکیں تو طریق توافق کی طرف رجوع کرنی پڑتی ہے وہ طریقہ حسب ذیل ہے :۔

جب کسی واقعہ کے تمام مقدمات سوائے ایک کے اس طرح خارج کئے جاسکتے ہوں کہ وہ واقعہ علیٰ حالہٖ قائم رہے تو اوس مقدم کا تعلق اوس واقعہ کے ساتھ ربط علّتی ہے بہ الفاظ دیگر کسی حادثہ میں غیر متبدل یعنے مستقل مقدم اوس حادثہ کی علت ہوتا ہے ۔ اس طریق کو تردید بھی کہتے ہیں ۔ اس طریقہ کا استعمال اکثر معلولات معلومہ کی علت دریافت کرنے میں کیا جاتا ہے اس امر میں یہ بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ سوائے اون حالتوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کوئی اور حالت موجود نہ رہے ۔ فرض کرو کہ ایک شخص پر ایک مرض کبھی کبھی حملہ کرتا ہے ۔ ہم اوسکی بیماری کی علت تشخیص کرنی چاہتے ہیں ۔ اسباب مرض ایسے گوناگوں اور پیچیدہ ہیں کہ اون کا تشخیص کرنا مشکل ہے ۔ موسم ۔ غذا ۔ مشروبات ۔ مریض کا پیشہ موروثی امراض مقام سکونت وغیرہ بہت سے اسباب ہیں جو اوس پر اثر ڈال سکتے ہیں

اب طبیب یہ کرتا ہے کہ مرض کے دورے کے وقت ان اسباب کو ایک ایک کرکے دور کرتا جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد اوس کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب مرض کا دورہ ہوتا ہے وہ سبب ضرور موجود ہوتا ہے مثلاً موسم کی غیر معمولی سردی میں وہ مرض زیادہ ستاتا ہے یا جب ثقیل غذا کھائی جائے تو دورہ ہوجاتا ہے یا بہت محنت سے جس روز کام کیا جائے تو مرض کا ظاہر ہونا لازم ہے تو طبیب یہ قیاس کرے گا کہ یہ حالت مرض کے دورہ کی عِلت ہوتی ہے۔

اگر کسی واقعہ زیر تحقیق کی دو یا اس سے زیادہ مثالیں ہوں جن میں ایک حالت مشترک پائی جائے تو صرف وہ حالت جو تمام مثالوں میں بالاشتراک پائی جاتی ہے واقعہ زیر تحقیق کی علت یا معلول ہے۔

فرض کرو کہ کسی شہر میں تپ محرقہ پھیلی ہوی ہے اور اوس کی وجہ یا علت معلوم کرنی ہے تو یہ دیکھیں گے کہ وہ کیا چیز ہے جو بالاشتراک تمام مریضوں پر اثر ڈال رہی ہی معلوم ہوا کہ یہ لوگ ایک ایسی ندی کا پانی پیتے ہیں جو نہایت کثیف ہے تو قیاس کیا جائیگا کہ ندی کا پانی تپ محرقہ کی علت ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ لوگوں کے گھروں میں کنویں کھُدے ہوے ہیں اور ہر گھر اپنے اپنے کنویں کا پانی پتیا ہے تو مرض کی علت ندی کا پانی نہ ہوگا۔ بلکہ کوئی اور سبب ہوگا اب تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ جس مارکٹ سے وہ سب لوگ گوشت خریدتے ہیں وہاں سڑا ہوا باسی گوشت بکتا ہے تو گوشت کی خرابی تپ محرقہ کی علت قرار دی جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی صوبہ کے قانون کے اثر کو دیکھنا ہو تو یہ دیکھیں گے کہ جہاں جہاں وہ قانون جاری کیا گیا۔ لوگوں کی خوشحالی۔ اخلاق۔ تمول آبادی تہذیب پر اوس کا کیا اثر پڑا اور وہ خوشحالی۔ اخلاق تمول وغیرہ حالتیں اوس قانون کا نتیجہ ہونگی۔

طریق تفارق کی دقتیں

اس طریق عمل میں چند دقتیں بھی ہیں۔

(۱) اول تو یہ یقین کرنا ہی مشکل ہے کہ سوائے ایک کے تمام مقدمات خارج کر دیئے گئے۔ تمام مقدمات کا علم حاصل ہونا مشکل اور اون کے خارج کرنے کا امکان اوس سے زیادہ مشکل بلکہ محال ہے۔

(۲) اگر تمام غیر متعلق مقدم خارج ہو بھی جائیں تو جو کچھ ظاہر ہوگا وہ یہ ہے کہ چیزوں میں باہم ایسا تعلق ہے کہ وہ دونوں ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ عام اس سے کہ اُن میں سے ایک دوسرے کی علت ہو یا نہ ہو۔ مثلاً بجلی کی چمک کے بعد بادل کی گرج کی آواز محسوس ہوتی ہے۔ لیکن بجلی بادل کی گرج کی علت نہیں ہے بلکہ ان دونوں کی علت کچھ اور ہی ہے۔

(۳) ایک نتیجہ کے کئی مختلف اسباب ہو سکتے ہیں جب وہ اسباب جمع ہوں تو بھی وہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور اگر ان میں سے ایک بھی موجود ہو تو بھی وہ نتیجہ نکلے گا۔ تکان اور شدت صفرا سے بخار آجاتا ہے اب اگر کسی شخص کو حالت تکان میں بخار آیا تو صفرا کو بخار کی علت قرار نہ دینا غلطی ہے۔ بیمار والدین کے بچے بیمار پیدا ہوتے ہیں لیکن کبھی تندرست والدین کے بچے بھی بیمار پیدا ہوتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ والدین کی ناتندرستی بچوں کی ناتندرستی کا باعث نہیں ہوتی۔ غرض طریق توافق سے قیاس غالب قائم کیا جاسکتا ہے قابل یقین نہیں ہے۔

## طریق تفاوق مضاعف

Method of double agreement

طریق توافق مضاعف

اگر کوئی عارض دو یا چند مثالوں میں اس طرح موجود ہو کہ جب وہ موجود ہو تو کوئی حادثہ بھی موجود ہو اور اگر وہ موجود نہ ہو تو وہ حادثہ بھی موجود نہ ہو تو وہ عارض اس حادثہ زیر تحقیق کی علت یا علت کا ضروری جزو یا اوس کا معلول ہوگا۔ مثلاً جب ایک شخص مٹھائی کھاتا ہے تو بیمار ہو جاتا ہے اور اگر نہیں کھاتا تو اچھا

رہتا ہے تو یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ اوس کی بیماری کی علت مٹھائی ہے۔

اگر ایک درخت کسی خاص سرزمین میں اچھا پھلتا ہے اور دوسری قسم کی زمینوں میں اچھی طرح نہیں پھلتا تو ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس زمین میں ایسی تاثیر ہے جو پودے کے مزاج کے موافق ہے۔

اگر کوئی مقدم ایسا ہے کہ وہ اس طرح خارج نہیں کیا جا سکتا کہ تالی کو زائل نہ کرے تو ضرور ہے کہ وہ مقدم یا تو تالی کی علت ہو یا علت کا کوئی جزو ہو۔

اگر کوئی مقدم اس طرح خارج کر دیا جائے کہ وہ تالی کو زائل نہ کرے تو وہ اوس تالی کی علت کا کوئی جزو نہیں ہے۔

اس امر کے قرار دینے کا کہ آیا کوئی خاص مقدم کسی حادثہ کی علت ہے یا نہیں سوائے اسکے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جب کبھی وہ واقعہ موجود یا غائب ہوتا ہے تو وہ مقدم بھی موجود یا غائب ہوتا ہے یا نہیں۔

جن چیزوں کی مقدار بدل سکتی ہے اون میں یہ امر دریافت کرنے کے لئے کہ اون میں سے کون سی چیزیں سبب ہیں اور کونسی نتیجے یہ قاعدہ استعمال کیا جاتا ہے کہ اوس چیز کی مقدار کو اس طرح بدلیں کہ ایکبار تو اوسے زیادہ کریں اور دوسرے بار کم۔ پھر اگر دیکھیں کہ جب ہم نے اوس شئے کو بدلا تو اوس کے ساتھ کوئی اور شئے بھی بدلی تو غالباً یہ نتیجہ ہوگی۔

Method of concomitant variation

## طریقہ تبادل لاحق یا اختلافات متلازم

طریقہ تبادل لاحق

جب ایک حادثہ میں کسی خاص قسم کی تبدیلی یا زیادتی و کمی واقع ہو اور اوسی وقت دوسرے حادثہ میں بھی ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونو حوادث باہم ربط علتی رکھتے ہیں یعنے اون میں سے ایک دوسرے کی علت ہے یا

اوس کا معلول ہے یا کسی طرح اون میں علت و معلول کا تعلق ہے۔

ہمارے کان میں ایک آواز آرہی ہے جب ہوا تیز چلتی ہے تو وہ آواز بھی تیز آتی ہے اور جب ہوا کم ہو جاتی ہے تو وہ آواز بھی مدھم پڑ جاتی ہے تو ہم یہ قرار دیتے ہیں کہ آواز کی شدت و کمی کا سبب ہوا کی شدت یا کمی ہے۔

دو اجسام کو رگڑنے سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ رگڑ جس قدر تیز ہو حرارت بھی اوسی مناسبت سے بڑھتی ہے اور جس قدر ہلکی ہو حرارت خفیف ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حرارت کی مقدار رگڑ کی مقدار سے ربط علتی رکھتی ہے۔

طریقہ تبادل لاحق کے قاعدے

طریقہ تبادل لاحق یا اختلاف متلازم صرف مقدم اور تالیات کے جانچنے ہی میں بکار آمد نہیں ہے بلکہ اوس کے ذریعہ سے ہم وہ مقدار بھی دریافت کرسکتے ہیں جس مقدار میں ایک مقدم ایک تالی سے تعلق رکھتا ہے اس طریقہ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ اون حالتوں میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جہاں کہ عوامل بالکلیہ خارج نہیں کئے جاسکتے جیسے کہ حرارت ۔ ہوا کشش اور اسی طرح جہاں طریق تفارق کام نہیں دیتا۔ وہاں یہ طریقہ کام دیتا ہے۔

اس طریقہ میں امور ذیل قابل لحاظ ہیں۔

اول تو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ تبدیلی ایک وقت میں ایک ہی مقدم میں ہوئی ہے اور ہر ایک مقدم اور تالی میں ایک جداگانہ تعلق قائم کیا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب دو حادثے ایک خاص تناسب میں تبدیل ہوتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک خاص حد کے باہر مقدم اور تالی میں کسی خاص تناسب کے موافق تبدیلی عمل میں نہیں آتی۔ مثلاً جسم حیوانات میں خوراک ایک خاص حد تک تو طاقت پہونچاتی ہے اور اوس کے بعد خوراک کا عمل رک جاتا ہے۔

# طریق بقایا

Residues

طریق بقایا

اگر کوئی حادثہ کئی مقدمات سے مرکب ہو اور اس طرح سے دوسرا حادثہ جو اوس سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی کئی تالیات پر شامل ہو اور استقراہائے سابقہ سے معلول کے ایک جزو کی بابت ہم کو معلوم ہو کہ وہ علت کے فلاں جزو سے پیدا ہوا ہے تو ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ معلول کا باقی حصہ باقی مقدموں سے پیدا ہوا ہے۔

ایک چھکڑے پر اسباب لدا ہوا ہے ہم اسباب کا وزن دریافت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے چھکڑے کو معہ اسباب کے تول لیں اور پھر صرف چھکڑے کا وزن کرلیں تو کل وزن میں سے چھکڑے کا وزن منہا کرنے سے اسباب کا وزن رہ جائے گا۔

طریق بقایا ہر صورت میں مفید یقین نہیں ہوتا

مگر یہ طریقہ تمام صورتوں میں مفید نہیں ہے فرض کرو کہ ایک گھر میں چار آدمی رہتے ہیں ایک شئے وہاں سے گم ہوگئی۔ تین اشخاص کی تلاشی لی گئی اون کے پاس سے مال مسروقہ نہ نکلا تو گمان یہ کیا جائے گا کہ چوتھے شخص نے وہ شے لی ہے۔ لیکن یہ طریقہ مفید یقین نہیں ہے جن لوگوں کی تلاشی لی گئی ہے اون کی نسبت بھی تو یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے وہ شے نہیں لی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی پانچواں شخص وہ شئے لے گیا ہو جسکی ہمیں اطلاع نہیں۔ لیکن پھر بھی یہ طریقہ فائدے سے خالی نہیں ہے اور بعض اوقات بکار آمد ہوتا ہے۔

طریقہ بقایا کی ایک عمدہ مثال سیارہ نیپٹون Neptune ہے ۱۷۸۱ء میں سر ولیم ہرشل نے تمام سیاروں سے علیحدہ ایک سیارہ گردش کرتا ہوا دیکھا یہ سیارہ یورانس Uranus تھا جب اوسکی مدار کا حساب لگایا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ کشش ثقل کے قاعدے کے بموجب اس سیارہ کو جس طریق پر گردش کرنی چاہیے تھی ویسی یہ گردش نہیں کرتا ہے اور اس کا راستہ سورج اور سیارات معلومہ کی کشش کے بموجب نہیں ہے

بلکہ ان کششوں کی رو سے جو راستہ ہونا چاہیئے تھا اوس کے باہر یہ گردش کر رہا ہے اس سے یہ ظاہر ہوا کہ یا تو ماہرین علم ہیئت نے مشاہدہ میں کوئی غلطی کی ہے یا کوئی اور جرم سماوی جو اس وقت معلوم نہیں ہے اوسکو اپنی طرف کھینچ رہا ہے مدت تک اوس جرم سماوی کا پتہ نہ لگا سنہ ۱۸۴۳ء میں کیمبرج کالج کے ایک طالب علم مسمی آدم نے یورانس کی حرکات کو دیکھا اور اوس سیارہ کا پتہ لگانا چاہا جس کی وجہ سے یورانس اوس راستہ پر نہ تھا جو وہ اختیار کرتا۔ اگر وہ نامعلوم سیارہ نہ ہوتا۔ چونکہ سورج اور معلومہ سیارہ کی کشش اور راستے معلوم تھے اور یورانس اپنے راستہ سے جس قدر منحرف تھا وہ بھی معلوم تھا یہ قیاس کیا جاسکا کہ وہ نامعلوم سیارہ فضائے بسیط کے کس مقام پر ہونا چاہیئے اور جب ماہرین علم ہیئت نے اوس کی تلاش شروع کی تو سنہ ۱۸۴۶ء میں ایک سیارہ ٹھیک اوسی مقام پر معلوم ہوا جہانکہ اوس کی نسبت قیاس قائم کیا گیا تھا۔

Hypothesis

## استدلال ظنی یا قیاس مفروضی

قیاس مفروضی

کوئی مشاہدہ یا تجربہ شروع کرنے سے پہلے بھی ہم اپنی سابقہ واقفیت کی بنا پر یہ قیاس قائم کرلیتے ہیں کہ کسی واقعہ معلومہ کی علت کیا ہوسکتی ہے اور یہ قیاس ہمارے تجربہ میں رہنمائی کرتا اور تجربہ کی حد محدود کر دیتا ہے۔ تحقیقات کے دوران میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوئی قیاس کرتے یا پہلے قیاس میں تبدیلی کرتے ہیں۔ جو طریقے اوپر بیان ہوے ہیں وہ قیاس قائم کرنے میں بھی مفید ہوتے ہیں۔

ان واقعات کی بنا پر جو ہم نے پہلے دیکھے یا سنے ہیں خواہ ہم نے ان واقعات کا باضابطہ مشاہدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو ہم ایک قیاس قائم کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا گمان ہوتا ہے کہ جس کی نسبت ہم خود جانتے ہیں کہ یہ محتاج ثبوت ہے۔ لیکن اسکی

نسبت ہمارا یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ ثابت ہونے یا ناثابت ہونے کے قابل ہے اسکے بعد ہم اس پر دلائل قائم کرتے ہیں ایک شئے ہمارے پاس زمین پر پڑی ہے اسکی نسبت ہمنے قیاس قائم کیا کہ یہ چاندی کی ڈلی ہے اب اس قیاس کی صحت قائم کرنے کے لئے ہم نے اس کو تپا کر دیکھا کسوٹی پر کسا اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ خالص چاندی ہے یا اوس میں کھوٹ ملی ہوی ہے یا وہ کوئی اور دھات ہے۔ یہ قیاس سے نتائج اخذ کرنا ہے۔ جب قیاس واقعات کے مطابق ہو تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ قیاس صحیح ثابت ہوگیا۔ دلیل یا تجربہ کے ذریعہ سے کسی قیاس کو واقعات سے مطابقت کرنے کو **تصدیق** کہتے ہیں اور جب ثبوت ایسا کامل ہو کہ واقعات کی توجیہہ کسی اور طرح کرنی ناممکن ہو تو **قیاس صحیح** بنجاتا ہے۔ غرض قیاس کسی واقعہ یا علوم کی نسبت ایک ایسا گمان ہے جو تجربہ یا کسی اور قسم کی عمل کی طرف راہ نمائی کرتا ہے تاکہ اس کا ثبوت یا ابطال ہوسکے۔ دوران تحقیقات میں بہت سے قیاس فرض کئے جاتے ہیں اور بعد میں مشاہدہ یا تجربہ کی بناپر ترک یا تسلیم کئے جاتے ہیں چنانچہ **کپلر** نے سیاروں کے باہمی تعلق کے قوانین تحقیق کرنے کے اثناء میں بہت سے قیاس قائم کئے اس فرض کرنے کو **استدلال ظنی یا قیاس مفروضی** کہتے ہیں یہ قیاس کبھی بے سروپا نہیں قائم کیا جاتا بلکہ پہلے اوس علم میں جس سے وہ شئے یا وہ واقعہ زیر غور تعلق رکھتا ہے وسیع معلومات ہونی چاہیے۔ **ڈارون** کو علم نباتات اور علم حیوانات میں بہت مہارت حاصل ہوچکی تھی۔ جب اوس نے نباتات وحیوانات کی انواع کے متعلق اپنا وہ قیاس قائم کیا تھا جو **انتخاب طبعی** کے نام سے موسوم ہے۔ قیاس مفروضی سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ قیاس مفروضی تجربہ یا کسی اور طرح سے ثبوت قطعی کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے۔ اور اگر قیاس مفروضی غلط بھی ثابت ہو تو بھی اوس سے قیاس صحیح کی جانب

تصدیق

قیاس مفروضی قائم کرنے میں احتیاطیں

راہ نمائی ہوجاتی ہے۔ لیکن قیاس مفروضی کے قائم کرنے میں کئی احتیاطیں شرط ہیں:۔ (۱) کوئی ایسا قیاس قائم نہ کیا جائے جو کاذب یا غیر صحیح ثابت ہوچکا ہو (۲) قیاس ایسا فرض کیا جائے جس کی تصدیق یا تکذیب کی جاسکے۔
(۳) قیاس ایسا قائم کیا جائے جو اون تمام حوادث کی جو مشاہدہ میں آئیں توجیہہ کرسکے جیسے کہ نظام بطلیموس کہ اوس کی رو سے تمام نظام شمسی کی توجیہہ ہوسکتی ہے ان شرطوں کے پورا ہونے سے قیاس مفروضی زیادہ قرین صحت ہوجاتا ہے لیکن وہ حوادثات کا ثبوت قطعی نہیں ہوتا۔

اس طرح قیاس دو طرح کا ہوا **یقینی** اور **غیر یقینی**۔ **یقینی** تو ایسا قیاس ہے جو واقعی ہے اور اس میں نقیض کا احتمال تک باقی نہیں اور **غیر یقینی** یا **ظنی** ایسا قیاس ہے جن میں نقیض کا احتمال باقی ہے۔

قیاس **یقینی** یا **بدیہی** ہوگا یا **نظری**۔ بدیہی وہ جس میں بہت غور و خوض کی حاجت نہ ہو۔ اور نظری وہ جسکے ثابت کرنے میں دقت نظر اور بہت تحقیق و تدقیق سے کام لینا پڑے **قیاس یقینی** کی چھ قسمیں ہیں۔

قیاس یقینی کی قسمیں

**اولیات**۔ ایسے قضیہ یا تصدیقات جن کا یقین کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں اور اون کی صداقت ایسی ظاہر ہو کہ ہر صاحب عقل اسکو تسلیم کرلے ہر کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے۔

**فطریات** ایسے قضیہ یا تصدیقات ہیں جو اشیاء کے خواص مختصہ اور مظاہر قدرت کی ایسی ماہیت کے متعلق ہوں جو اون کی نیچر یا فطرت میں داخل ہے اور جب اون اشیاء یا مظاہر کا تصور ہو تو ساتھ ہی اون خواص و طبائع کا تصور بھی ذہن میں آجائے۔ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ آگ جلادیتی ہے۔ بہت بڑھاپے میں اعضاء و حواس کمزور ہوجاتے ہیں۔ انسان مدنی بالطبع ہے۔

**مشاہدات** - ایسے قضیہ جنکے یقین کرنے کے لئے حواس کو کام میں لانا پڑے - نیشکر میٹھا ہوتا ہے - بلبل کی آواز خوش آیند ہوتی ہے - مشتری کے گرد چار چاند چکر کھاتے ہیں - مائعات کی سطح یکساں رہتی ہے۔

**وجدانیات** ایسے قضیے جن کا ادراک حواس باطن کے ذریعہ سے نفس کو ہوتا ہے - میں بھوکا ہوں - یہ شعر کس قدر دلگداز ہے۔

**تجربیات** - وہ قضئے جنکی صداقت تجربہ سے ثابت ہو۔
جب بتی جلتی ہے تو اوس سے کاربانک ایسڈ گاس اور پانی پیدا ہوتا ہے
مائعات کا حجم نہیں بدلتا۔
روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل چلتی ہے اور آواز ایک سکنڈ میں صرف ایک ہزار ایک سو فٹ جاتی ہے۔

**حدسیات** وہ قضئے جنکے مرتب مبادی دفعتہً ذہن پر منکشف ہوجائیں مثلاً ایک طبیب کو کسی مرض کا علاج یکایک سوجھ جائے - حدثیات غیروں کے حق میں مفید یقین نہیں ہوتے۔

**متواترات** - ایسے قضئے جنکی صداقت پر اس قدر لوگ متفق ہوں کہ اون کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا عقلاً محال ہو۔
(۱) اکبر نے ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک ہندوستان پر حکومت کی۔
(۲) ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور دلی میں قتل عام کرایا
تواتر میں شرط یہ ہے کہ وہ قضئے حسی ہوں کیونکہ تواتر نظریات اور بدیہیات غیرحسیہ میں مفید یقین نہیں ہے

**مسلمات** ایسے قضئے جو ایک علم میں ثابت ہوچکے ہوں اور دوسرے علم میں بلاثبوت مان لئے جائیں۔

قیاس غیر یقینی بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔

**مشہورات**۔ روایات و حکایات (خواہ سچے ہوں خواہ جھوٹے) جن پر لوگ جہالت یا خوش اعتقادی کی وجہ سے متفق ہوں۔

**مظنونات** ایسے قضیئے جنمیں نقیض کا احتمال باقی ہو۔ جو شخص رات کو چھپ چھپ کر گلیوں میں پھرتا ہے وہ چور ہوتا ہے۔

**وہمیات**۔ ایسے قضیئے جو وہم نے گھڑ لئے ہوں۔ پیپل کے درخت پر بھوت رہتا ہے۔

**مشبہات** جھوٹے قضیئے جو سچ کے مشابہ ہوں۔ مثلاً شیر کی تصویر کو کہنا کہ یہ شیر ہے۔

علمی تحقیقات میں اکثر ہم ایک واقعہ سے اوسکی دلائل کی طرف جاتے ہیں اور دلائل سے واقعہ کو کم تلاش کرتے ہیں۔ عقل کی ابتدا یہ ہے کہ تمام روابط کو جو معمولی تجربوں سے دریافت ہوتے ہیں یا جو کسی طرح ایسا ہوتے ہیں۔ صحیح اور کلی مان لیا جائے۔ وہ اپنے تصدیق کے دلایل کی نسبت اپنے تئیں تکلیف نہیں دیتی۔ اس وجہہ سے انسان کی تصدیقات اکثر ناکافی بنیاد پر ہوتی ہیں اور اوس کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً بچہ سے جو کچھ ماں یا انّا کہتی ہے وہ سب یقین کر لیتا ہے۔ اسی طرح جو باتیں بچے کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اون کو یقین کر لیتا ہے۔ بیوقوف آدمی بھی ان باتوں کو بلا تامل مان لیتے ہیں جو اون کے مذاق یا طبیعت کے موافق ہوں۔ ایک وہ اصول جس پر بچے اور بڑے ہمیشہ کاربند ہوتے ہیں یہ ہے کہ آئندہ بھی واقعات زمانہ ماضی کے مطابق واقع ہونگے۔ کل سورج ضرور نکلیگا کیونکہ آج تک برابر نکلتا آیا ہے۔ نوکر بلاپس و پیش خدمت انجام دیئے جاتے ہیں کیونکہ آقا ہر مہینہ اون کی تنخواہ ادا کرتا رہتا ہے۔ اس قسم کی تصدیقات

میں یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ یہ امر کیونکر معلوم ہوا کہ ایسا ہی ہوگا (سورج ضرور نکلیگا
اور آقا ضرور تنخواہ دیدیگا) لیکن دراصل اصلی تصدیقات کے لئے ضرور ہے کہ اونکے
دلائل ظاہر و مبرہن ہوں اور جوں جوں علم بڑھتا جاتا ہے یہ دلائل بھی زیادہ معلوم
و ظاہر ہوتے جاتے ہیں مثلاً کل سورج ضرور نکلیگا اس وجہ سے کہ زمین کی گردش
کی وجہ سے ضرور ہے کہ ۱۲ گھنٹے کے بعد زمین کا وہی رخ آفتاب کے سامنے آجائے
آقا ضرور تنخواہ دیگا کیونکہ قانون معاہدہ کی رو سے وہ تنخواہ دینے پر مجبور ہے
کسی تصدیق کا صحیح و غلط ہونا اوسکی دلائل پر ہی منحصر ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ
یہ امر ثابت اور یہ غیر ثابت ہے۔ جب کوئی دلیل اس طرح پختہ ہو جاتی ہے کہ اوس
کو اپنے دلائل بھی معلوم ہو جاتے ہیں تو وہ استنتاج کی صورت اختیار کر لیتی ہے
اور یہی حصول علم کا معمولی طریقہ ہے۔ ہم بلا دلیل کے یقین کرنا شروع کرتے ہیں
یا یہ فرض کر لیتے ہیں کہ خاص خاص چیزیں صحیح ہیں اور اپنے اعتقادات کے لئے پھر
دلیل کی تلاش کرتے ہیں منطق میں جو نتیجہ سب کے بعد پیدا ہوتا ہے ہمارے ذہن
میں عموماً سب سے پہلے آیا کرتا ہے اور پھر ہم اس کی صحت یا غلطی دریافت کرنے
کے لئے دلیل یا مقدمات کی تلاش کیا کرتے ہیں۔

نتیجہ سے مقدمات کی طرف یا تصدیق سے دلائل کی طرف بڑھنے کا طریقہ
اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ذہن صحیح و غلط علم میں امتیاز کرتا ہے اور اپنی معلومات
کی تنقید و تنقیح کرنی چاہتا ہے۔ ابتداءً غلط تصدیقات کے عملی نتائج ذہن کو
اپنی معلومات کی تنقیح و تنقید پر مجبور کرتے ہیں۔ جب تک غلط تصدیقات
کوئی ناگوار نتیجہ پیدا نہیں کرتیں اون پر عموماً توجہ نہیں کی جاتی اور وہ یونہی
گزر جاتی ہیں نہ اون کی دلایل کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ لیکن مشاہدہ اور
تجربہ سکھا دیتی ہیں کہ معتقدات عوام۔ یا افواہ یا روایات پر بے سوچے سمجھے

اعتبار نہیں کرنا چاہئے اور بہت سی باتیں جو بطور قانون کے بیان کی جاتی ہیں کلیہ نہیں ہیں۔ فرض کرو کہ لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ افعی زمردسے مرجاتا ہے لیکن تجربہ سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔

## نتیجہ

تصدیقات نتیجہ سب سے زیادہ پیچیدہ اور کامل تصدیقات میں سادہ ہی صورت میں تصدیق ذہن کا ایک واحد فعل ہے جو کسی ادراک حس سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن نتیجہ نکالنے میں ذہن کو مختلف مراتب و مدارج طے کرنے پڑتے ہیں اور ذہن ایک خاص طریقے سے ایک کلیہ واقعہ سے دوسرے واقعہ تک پہونچتا ہے۔ علاوہ ازیں تصدیق میں وہ دلیل بیان نہیں ہوتی جس پر اس کی توجیہہ منحصر ہے نتیجہ نکالنے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ خاص خاص امور یا اشیار کی موجودگی یا عدم موجودگی سے دوسرے کن کن اشیار یا امور کی موجودگی یا عدم موجودگی لازم آتی ہے۔ اکثر لازمی روابط سے بحث کرکے نئی تصدیقات تک پہونچ جاتے ہیں۔ مثلاً ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ میل ٹرین روانہ ہوگئی ہے کیونکہ یہ ٹرین ہمیشہ وقت پر چھوٹتی ہے اور اب وقت مقررہ سے ۵ منٹ زیادہ گزرچکے ہیں یا جو شخص کل بارش ہونے سے انکار کرتا ہے اوس کو دوسرے واقعات جو بارش سے ضروری علاقہ رکھتے ہیں دکھاکر یہ ثابت کردیا جاسکتا ہے کہ کل بارش ہوی تھی۔

نتیجہ کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ جو نتیجہ کسی دلیل سے نکلا ہے وہ ایسا واقعہ ہو کہ اب تک کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ نتیجہ ان مقدمات سے جن سے استدلال شروع ہوا ہے مختلف ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی اون سے علاقہ بھی رکھتا ہے۔

تمام دھاتیں عنصر ہیں

سونا دھات ہے۔

اس لئے سونا عنصر ہے۔

اس استدلال میں سونے کو عنصر کے ساتھ ملاسکتے ہیں۔ یہ ملانے والی کڑی جس کو اصطلاح منطق میں حد اوسط کہتے ہیں۔ دھات ہے اس لئے سونے کو عناصر میں ملادینا ممکن ہے کیونکہ سونا بھی ایک دھات ہے جو عنصر کے زمرہ میں شامل ہے جن قضیوں میں کوئی ایسا رشتہ معلوم نہ ہو جیسا کہ حد اوسط ہے اون سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ منطق استخراجی میں حد اوسط خود بیان کردی جاتی ہے لیکن موجودات خارجی اور حوادثات قدرت پر غور وفکر کرتے وقت ہم کو حد اوسط خود دریافت اور تحقیق کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر کسی بند کوٹھری میں آگ جلائیں تو آہستہ آہستہ جلیگی اور کھلی ہوا میں سلگائیں تو بھڑک اٹھیگی تو اس واقعہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں کسی ایسے واقعہ کے معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو بند کوٹھری اور آہستہ آگ جلنے میں مشترک ہو تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آکسیجن کی کافی مقدار کی موجودگی یا عدم موجودگی ہے اور یہی وسطی کڑی ہے جہاں کہیں واقعات ایسے مربوط ہوں کہ اون میں سے ایک کی نیچر کے لحاظ سے یہ بتایا جاسکے کہ دوسرے کی نیچر کیا ہوگی تو حجت قائم ہوجاتی ہے مثلاً تم عالم علم نباتات ہو تم ایک درخت کا پتہ دیکھو تو پتہ کی نیچر معلوم کرکے یہہ بتادوگے کہ درخت کی جنس اور نوع اور دوسرے خواص طبعی کیا ہیں اس طرح جزو کی نیچر سے کل کی نیچر کا پتہ چل جائیگا۔ ایک عالم علم حیوانات ایک دانت کو دیکھکر یہ بتادیتا ہے کہ وہ کس قسم کے حیوان کا دانت ہے۔

انسان کا علم جس فن میں زیادہ کامل ہوگا اوس میں اوس کا فہم زیادہ

کام کریگا اور وہ صحیح نتائج اخذ کر سکیگا۔ عالم علم حیوانات حیوانات کے متعلق عالم نباتات نباتات کے متعلق عالم ارضیات طبقات ارض کے متعلق عالم علم ہیئت اجرام سماوی کے متعلق صحیح قیاس قائم کر سکیگا۔ عالم علم زمین ایک ٹیلہ کی صورت دیکھ کر یہ بتادیگا کہ ہزاروں برس قبل اس پر کیا کیا حوادثات گذر چکے ہیں۔ جب تک اشیاء کی حقیقت اور اونکی باہمی روابط کو دقت نظر سے مشاہدہ نہ کیا جائے صحیح قیاس نہیں قائم کیا جا سکتا۔ نتیجہ نکالنا فکر کا ایک فعل ہے۔ یعنے اشیاء کے خواص مختصہ اور اونکی ایسے باہمی روابط اور رشتے دریافت کرنا جو بادی النظر میں بالکل بے تعلق معلوم ہوتے ہیں۔

## قیاسات کے ایماء ہونے کے طریقے

علمی تحقیقات (۱) ہم دیکھتے ہیں کہ تمام کوے کالے رنگ کے ہوتے ہیں تو قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوے کی طبیعت اور سیاہ رنگ میں کوئی تعلق ہوگا اور عالم علم حیوانات یہ تحقیق کرے گا کہ کوے کی اندرونی ساخت اور عادت میں وہ کیا بات ہے کہ اوس کی وجہ سے کوے کا رنگ ہمیشہ کالا ہوتا ہے ایسطرح سے جب یہ دیکھا گیا کہ شمال مشرقی ہوائیں مضر صحت ہوتی ہیں تو اوس کی وجہ دریافت کرنے کی فکر ہوی اور یہ معلوم ہوا کہ شمال مشرقی ہوائیں چونکہ قطبین سے خط استوا کی طرف چلتی ہیں اور ہزاروں میل تک سطح زمین سے لگی لگی آتی ہیں تو زمین سے ملنے کی وجہ سے ان میں بہت سے ناصاف اور مضر صحت اجزا مل جاتے ہیں۔ جب ایک قسم کی بہت سی اشیاء میں کوئی مشترک کیفیت یا خاصیت معلوم ہو تو بھی لوگ علل و اسباب کے متعلق قیاس قائم کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

قضایا کا عکس
(۲) **قضیہ کا عکس** جب کوئی قضیہ کلیہ دریافت ہو جاتا ہے تو ہم قدرتاً یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا اس کا عکس بھی درست ہے یا نہیں۔ تمام انسان فانی ہیں۔ اس کا عکس یہ ہے کہ تمام فانی انسان ہیں لیکن تجربہ سے یہ قضیہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ فنا ہونے کی خاصیت انسان کے اون خواص میں پائی جاتی ہے جو وہ دیگر فانی اجسام کے ساتھ مشترک رکھتا ہے اس طرح سائنس کا کام یہ ہے کہ وہ صرف واقعات نفس الامر ہی کو بیان نہ کرے۔ بلکہ اشیاء کے خواص طبعی میں جو عام تعلقات ہیں اون کو بھی معلوم کرے اور اون واقعات کے روابط متقابلہ بھی دریافت کرے۔

طریق تقابلہ
(۳) **طریق تقابل** یہ طریقہ بھی قیاس قائم کرنے کا اچھا ذریعہ ہے۔

مشابہت
(۴) **مشابہت** سب سے زیادہ قیاس قائم کرنے کا ذریعہ ہے مشابہت کے معنی ہیں۔ دو چیزوں یا واقعوں میں جب اکثر امور ایک دوسرے کے مانند ہوں تو اوس سے یہ قیاس کرنا کہ جو خواص وکیفیات ایک شئے میں ہیں وہی دوسرے میں بھی ہونگے۔ یا جو علل واسباب ایک واقعہ کے ہیں ویسے ہی دوسرے کے ہونگے

**ا : ب :: ج : د** اگر ا ب سے دوچند ہے تو ج بھی د سے دوچند ہے

اگرچہ تشابہ قیاس کا ایماء کرتا ہے لیکن تشابہ سے دلیل قائم کرنا ایک گمان غالب سے زیادہ نہیں ہے بہت سے قیاسات جو تشابہ کی بناء پر قائم کئے جاتے ہیں صحیح ہوتے ہیں اور بہت سے غلط **مریخ** زمین سے حرارت و برودت میں ملتا جلتا ہے دونوں سورج سے مساوی فاصلہ پر ہیں اور ایک ہی طرح کے مادے کے بنے ہوے معلوم ہوتے ہیں۔ منجمد رقیق اور غازی مادے مریخ میں ایسے ہی پائے جاتے ہیں جیسے زمین میں۔ اس سے یہ قیاس قائم کیا جا سکتا ہے کہ **مریخ** بھی زندہ حیوانات سے آباد ہوگا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو خواص

مریخ اور زمین میں مشترک پائے جاتے ہیں اون میں سے بعض اجسام آلیہ کو پیدا کرنے والے ہیں لیکن ممکن ہے کہ یہ قیاس صحیح ہو اور ممکن ہے کہ غلط ہو۔ کیونکہ مریخ کے جو اجزا اور اون کی ترکیب کی کیفیت ہم کو اب تک معلوم نہیں ہے اون کی نسبت کون یقین سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اون میں کوئی ایسی خاصیت نہیں ہے جو حیات کی قاطع ہو اس سبب سے یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مریخ آباد ہے اس لئے مشابہت کے طریقے پر جو دلیل قائم کی جائے اوس کی صحت اور عدم صحت امور تشابہ کی کثرت یا اہمیت پر منحصر ہے۔

قیاسات کے مختلف ذرایع پر غور کرنے کے بعد ہم اب قیاس کے مختلف اقسام پر غور کرینگے اور یہ دیکھیں گے کہ اگر کوئی قیاس قائم ہو بھی سکتا ہے تو کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

قیاس کے اقسام

قیاس مفصلۂ ذیل اقسام میں منقسم کیا جا سکتا ہے:۔

قیاس علت

**قیاس علت** یہ ایک مفروضہ گمان ہے کہ ایا کسی معلومہ واقعہ کی علت کیا ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ دریافت کرنا کہ کسی کتاب کا جس پر مصنف کا نام نہیں ہے کون مصنف ہوگا یا اگر سڑک پر کوئی نعش پڑی ہوی ہے تو یہ دریافت کرنا کہ اوس کی موت کا کیا سبب ہے اس قسم کے قیاسات قیاس علت ہیں۔ ایسی صورت میں جہاں کہ قیاس کسی گزشتہ واقعہ کی علت کے متعلق ہو اور کوئی صریح شہادت نہ مل سکتی ہو تو قیاس ظنی شہادتوں سے ثابت کیا جاتا ہے مثلاً ایسی کتاب کے متعلق جس کا مصنف معلوم نہ ہو۔ کسی خاص شخص کے متعلق قیاس کیا جائے گا کتاب کو دیکھکر اوسکی طرز عبارت اور مضامین پر غور کرینگے اور دیکھیں گے کہ کتاب کے مضامین اور طرز تحریر اوس شخص کے طرز تحریر سے کس قدر مطابق ہے۔ اگر کتاب کے مضامین اور طرز تحریر وغیرہ بالکل اوس شخص کے طرز تحریر سے مطابق

ہونگے اور اون میں کوئی اختلاف نہ پایا جائیگا تو قیاس قوی ہو جائیگا۔ اور آخر میں اُس قیاسی مصنف کے تمام خصوصیات تحریر اس کتاب میں پائے جائنگے تو یہ قیاس یقین کے درجہ تک پہونچ جائے گا۔ اسی طرح کسی شخص کی موت کا سبب دریافت کرنے میں ڈاکٹر زخموں کا امتحان کرنے اور حالات و وقت پر غور کرنے دل اور پھیپڑے کی حالت دیکھنے معدے کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ قیاس قائم کرسکیگا کہ ایا موت قدرتی اسباب سے واقع ہوی یا ضرب وتشدد سے یہ تو ایک ایسے واقعہ کی مثال تھی جو گزشتہ زمانہ میں ایکبار واقع ہوا لیکن بعض واقعات ایسے ہیں جو بار بار واقع ہوتے اور ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں یہ مظاہر قدرت ہیں اور اون کی علت کی نسبت جو قیاس قائم کیا جاتا ہے اوس کی تصدیق مشاہدہ اور تجربہ سے ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

**تخمین** یہ قیاس قائم کرنا ہے کہ کوئی علت جو ہمیں معلوم ہے کسی واقعہ کے پیدا کرنے میں کیونکر عمل کرتی ہے مثلاً کونین بخار کو کیوں دفع کرتی ہے۔ یا وبا اور ہیضہ کے جراثیم ایک مریض سے دوسرے شخص کو کس طرح لگتے اور بیمار ڈالتے ہیں۔ اس حالت میں صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو طریقہ قیاس کیا گیا ہے۔ صرف یہی ایسا طریقہ ہے جس پر کوئی عامل عمل کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ کسی اور طریقے پر عمل کرے تو کیفیات معلومہ پیدا نہ ہونگی مثلاً ہیضہ کے جراثیم کے متعلق یہ قیاس کیا گیا ہے کہ وہ جراثیم کھانے اور پانی کے ذریعہ سے معدے میں پہونچتی ہیں اور اگر وہ معدے میں نہ پہونچیں تو بیماری نہ پیدا ہو۔

ہر حالت میں قیاس منفرد مفید یقین نہیں ہوتا۔

ایسا قیاس قائم کرنے میں جس میں مشاہدے یا تجربے سے صریح شہادت نہیں مل سکتی۔ اس طرح آگے بڑھتے ہیں کہ پہلے یہ فرض کرلیتے ہیں کہ قیاس صحیح ہے اور پھر بطور استخراج یہ دیکھتے ہیں کہ اوس سے کیا کیا نتائج نکلتے ضرور ہیں

اور پھر ان قیاسی نتائج کا اصلی واقعات سے جو مشاہدہ اور تجربے سے حاصل ہوئے ہوں مقابلہ کرتے ہیں اگر یہ فرضی اور اصلی واقعات باہم مطابق ہوں تو کہا جاتا ہے کہ قیاس کی صحت کے متعلق کافی شہادت مل گئی۔ اور اگر وہ بالکل مطابق نہ ہوں تو یا تو قیاس کو بدلنا پڑتا ہے یا اون نتائج کے بموجب جو تحقیقات میں دریافت ہوئے ہیں قیاس میں کچھ ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ مدت تک یہ قیاس مانا جاتا تھا کہ اجرام سماوی کا مرکز زمین ہے اور یہ اجرام پورے دائرے میں زمین کے گرد چکر کھاتے ہیں لیکن جوں جوں مشاہدہ زیادہ ہوتا گیا یہ مسئلہ غلط معلوم ہونے لگا کیونکہ تمام واقعات جو مشاہدے میں آتے تھے اس مسئلہ سے مطابق نہیں ہوتے تھے بعد میں یہ قیاس کیا گیا کہ سورج مرکز عالم ہے جس کے گرد تمام اجرام گردش کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد اس قیاس میں بھی ترمیم کرنی پڑی اور کیپلر نے اپنا یہ قیاس ظاہر کیا کہ اجرام سماوی سورج کے گرد چکر تو کھاتے ہیں لیکن بیضوی دائروں میں۔ قیاس کرنے کے اس طریقے میں بھی مغالطوں کا اندیشہ باقی رہتا ہے واقعات پیش شدہ کے علتوں کے متعلق جو قیاس فرض کیا جاتا ہے اوسکو اوس واقعہ کی تمام صورتوں سے مطابق کرکے دیکھتے ہیں اور اگر کوئی صورت بھی مخالف نہ پیدا ہو تو اوس قیاس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں ثبوت کے اس طریقے میں وہ مغالطہ داخل ہے جس کو **مصادرہ علی المطلوب** کہتے ہیں اگر کوئی شخص سنکھیا کھائے تو مرجائے گا ایک شخص مرگیا لہذا ضرور ہے کہ اوس نے سنکھیا کھائی ہو۔ لیکن ہر دفعہ یہ قضیہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ کسی قیاس کو اس وجہ سے صحیح ماننا کہ اوس سے تمام واقعات کی توجیہہ ہو جاتی ہے اس قدر کافی نہیں ہے کہ اوس کی بنا پر کوئی مسئلہ بلاشبہ صحیح تسلیم کیا جائے۔ عملی نقطہ نظر سے ایک قیاس صرف اسی قدر یقینی ہے جس قدر کہ وہ مختلف واقعات کی تشریح

کرنے کے قابل ہے لیکن ساتھ ہی یہ فرض کرنا مشکل ہے کہ اوس مسئلہ کے متعلق اور ایسے امور نہیں ہیں جنکی وہ قیاس تشریح نہیں کرسکتا۔

قیاس مفروضی کے شرائط

قبل ازیں کہ کسی قیاس کو مسئلہ مسلمہ مانا جائے اُس کو دو شرطیں پوری کرنی چاہئیں

(۱) ضرور ہے کہ اوس قیاس کے ذریعہ سے بعض واقعات کی پیشین گوئی کیجاسکے مثلاً اگر کیپلر کا مسئلہ صحیح ہو تو ہم حرکت کے معلومہ قوانین کے بموجب یہ پیشین گوئی کرسکیں کہ کسوف وخسوف کب واقع ہوگا۔ اور اگر کسوف وخسوف اون ہی اوقات پر واقع ہو تو کیپلر کا قیاس صحیح ہے۔

(۲) کسی قیاس کی صحت کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر اوس سے کسی واقعہ کی تشریح نہ بھی کی جائے تو بھی اوس سے دوسرے واقعات نفس الامر جو پہلے معلوم نہ تھے خود بخود ظاہر ہو جائیں۔

یہ یاد رہے کہ ہر ایک گمان قیاس نہیں ہے بلکہ قیاس وہ ہے جو حقیقت کی صداقت کے متعلق قائم کیا جائے اس قیاس سے نتائج اخذ کئے جاسکیں اور جو حقیقتیں اب تک دریافت ہوچکی ہیں یا جو قوانین ثابت ہوچکے ہیں وہ اون کے منافی نہ ہو۔ حقیقتوں اور ثابت شدہ قوانین سے وہ ظنی قاعدے مراد نہیں ہیں جو ایک زمانہ میں صحیح اور دوسرے زمانہ میں غلط ثابت ہو جاتے ہیں جیسے کہ علوم ظنی علم ہیئت طب وغیرہ میں ہوتا ہے لیکن علوم یقینی ریاضی وغیرہ کے مسائل جو دلایل یقینی سے ایک بار ثابت ہوچکے ہیں نہیں بدلتے اور جو قیاس اون کے منافی ہو وہ بالکل غلط ہے۔ لوگوں کی عادت ہے کہ جو مسئلہ اون کے اعتقادات کے خلاف ہو اوس کا بطلان کرتے ہیں اور اپنے معتقد علیہ مسئلہ کو قانون قدرت کے برابر جانتے ہیں۔

# اعداد و شمار

تحقیقات علمی کا ایک بڑا طریقہ یہ بھی ہے کہ یہ دیکھیں کہ کوئی خاص خاصیت یا صفت کس قدر اشیاء میں پائی جاتی ہے۔ یا خاص خاص حالتوں میں ایک قسم کے کس قدر واقعات پیش آتے ہیں۔ اور جس قدر ٹھیک ٹھیک یہ تعداد معلوم ہو جائے گی اسیقدر صحیح وہ قانون کلی ہوگا جو اون کی نسبت مقرر کیا جائے گا۔ جب ایک بار یہ قانون صحیح طور پر دریافت ہو جاتا ہے تو پھر بار بار شمار کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ جہاں کہیں کوئی قانون کلی معلوم نہیں ہوتا تو وہاں بھی واقعات کی تعداد کا معلوم کرنا زیادہ مفید اور بکار آمد ہوتا ہے اس سے مشاہدہ قابل اعتماد ہو جاتا ہے اور اُس سے نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں مثلاً جب کسی سوسائٹی کی کیفیت ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کس قدر مرد ہیں کتنی عورتیں۔ پیدایش اموات کی اوسط کیا ہے۔ شادی کس عمر میں کرتے ہیں جاہل کس قدر ہیں عالم کس قدر وغیرہ جب اعداد و شمار کی رو سے کسی قسم کے دو گروہوں میں یکسانیت پائی جائے تو یہ قیاس قائم کیا جاسکتا ہے کہ اون میں کوئی ربط علت و معلول ہے مثلاً جب یہ دیکھیں کہ اناج کی گرانی و ارزانی کے ساتھ پیدایش کی تعداد گھٹتی اور بڑھتی ہے تو قیاس قائم کیا جاتا ہے کہ اناج کی ارزانی لوگوں کی خوش حالی پر اثر ڈالتی ہے۔ بعض دفعہ اعداد و شمار سے کسی قیاس کو تقویت ہو جاتی ہے جیسے یہ خیال کہ اگر کسی شہر میں پانی کی قلت ہو یا صفائی کا انتظام عمدہ نہ ہو تو وہاں بخار وغیرہ امراض کی شدت ہوگی۔ جب آبادی کے لحاظ سے مریضوں کی تعداد معلوم کی گئی تو یہ قیاس صحیح ثابت ہوا یا اگر اموات کی تعداد میں کمی یا زیادتی ہو جائے تو ہم دریافت کرسکتے ہیں کہ موسم میں کوئی مفید یا مضر تغیر ہوا ہے۔

سائنٹفک تحقیقات شروع ہونے سے پہلے اشیار کے کچھ نہ کچھ خواص سرسری طور پر ضرور معلوم ہو جاتے ہیں اُس کے بعد ذہن یہ تلاش کرتا ہے کہ یہ خاصیت یا صفت کس قدر اشیار میں پائی جاتی ہے۔ اشیار کے بعض خواص بلا کوشش وسعی کے معلوم ہو جاتے ہیں لیکن تعداد اوس وقت تک معلوم نہیں ہوتی کہ بالقصد اپنے تئیں کام پر نہ لگایا جائے۔ ایک قسم کی چیزوں کو شمار کرنا اور اون کی تعداد قلمبند کرنی اصطفاف اور جماعت بندی کرنے کے لئے ضرور ہے۔ اس طرح ہم یہہ یقین کر سکتے ہیں کہ اس خاص قسم میں کس قدر چیزیں داخل ہیں اور کونسی اور کس قدر دوسری اقسام میں داخل کی جاسکتی ہیں۔ شمار کرنے کا مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ خواص واوصاف کے لحاظ سے ایک طرح کی چیزوں کو دوسری طرح کی چیزوں سے تمیز کیا جائے۔ جس صورت میں کسی شئے کی پوری تعداد معلوم ہو جاتی ہے تو نتیجہ قضیہ کلیہ کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے۔

اس کتب خانہ میں ساری کتابیں انگریزی زبان کی ہیں۔

جب کسی قسم کی اشیار کی کل تعداد معلوم ہو جائے تو نتیجہ ہمیشہ یقینی اور استقرار تام ہے اگر پوری تعداد معلوم نہ ہو تو نتیجہ امکانی ہوگا اور استقرار ناقص ہوگا۔

استقرار کا صحیح مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ دریافت کیا جائے جو جزئیات کی خاص تعداد میں جاری وساری ہو یا اون میں کوئی ربط پیدا کرتا ہو اس لئے جس قدر زیادہ تعداد پر اوس قاعدہ کا امتحان کیا جائے گا اوسی قدر اوس کی صداقت زیادہ ہو گی۔ لیکن اس امتحان و تنقیح کا اصلی منشا صرف تعداد کا معلوم کرنا نہیں بلکہ قاعدہ کلیہ کا دریافت کرنا ہونا چاہئے۔ بعض دفعہ ایک مثال بھی وہی کام دیتی ہے جو سینکڑوں مثالیں۔ شمار کرنا عمل استقرار کی ابتدا ہے نہ کہ انتہا۔ شمار کرنے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قانون ان چیزوں میں

کیوں پایا جاتا ہے یا اون سے یہ خاص خاص کیفییں کیوں ظاہر ہوتی ہیں۔ تمام سیارے سورج کے گرد بیضوی مدار پر چکر کھاتے ہیں ایسی قضایا امیں صرف شمار سے واقعات کی توجیہہ نہیں ہو جاتی بلکہ اون کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے مزید غور و فکر کی حاجت ہوتی ہے۔

شمار کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اشیار کا اصطفاف بخوبی کیا جا سکتا ہے اور اصطفاف تحقیقات علمی کا بڑا ضروری جزو ہے لیکن تحقیقات کی علت غائی وہ بھی نہیں ہے اور واقعات کی توجیہہ فکر کی دوسرے اعمال سے ہوتی ہے تاہم اگر کائنات کی چیزوں میں ایسی مشابہت اور تفاوت نہ پایا جاتا کہ اون کی تقسیم جنسوں اور انواع میں ہوسکتی تو اون کا بیان کرنا ناممکن ہوتا۔

# اتفاق

اتفاق کوئی قوت نہیں ہے

اتفاق دنیا میں ایسی خودمختار قوت نہیں ہے جو واقعات پر حکمرانی کرتی ہو جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اتفاق سے ایک ہوٹل میں اپنے دوست سے ملے تو ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ کسی خاص وقت پر ہمارے ہوٹل میں جانے اور ہمارے دوست کے وہاں موجود ہونے کے اسباب تو ہیں لیکن ان دونوں واقعات کے جمع ہونے میں ہمارے ارادے کو دخل نہیں ہے۔

اتفاق کی تعریف

دو واقعات کا ایک وقت میں جمع ہونا اوس وقت اتفاقاً کہا جاتا ہے جب اون میں علت و معلول کا علاقہ نہ ہو اور نہ اون کے آئندہ اجتماع کے متعلق پیشین گوئی کی جاسکے۔ میں اس وقت لکھ رہا ہوں۔ محلہ میں ایک گویّہ گا رہا ہے۔ برابر کی مسجد میں اذان ہو رہی ہے۔ سڑک پر ایک گاڑی چل رہی ہے۔ ریل پل پر سے گزر رہی ہے۔ دنیا میں بے شمار واقعات اس وقت

ہورہے ہیں جن کا ممکن ہے کہ پھر کبھی اس طرح اجماع نہ ہو اس واسطے اگر اون میں سے ایک کسی وقت ظہور میں آئے تو یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ اور واقعات بھی ظہور میں آئینگے جس وقت مسجد میں اذان ہو ضرور نہیں کہ گو یہ بھی اسیوقت گائے۔ بعض واقعات اگرچہ بار بار بھی جمع ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی اتفاقی ہی رہتے ہیں۔ مثلاً شہر کے اسٹیشن سے ایک گاڑی ایک نبجے دن کے روانہ ہوتی ہے۔ اور اسٹیشن کی برابر کی مسجد کا موذن دن کے ایک بجے ظہر کی اذان دیتا ہے تو ممکن ہے کہ ایک عرصہ تک ریل کی روانگی کے وقت اذاں کی آواز سنائی دے۔ لیکن پھر بھی ریل کی روانگی اور اذاں میں علت و معلول کا اجتماع نہیں ہے بلکہ اون کا اجتماع اتفاقی ہے۔

بعض صورتوں میں واقعات کے اجتماع میں علت و معلول کا علاقہ ہوتا ہے ایک مقام پر کسی خاص قسم کے پودے کثرت سے ملے۔ چونکہ اتفاقی طور پر کوئی درخت کسی زمین پر کثرت سے نہیں پیدا ہوتا قیاس کیا گیا کہ یہ کثرت زمین کے مزاج مقام کے آب و ہوا اور درخت کے مزاج کی موافقت کی وجہ سے ہے

## توجیہہ

مشاہدہ اور تجربہ سے کسی علم کے حاصل ہو جانے سے یا اون طریقوں کو معلوم کرلینے سے جن سے وہ واقعات مربوط ہیں ہم کسی شئے یا واقعہ کی تہ کو نہیں پہونچ جاتے نہ علم کی خواہش کو پورے طور پر تسکین حاصل ہوتی ہے جب تک یہہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان مظاہر کی وجہ کیا ہے۔ بجلی کی چمک کے بعد کڑک کیوں ہوتی ہے؟ بحر مردار[1] میں اگر کوئی آدمی گر پڑے تو کیوں نہیں ڈوبتا۔

ع[1] نہ ڈوبنے کی وجہ یہ ہے کہ کھاری پانی میٹھے پانی کی نسبت بھاری ہوتا ہے۔ بحر مردار کا پانی بہت ہی کھاری ہے اس سبب سے اگر کوئی آدمی اس میں گر پڑے تو نہیں ڈوبتا۔

ملک سوئزرلینڈ کے کوہ بلانک پر اگر انڈا ابالا جائے تو کیا وجہ ہے کہ خواہ کتنی ہی دیر اُسے جوش دیں انڈا اندر سے سخت نہیں ہوتا۔[۱]

سائنس اس قسم کی توجیہہ بھی کرتا ہے یہ عمل توجیہہ جزئیات کے علم سے بالاتر ہے اور ایسے عام اصول اور قوانین قائم کرتا ہے جسکے واقعات تابع ہیں۔

جو علم تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اگر اسکی وجہ معلوم نہ ہو تو وہ سطحی علم کہلاتا ہے ہر شخص کی معلومات کا بڑا حصہ ایسا ہی سطحی ہوا کرتا ہے ہم بہت سی چیزیں جانتے ہیں جنکی وجہ نہیں بیان کر سکتے بہت سے علم بھی ایسے ہی معلومات پر مبنی ہیں جیسے علم طب۔ کہ طبیب تجربوں سے یہ جانتے ہیں کہ فلاں فلاں امراض میں یہ دوائیں مفید یا مضر ہوتی ہیں لیکن مفید یا مضر ہونے کی وجہ اون کو معلوم نہیں ہوتی۔

*استقرائی طریقے*

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے استقرائی طریقے میں حسب ذیل عمل داخل ہیں

(۱) ابتدائی مشاہدہ جس کے ساتھ ہمارے سابقہ تجربات کا علم بھی ہوتا ہے۔

(۲) واقعات کے مشاہدہ سے جو حقیقت ظاہر ہوی ہے اون کی توجیہہ کے متعلق قیاس قائم کرنا۔ جو اوس قانون معلومہ کی توجیہہ کرنے میں بکار آمد ہو سکتا ہے۔

(۳) اس قیاس سے نتائج اخذ کرنا۔

(۴) ان نتائج حقایق معلومہ سے یا اون واقعات سے جو مشاہدے اور تجربے کے دوران میں معلوم ہوے مقابلہ کرنا اور اگر وہ مطابق ہوں تو اونکی تصدیق کرنی

(۵) اگر ضرورت ہو تو اس قیاس میں ترمیم کرنی اور پھر اُسکو بطور قاعدہ کلیہ بیان کرنا۔

*توجیہہ*

جب یہ تمام امور پورے ہو جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ہم نے اس واقعہ کی

---

[۱] انڈے کے سخت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے کھولاو کا درجہ ہوا کے دباو پر منحصر ہے جب ہوا کا دباو کم ہو جاتا ہے تو پانی سو درجہ سے کم پر کھولنے لگتا ہے۔ چونکہ جڑ کی نسبت پہاڑ کی چوٹی پر ہوا کا دباو کم ہوتا ہے اسلئے کوہ بلانک پر پانی ۸۵ درجہ پر کھولنے لگتا ہے اور انڈا وہاں ابالا جائے تو اندر سے سخت نہیں ہوتا کیونکہ ۸۵ درجے کی حرارت میں سفیدی اندر سے سخت نہیں ہوتی۔

توجیہہ کردی یا کسی امر یا شئے کی حقیقت و ماہیت دریافت کرلی۔ اور یہی استقرائی تحقیقات کی علت غائی ہے کہ ہر شئے کی حقیقت ہر امر کی ماہیت ہر واقعہ کی علت معلوم ہوجائے۔

واقعہ اور قاعدے میں فرق

**واقعہ** اور **قاعدہ کلیہ** میں (جسکو **قانون** بھی کہتے ہیں) فرق ہے واقعہ تو ایک خاص امر ہے جو کسی وقت ظہور میں آیا۔ جیسے زید کا بخار کونین کے استعمال سے اچھا ہوگیا۔ ایک واقعہ ہے لیکن ایک قسم کی بہت سی چیزوں کے متعلق ایک خاص حکم لگانا **قانون یا قاعدہ کلیہ** ہے کونین بخار کو رفع کرتی ہے زہر قاطع حیات ہے ایک قضیہ استقرائی اون حقیقتوں کے لحاظ سے جو اس میں بیان ہوئی ہیں ایک **مسئلہ** ہے اور تعمیم کے لحاظ سے ایک **قاعدہ کلیہ یا قانون** ہے ایک شخص نے اشیاء کی یہ خاصیت دریافت کی کہ اگر اپنے متساوی الحجم پانی سے ہلکی ہوں تو پانی میں تیرنگی اُسکی لئے یہ ایک مسئلہ ہے لیکن اس اصول پر جو شخص جہاز بنارہا ہے اُس کے لئے یہ ایک قانون ہے کہ متساوی الحجم پانی سے ہلکی چیزیں پانی میں تیرتی ہیں لہذا اوس کا جہاز ضرور پانی میں تیریگا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جو قوانین دریافت شدہ سے مطابقت نہیں رکھتا تو یہ کہا جائے گا کہ یا تو قانون غلط ہے یا واقعہ ایک استثنٰے ہے تمام قوانین حقیقت کی تلاش کے لئے بنائے جاتے ہیں اور اگر وہ واقعات نفس الامر کے مطابق نہ ہوں تو اون میں ترمیم کرنی ضرور ہے۔ بڑے بڑے محققوں کی یہ کیفیت ہی کہ اپنے دریافت کئے ہوئے قوانین کو خواہ وہ اون کو کسی قدر مرغوب کیوں نہ ہوں چھوڑ دینے کو ہر وقت آمادہ رہتے ہیں لیکن بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہی کہ کسی قانون کو بالکل ترک کردینے کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ ذرہ سی ترمیم میں کام چل جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی قانون تمام واقعات کی بہ استثناء ایک یا دو کے

توجیہہ کردے تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ مستثنیات اصلی مستثنیات نہیں
ہوتے بلکہ کوئی دوسرا مخالف قانون نتیجہ پیدا ہونے میں خلل انداز ہوتا ہے
ہم دیکھتے ہیں کہ بیلون (طیارے) ہوا میں اڑتے ہیں اور زمین پر نہیں گرتے
اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ قانون کشش غلط ہے بلکہ ہوا اون کو اڑا رہی ہے
اگر ہوا کو نکال دو تو وہ زمین پر پتھر کی طرح گر پڑینگے۔

قانون علت۔ قانون رابطہ

قانون یا تو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک واقعہ کی علت یا وجہ کیا ہے۔ ایک
شخص کے سر میں چوٹ لگی اور وہ بے ہوش ہو گیا تو بے ہوش ہونے کی علت
سر میں چوٹ لگنا ہے۔ یہ **قانون علت** ہے یا اون سے کوئی رابطہ و تعلق
ظاہر ہوتا ہے۔ اجسام مادی ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں روح بغیر جسم کے کام
نہیں کرتی یہ **قانون رابطہ** ہیں۔

بعض قوانین دوسرے اعلیٰ قوانین سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً
یہ قانون کہ تمام سیارے ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں اس عام تر قانون سے
ماخوذ ہے کہ تمام اجسام ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں ایسے قانون مشاہدہ اور
تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں اور اون کی تعمیم کم ہوتی ہے یہ **قانون استخراجی** یا
**قانون تجربی** کہلاتے ہیں۔ بعض قوانین ایسے ہوتے ہیں جو کسی دوسرے قانون
سے استخراج نہیں ہوتے اور اون کی تعمیم بہت زیادہ ہوتی ہے جیسے **قانون
قدرت** قانون انتخاب طبعی۔ قانون کشش ثقل وغیرہ اسی میں داخل ہیں۔

جب کوئی قانون معلوم ہو جائے تو اوسکی نسبت یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ
ایسا کیوں ہوتا ہے مثلاً یہ قانون معلوم تھا کہ پانی ۳۲ فٹ بلندی تک ایک پیپ
میں چڑھ جاتا ہے لیکن یہ نہ معلوم تھا کہ کیوں چڑھتا ہے اس وقت تک اس
قانون کی توجیہہ نہیں ہوئی تھی لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہوا کا دباؤ پانی

کو ۳۲ فٹ بلندی تک چڑھا سکتا ہے تو اس قانون کی توجیہہ ہوگئی۔ اس طرح توجیہہ ہو جانے سے قانون تجربی بہت بکار آمد ہو جاتے ہیں اور نئی نئی حالتوں میں انکو عملاً کام میں لایا جا سکتا ہے لیکن بغیر اس قسم کی توجیہہ کے بھی قانون تجربی بہت بکار آمد ہوتے ہیں۔ علم طب۔ علم حیات۔ علم الاقتصاد۔ علم طبقات الارض میں بہت سے ایسے قانون ہیں جنکی توجیہہ نہیں ہوی اور اسی وجہ سے یہ علوم ابھی تک نامکمل حالت میں ہیں۔

ایک مفرد واقعہ کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ اوسکی توجیہہ ہوگئی جبکہ اوسکی علت دریافت ہو جائے یا یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ کسی قانون کی خاص حالت ہے مثلاً کسی حادثہ موت کے متعلق یہ بیان کیا جائے کہ وہ پلیگ کی وجہ سے ظہور میں آیا اسی طرح طبقات الارض کی ساخت کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آگ یا پانی یا دونوں کے عمل کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

ایک تجربی قانون کے متعلق (اگر وہ بسیط ہو) یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوسکی توجیہہ ہوگئی جبکہ

(۱) کسی اور عام تر قانون کی طرف اوس کا حوالہ دیا جائے جس سے وہ بطور استخراج نتیجتاً پیدا ہوا ہے۔

بے سہارے اجسام زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اس قانون کی توجیہہ اس عام تر قانون سے ہوتی ہے کہ تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

(۲) جب کسی تجربی قانون کی علتیں مرکب ہوں تو اوس کی توجیہہ اس طرح ہوتی ہے کہ مختلف علتوں کے قواعد کو بیان کر دیتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نتیجہ اون علتوں کے اثرات کا جو اس وقت عمل کر رہی تھیں مجموعہ یا فرق ہے مثلاً سیاروں کے بیضوی دائروں میں حرکت کرنے کی وجہ اس طرح بیان کیجاتی

ہے کہ سیارے دوسرے سیاروں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور خود خط مستقیم میں حرکت کرنا چاہتے ہیں۔

(۳) جب کسی قانون تجربہ کے ایسے بہت سے اسباب ہوں جو مسلسل واقع ہوئے ہوں تو اس کی توجیہہ اس طرح کرتے ہیں کہ پہلے سبب اور نتیجہ کو بیان کردیتے ہیں مثلاً یہ قانون کہ بندوق کا گھوڑا دبانے سے گولی چھٹ جاتی ہے دراصل اس تشریح کے برابر ہے۔

گھوڑا دباکر چھوڑ دینے سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔

گرمی سے بارود میں آگ لگ جاتی ہے۔

بارود کے جلنے سے گاس پیدا ہوتی ہے۔

جب گاس تھوڑی سی جگہ میں بند ہوتی ہے وہ قوت سے پھیلتی ہے پھیلنے کی قوت گولی کو بندوق سے خارج کردیتی ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے ظاہر ہوا ہوگا کہ منطق استقرائی اور منطق استخراجی میں بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ منطق استخراجی میں جن قضیوں سے نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ منطق استقرائی کے قاعدوں کے موافق دریافت ہوتے ہیں۔

# تصدیق

منطق استقرائی میں تصدیق کے معنے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ایک طریقہ ثبوت کی تائید دوسرے طریق ثبوت سے کرنا۔ تصدیق کوئی علیحدہ طریقہ ثبوت نہیں ہے بلکہ ایک ثبوت کی تائید دوسرے ثبوت سے کرنے کا نام ہے۔

(۲) جو نتیجہ برہان قیاسی کے عمل سے برآمد ہو اوسکو واقعات کی کسوٹی سے پرکھنا

مثلاً علم ہئیت کے مسائل کی رو سے یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ زہرہ اور عطارد بھی قمر کی طرح ہلالی اور بدری اشکال کو ظاہر کرتے ہیں جب دوربین سے مدد لیکر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت ایسا ہی ہوتا ہے۔

(۳) کسی قیاس مفروضہ کی صحت یا غلطی معلوم کرنے کے لئے تجربہ کرنا یا طریق توافق کے استدلال کی جانچ کے لئے طریق تفارق وغیرہ کا استعمال کرنا۔

قیاس کی حقیقت تم پڑھ چکے ہو کہ کسی واقعہ کی توجیہہ کرنے کے لئے ذہن ایک قاعدہ فرض کرلیتا ہے اور پھر دوسرے قرائن سے دیکھتا ہو کہ یہ قاعدہ واقعہ سے مطابق ہوتا ہے یا نہیں اگر قاعدہ مفروضہ اور واقعہ میں مطابقت پائی جائے۔ تو اس قیاس کی تصدیق ہو جاتی ہے ورنہ تکذیب۔

جو شخص واقعات کو دیکھکر قواعد کلی اخذ نہیں کرسکتا وہ اچھا مشاہدہ کرنے والا نہیں ہے قواعد کلی کے متعلق قیاسات خارج سے بذریعہ حواس مدرک نہیں ہوتے بلکہ ذہن خود اون کو پیدا کرتا ہے وہ قوت **واہمہ** یا **متفکرہ** کی مخلوق ہیں۔ صحیح قواعد اخذ کرنے والا اچھے شاعر کی طرح بنایا نہیں جاتا بلکہ پیدا ہوتا ہے۔ جس شخص کا ذہن جزئی واقعات کو دیکھکر کلیات کی طرف منتقل نہیں ہوتا وہ کبھی کوئی مہتم بالشان دریافت نہیں کرسکتا سائنس کے بڑے بڑے مسائل اون لوگوں نے دریافت کئے ہیں جنکو خداوند عالم نے دقیق نظر عنایت فرمائی ہے۔ علمی دقت نظر رکھنے والا شخص اشیاء کی نیچر کی ایک ایک بات معلوم کرتا ہے اور ایسی ایسی مشابہتیں دریافت کرتا ہے کہ معمولی نظر کا آدمی اون کو دیکھتا ہی نہیں۔ لیکن جب تک پہلے سے واقعات کا کچھ علم نہ ہو صرف فکر کام نہیں دیتا کیونکہ قیاس جہل محض یا معدوم شئے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اوسکی لئے پہلے سے کوئی علم بطور مواد کے موجود ہونا چاہئے۔

قیاس قائم کرلینا تو آسان ہے لیکن اوس کی تصدیق یا تکذیب کرنی مشکل

ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ سائنس کا محقق جو مسائل قائم کرتا ہے اکثر وہ غلط و بے بنیاد ہوتے ہیں اس لئے اس کو اپنے مسائل کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ صرف یہی ضرور نہیں ہے کہ علمی تحقیق کرنے والے کا ذہن خیالات و معلومات سے مالامال ہو بلکہ اوسکو اپنے مسئلہ سے زیادہ صداقت و حقیقت کی محبت ہونی چاہئیے۔ خواہ وہ مسئلہ اوس کو کسی قدر عزیز اور دلچسپ کیوں نہ معلوم ہوتا ہو اس لئے ہر قیاس کی تنقیح کرنی بہت ضرور ہے۔ تنقیح کے دو طریقے ہیں۔

(۱) یہ فرض کرلیتے ہیں کہ قیاس صحیح ہے اور پھر یہ دیکھتے ہیں کہ صحیح ہونے کی صورت میں اس سے کیا کیا نتیجے نکلنے ضرور ہیں۔ ایسا کرنے میں عمل استخراج کیا جاتا ہے یعنے قیاس کی صداقت فرض کرکے نیتجوں سے اوس کا امتحان کرتے ہیں۔

(۲) جو نتائج اس طرح پیدا ہوتے ہیں اون کا اصلی واقعات سے جو حواس سے بذریعہ مشاہدہ یا تجربہ معلوم ہوے ہیں مقابلہ کرتے ہیں۔

اگر یہ نتائج باہم یکساں اور موافق ہوں تو قیاس صحیح تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر موافق نہ ہوں تو ضرور ہے کہ یا تو قیاس میں کچھ اصلاح کی جائے یا اسکو ترک کیا جائے

گلیلو نے دیکھا کہ پانی پمپ میں صرف ۳۳ فٹ چڑھتا ہے مگر وہ یہ نہ معلوم کرسکا کہ پانی اس مقام پر کیوں ٹھیر جاتا ہے اسکے شاگردوں میں سے ایک نے یہ قیاس قائم کیا کہ ہوا کا وزن پانی کو دباتا اور ایسی نلی میں جو ہوا سے خالی ہو اوپر چڑھاتا ہے اس قیاس کی تصدیق کے لئے اوس نے یہ دلیل قائم کی کہ اگر یہ قیاس صحیح ہے تو ہوا پارے کو بھی دباتی اور اوپر چڑھاتی ہوگی لیکن پارہ ہوا سے چودہ گنا زیادہ بھاری ہے اس لئے پارہ بہ نسبت پانی کے $\frac{1}{14}$ حصہ بلندی تک چڑھنا چاہیئے اس نے یہ تجربہ اس طرح کیا کہ ۳۴ انچ کی نلی لیکر پارے سے بھری اور اس کو ایک کھلے ہوے برتن میں جس میں پارا بھرا ہوا تھا اوندھا دیا۔ پارا

برتن میں اترنے لگا اور تیس اپنچ کی بلندی پر ٹھیر گیا اس طرح قیاس مفروضہ کی تصدیق ہوگئی۔ اور اس بنا پر مقیاس الہوا دبیر و میٹر ایجاد ہوا۔

فرانس کے ایک عالم پاسکل - Pascal نے یہ قیاس قائم کیا کہ پہاڑوں کی بلندی پر ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ پہاڑ کی بلندیوں پر پانی اور پارا اس درجے تک نہ چڑھے جب اس کا تجربہ پہاڑ پر کیا گیا تو پارہ تقریباً ۳ انچ نیچے اوتر گیا۔ جب نیوٹن نے مسٔلہ کشش کا قیاس قائم کیا اور اوسکی تصدیق کرنی چاہی تو زمین اور دوسرے اجرام سماوی کی صحیح صحیح جسامت معلوم کرنے کی سخت کوشش کی لیکن زمین اور چاند کی کششوں کا مقابلہ کیا تو چاند کی حرکت جسامت کے تناسب نہ معلوم ہوی۔ نیوٹن کو اپنے مسٔلہ کی صحت میں شبہ پیدا ہوا۔ لیکن وہ اپنی دھن میں لگا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ زیادہ صحیح حساب لگانے سے زمین کی جسامت اوس سے بڑی ہے جیسی کہ اس وقت خیال کی جاتی تھی۔ پھر نیوٹن نے اپنے قیاس کے مطابق زمین اور چاند کی کشش کا حساب لگایا تو اپنے قیاس کو صحیح پایا۔ اس طرح مسٔلہ **کشش ثقل** کی تصدیق ہوگئی۔

محقق کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ جلدی برداشتہ خاطر ہو کر اپنے قیاس سے دست بردار نہ ہو جائے بلکہ اوس کی صحت یا غلطی کا کافی طور پر امتحان کرنا چاہئے بعض دفعہ منفی جواب بھی مفید نتیجہ ہوتے ہیں خصوصاً جب کئی وجہیں ا ب ج خیال میں آئیں اور یہ ثابت ہو جائے کہ ا و ب صحیح نہیں ہیں تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ج صحیح ہے اس کا نام **عمل تردید** ہے یعنے جب کسی معلول کی کئی وجہیں خیال میں آئیں تو اون میں سے ایک ایک کا امتحان کر کے دیکھیں کہ کون سی اوس میں سے صادق آتی ہے۔ فرض کرو کہ اول کی چار غلط ثابت ہوں تو پانچویں کے متعلق یہ خیال کیا جائیگا کہ وہ صحیح ہے۔

# استقراء و استخراج

اوپر کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حجت یا دلیل کے بڑھنے کے دو راستے ہیں
ایک تو یہ کہ ایسے معلومہ واقعات یا اصول سے شروع کرتے ہیں جنکی نسبت یقین کیا
جاتا ہے کہ یہ صحیح ہیں اور پھر یہ ثابت کرتے ہیں کہ فلاں نتیجہ ان سے ضرور لازم آتا
ہے مثلاً یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہے کہ مائعات کی سطح یکساں رہتی ہے تو ہم یہ نتیجہ
نکالتے ہیں کہ ہمارے بالاخانہ پر نل کے ذریعہ سے پانی چڑھ سکتا ہے کیونکہ بالاخانہ
پانی کے خزانہ سے ہم سطح یا نیچا ہے۔ اگر کسی بند کوٹھری میں جہاں آکسیجن کی مقدار
کم ہو آگ جلائی جائے تو آگ بہت دھیمی جلیگی۔ دلیل کا یہ طریقہ استخراج
ہے۔ یہ مقدمات سے شروع ہوتا اور نتیجہ پر ختم ہوتا ہے۔ استخراج میں نتیجہ ہمیشہ
ایک قاعدہ کلیہ کے تحت میں ہوتا ہے۔ سقراط فانی ہے کیونکہ یہ قانون کہ تمام
انسان فانی ہیں مسلم ہے اور سقراط اس قانون کے تحت میں ہے۔ دلیل استخراجی
یہ ثابت کرتی ہے کہ اگر کوئی قاعدہ کلیہ کسی خاص واقعہ یا حالت پر منطبق کیا جائے
تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ ذہن کا عمل ہے جو اوپر سے نیچے کو اترتا ہے استقراء کا عمل
اس کے خلاف ہے ہم ایک خاص واقعہ یا شئے سے شروع کرتے ہیں اور وہ قانون
کلی یا خاصہ دریافت کرتے ہیں جو اوس قسم کی تمام واقعات یا اشیاء میں جاری و
ساری ہے بعض واقعات ساتھ ساتھ ظاہر ہوتے نظر آتے ہیں اس لئے فکر یہ تلاش
کرتا ہے کہ اون میں ایسا کیا ربط ہے کہ ایک کے ساتھ دوسرے کا ظہور لازم ہے اسلئے
فکر اجزاء و جزئیات کا مطالعہ کرکے سارے آئین سے واقفیت پیدا کرتا ہے صبح
کو دھواں زمین کی طرف رجوع تھا شام کو بارش ہوی یہ دونوں امور سینکڑوں
دفعہ سارے آدمیوں نے دیکھے ہونگے لیکن اون میں علاقہ اور ربط تلاش کرنے کا

خیال بہت کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ فکر یہ سوچتا ہے کہ آخر یہ دونوں ساتھ ساتھ کیوں واقع ہوے اور اس سوال کا جواب دینے کے لئے وہ اون واقعات کی جو اوس کو معلوم ہیں تحلیل کرتا ہے۔ جب دھواں زمین کی طرف رجوع ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ ہوا معمول سے زیادہ ہلکی ہو اور یہ اوس وقت ہوتا ہے کہ اس میں نمی بہت ہو۔ لیکن جب ہوا نم ہو تو وہ اپنی نمی مینہ کی صورت میں خارج کرتی ہے اس طرح ہمیں ایک قانون کلی معلوم ہو جاتا ہے اور ہم سمجھ جاتے ہیں کہ دھویں اور بارش کا اجتماع اتفاقی نہیں بلکہ لازمی ہے۔

**استقراء اور استخراج** در اصل دلیل کی دو قسمیں نہیں ہیں۔ حجت قائم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ذہن یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مظاہر قدرت میں لزوم کیا ہے اور وہ کیا قانون کلی ہے جو ان میں لزوم پیدا کرتا ہے اس امر کے دریافت کے لئے ضرور ہے کہ ذہن اُس علم سے اپنی تحقیق شروع کرے جو اوسکو حاصل ہے۔ جب اس لزوم کا قاعدہ کلی معلوم ہو جاتا ہے تو پھر اس سے جزئیات پر حکم لگا سکتے ہیں اور عمل استدلال استخراجی ہو جاتا ہے لیکن جب تک ادراکات حسی سے اون کے لزوم کے قواعد کلی معلوم کرتے ہوں تو طریق استدلال استقرائی رہتا ہے خواہ کہیں سے شروع کیا جائے ہر حال میں مطلب ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ کسی قاعدہ کلی کے بموجب واقعات کے لازمی روابط کی حقیقت معلوم کی جائے اس طرح عمل استقراء اور استخراج کا منشاء ایک ہی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ علوم جدیدہ عمل استقراء سے دریافت ہوے ہیں لیکن اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان میں حقایق علمیہ معلوم کرنے کیلئے عمل استخراج ہوا ہی نہیں۔ علوم سوچنے اور فکر کرنے سے پیدا ہوتے ہیں اور فکر صرف ایک طریقہ کا پابند نہیں ہے قواعد کلی جزئیات کے امتحان اور تنقیح کے بغیر دریافت نہیں ہوسکتے اور ان قواعد کی صحت کا امتحان بھی یہی ہے کہ اون کو واقعات کے

ساتھ مطابق کرکے دیکھا جائے لیکن جب کوئی قاعدہ کلی دریافت ہوجاتا ہے تو وہ اصول کے طور پر استعمال ہونے لگتا ہے اور اوس سے نئے نتائج اخذ کئے جانے لگتے ہیں علمی تحقیقات اور روزمرہ کی زندگی میں عمل استقرار و استخراج ساتھ ساتھ چلتے ہیں کسی امر میں فکر کرنے کے جس قدر طریقے ہیں وہ سب **منطق قیاسی** سے ظاہر نہیں ہوتے نہ ہمارے پاس ہر وقت ایسے مقدمات تیار رہتے ہیں جنکو ہر شخص تسلیم کرے خود وہ قضئے جو کسی قیاس کے مقدمات ہوتے ہیں فکر کے نتیجے ہیں ایسے سادے قضئے بھی جیسے کہ تمام انسان فانی ہیں پانی ہیڈروجن اور اکسیجن سے مرکب ہے غور و فکر سے معلوم ہوے ہیں اور مشاہدہ و تجربہ کا نتیجہ ہیں - یہی حال تمام ادراکات حسی کا ہے کہ اگر اون پر غور و فکر نہ کیا جائے تو اون سے بے ترتیب نقوش ذہنی حاصل ہونگے - جن کا کچھ مفہوم نہ ہوگا - اس واسطے یہ معلوم کرنا بہت ضرور ہے کہ اشیاء کی صحیح حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہمارا ذہن کس طرح آگے بڑھتا ہے نیز اون قوانین کو بھی معلوم کرنا ضرور ہے جو کائنات پر حکمراں ہیں - تمام علم میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء میں ایک مستقل ضابطہ اور آئین جاری ہے جو یکساں حالتوں میں ہمیشہ یکساں طور پر عمل کرتا ہے وہ طریقہ جس کے وسیلہ سے ذہن اشیاء کے یہ مستقل آئین دریافت کرتا ہے - **استقرار** کہلاتا ہے -

**استقرا** ہو یا **استخراج** دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنے منفرد و جزئی حوادثات و واقعات کا باہمی تعلق و رشتہ کسی قاعدہ کلیہ کی رو سے دریافت کرنا - **استخراج** میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ قاعدہ کلیہ معلوم ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ خاص واقعہ پر یہ قاعدہ کلیہ کیونکر عمل کرتا ہے اس کے برخلاف استقرا کا عمل واقعات جزئی سے شروع ہوتا ہے اور فکر کو یہ کام کرنا ہے کہ اون واقعات کے روابط کا **قانون کلی** دریافت کرے **علم** کا ذخیرہ جمع کرنے میں استقراء

اور استخراج دونوں بہت بکار آمد ہیں۔ مختلف علوم اون جزئی واقعات سے شروع ہوتے ہیں جو مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس مشاہدہ اور تجربہ سے پہلے ذہن میں اصول کلیہ کا کچھ بھی ذخیرہ موجود نہیں ہوتا جو اوس علم کا نقطہ ابتدا بن سکے۔ اس واسطے ذہن اون ہی جزئی واقعات سے جو ادراک سے حاصل ہوے ہیں کام لیتا ہے اور اون کے مطالعہ سے اوس کو قوانین عامہ دریافت ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابتدا میں ہر ایک سائنس کا طریق عمل استقرائی ہوتا ہے لیکن جب فکر کو کوئی قانون کلی معلوم ہو جاتا ہے تو وہ یہ دیکھنا شروع کر دیتا ہے کہ قانون کلی سے کیا کیا حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں اور جو نتائج اس طرح **عمل استخراج** سے معلوم ہوتے ہیں اون کو اصلی واقعات سے مقابلہ کرکے یہ دیکھتے ہیں کہ اصول کلی صحیح ہے یا نہیں۔ غرض استقرا اور استخراج کا عمل ذہن میں ملا جلا ہوا کرتا ہے اور خود استقرا میں بھی ایسے عمل کرنے پڑتے ہیں جو اصل میں استخراج کی قسم کے ہوتے ہیں۔

سائنس کے محقق اپنے فکر کے نتائج سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اون کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ذہن اس نتیجہ تک کس عمل سے پہونچا ہے لیکن علم منطق کا موضوع یہ ہے کہ فکر کے طریق عمل کو بیان کرے۔ علم منطق فکر کو خود اوس کی طریق عمل سے آگاہ کرتا ہے کہ وہ کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کیا کیا ترکیبیں کیا کرتا ہے۔

# مغالطہ
Fallacies

غلط دلیل اور غلط رائے میں فرق

مغالطہ ایک ایسی دلیل ہے جو بظاہر نتیجہ خیز معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل ایسی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مغالطہ عمداً اس لئے استعمال کیا جائے کہ اس سے فریق مخالف کو دھوکہ دینا مقصد ہو تو وہ **دلیل باطل** ہے مغالطوں کے جاننے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ اون سے بچا جائے نہ کہ دھوکہ دہی کے لئے اون کا استعمال کریں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک تو غلط دلیل ہوتی ہے اور ایک غلط رائے ان دونو میں بڑا فرق ہے۔ اگرچہ غلط رائے غلط دلیل ہی سے پیدا ہوتی ہے لیکن منطق میں غلط دلیل سے ہی بحث کی جاتی ہے غلط رائے سے مقصد نہیں ہوتا مثلاً کسی شخص کی یہ رائے ہو کہ سائنس کی تعلیم ہندوستان کے لئے مفید نہیں ہے تو خواہ اس رائے کی غلطی کیسی ہی ظاہر ہو منطق کو اس سے تعلق نہیں لیکن یہ دلیل کہ

سارے جانور خودبخود حرکت کرتے ہیں۔
موٹر کار خودبخود حرکت کرتی ہے۔
موٹر کار ایک جانور ہے۔
مغالطہ ہے۔

مغالطہ کی تعریف

غرض قضیوں کے عکس کرنے کے قاعدوں قیاسوں اور حجتوں کے قاعدوں اور نتیجہ نکالنے میں راہ نمائی کرنے کی قاعدوں کو توڑنے کو **مغالطہ** کہتے ہیں۔ بظاہر مغالطہ کی صورت ایسی معلوم ہوتی ہے گویا وہ دلیل صحیح ہے۔

قضیوں کے معنوں کو اچھی طرح نہ سمجھنا بھی بہت سی غلطیوں کا موجب ہوتا ہے کیونکہ جب قضایا کا مطلب ہی صحیح صحیح نہ سمجھ میں آئیگا تو ممکن ہے کہ جو نتیجہ اون سے اخذ کیا جائے وہ بھی غلط ہو۔ اس قسم کی غلطیوں کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا جا سکتا سوائے اس کے کہ جب تک قضایا کی معنی اچھی طرح نہ سمجھ لیں اور اونکی صحت کے متعلق پورا پورا اطمینان نہ ہو جائے اون کو تسلیم نہ کیا جائے۔

بہت سے کثیرالوقوع مغالطوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں اون سے یہ فائدہ ہے کہ طول طویل استدلال نہیں کرنا پڑتا بلکہ فریق مخالف کی غلطی صرف مغالطہ کے قسم کے اظہار سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ مغالطوں کی بحث علیحدہ کرنے اور مغالطوں کے نام رکھنے سے مغالطوں کی شناخت بہت وضاحت سے ہو سکتی ہے

اون سے پرہیز کرنا بھی زیادہ آسان ہوگیا ہے اور مغالطوں کا پتہ زیادہ آسانی سے چل سکتا ہے۔

مغالطے طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ منطق استخراجی کا مغالطہ منطق استقرائی کا مغالطہ۔ ایسے مغالطے جنمیں منطق کا کوئی قاعدہ ٹوٹتا ہو اور دوسری قسم کے مغالطے ان میں سے بعض کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

| قاعدے | مغالطہ کا نام | مثال |
|---|---|---|
| **پہلا قاعدہ** قیاس میں صرف تین اطراف ہونے چاہئیں۔ | **مغالطہ چار حد** | فرانسیسی یوروپین ہیں۔<br>انگریز اینگلو سیکسنز ہیں۔<br>انگریز یوروپین ہیں۔<br>در اصل یہ کوئی قیاس ہی نہیں ہے اسمیں چار حدیں ہیں فرانسیسی انگریز اینگلو سیکسنز یوروپین بعض صورتوں میں اگرچہ لفظ ایک ہی ہو مگر دو مفہوم ہو جاتے ہیں۔<br>ہر ایک عمدہ قانون کی اطاعت کرنی چاہیئے<br>قانون کشش عمدہ قانون ہے۔<br>قانون کشش کی اطاعت کرنی چاہیئے۔<br>اس صورت میں بھی در اصل چار اطراف ہیں (۱) قانون (وہ حکم جو کسی حکمران نے دیا ہو) (۲) قانون (قانون قدرت جسکے بموجب مظاہر قدرت ظاہر ہوتے ہیں) (۳) قانون کا |

| | | |
|---|---|---|
| | | عمدہ ہونا (۴) اطاعت کرنا۔ |
| دوسرا قاعدہ<br>قیاس میں صرف تین<br>ہی قضیئے ہونے چاہئیں | مغالطہ چار مقدمہ | چار قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔<br>شیر درندہ جانور ہے۔<br>بلی درندہ جانور ہے۔<br>درندے جانور خوفناک ہوتے ہیں۔<br>ہاتی خوفناک جانور ہے۔ |
| تیسرا قاعدہ۔ ہر قیاس<br>میں کم سے کم ایک مقدمہ<br>میں حد اوسط جامع<br>ہونی چاہیئے۔ | مغالطہ حد اوسط<br>غیر محصور | نیکوکار خوش ہیں۔<br>دولتمند خوش ہیں۔<br>دولت مند نیکوکار ہیں۔<br>حد اوسط خوش ہیں۔ جامع نہیں ہے |
| چوتھا قاعدہ۔<br>کوئی حد نتیجہ میں جامع<br>واقع نہ ہونی چاہیئے<br>جو کسی نہ کسی مقدمہ<br>میں جامع واقع نہ<br>ہوئی ہو۔ | مغالطہ عمل سخت<br>(ممنوع) | جو شئے فکر کرتی ہے موجود ہے۔<br>مادہ فکر نہیں کرتا۔<br>مادہ موجود نہیں ہے۔<br>حد اکبر کا عمل سخت ہے۔<br>(۲) تمام اجسام مادی وزن دار ہیں۔<br>تمام اجسام مادی ذی وسعت ہیں۔<br>تمام اشیا ذی وسعت وزن دار ہیں |

| | | |
|---|---|---|
| | | حد اصغر کا عمل سخت ہے۔ |
| **پانچواں قاعدہ**<br>دو سالبہ مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا | **مغالطہ مقدمات سالبہ** | جاپانی آریہ نہیں ہیں۔<br>ایرانی ہندو نہیں ہیں۔<br>کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ |
| **چھٹا قاعدہ** اگر ایک مقدمہ بھی سالبہ ہو تو نتیجہ ضرور سالبہ ہوگا۔<br>**ساتواں قاعدہ**<br>دو جزئیہ مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا | **مغالطہ استنباط نتیجہ موجبہ من مقدمات سالبہ و نتیجہ سالبہ من مقدمات موجبہ** | تمام ہندو آریہ ہیں۔<br>جاپانی ہندو نہیں ہیں۔<br>جاپانی آریہ نہیں ہیں۔<br><br>بعض ہندو مرہٹی بولتے ہیں۔<br>بعض ہندو تلنگی بولتے ہیں۔<br>کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ |
| **اٹھواں قاعدہ**<br>اگر دو مقدمات ہیں سے ایک بھی جزئیہ ہو تو نتیجہ ضرور جزئیہ ہوگا۔ | مذکورہ بالا مغالطوں میں سے کوئی عاید ہوتا ہے۔ | تمام دھاتیں عنصر ہیں۔<br>بعض مادی چیزیں دھاتیں ہیں۔<br>بعض مادی چیزیں عنصر ہیں۔<br>اس کے سوا تمام نتیجے مغالطہ ہونگے۔ |

(۲) **مغالطہ ابہام** بعض مغالطے ابہام اور الفاظ کے ذو معنی ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مبہم لفظ اگرچہ بظاہر ایک لفظ معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل وہ دو لفظ ہوتے ہیں۔ جو علیحدہ علیحدہ معنی رکھتے ہیں۔

تل ایک قسم کا بیج ہے۔
اس شخص کے رخسارے پر تل ہیں۔
اس شخص کے رخسارے پر ایک قسم کے بیج ہیں۔

بعض فقروں کے الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ اون کے ایسے دو دو معنی نکل سکتے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہوں۔ ان میں سے اگر اصل مُدعا کے خلاف معنی لئے جائیں تو وہ ضرور غلط ہونگے۔ اس قسم کی غلطیوں کا علاج یہ ہے کہ پہلے ہر لفظ کے معنی اور ہر اصطلاح کی تعریف مقرر کر لی جائے۔ الفاظ کے صحیح معنی نہ جاننا مغالطوں کا سرچشمہ ہے اور لوگ عموماً اسی سے غفلت کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض الفاظ یا فقروں پر زور دینے سے بھی معنی بدل جاتے ہیں۔ پکڑو مت جانے دو۔ ایک معنی تو یہ ہیں کہ اوس شخص کو نہ پکڑو اور جانے دو۔ دوسرے معنے یہ کہ اوس شخص کو پکڑ لو اور جانے نہ دو۔

اس رمضان میں میں نے ایک روزہ نہیں رکھا۔

ایک معنی تو یہ کہ صرف ایک روزہ نہیں رکھا باقی رکھے۔ لیکن اگر لفظ ایک پر زور دیکر کہیں تو یہ معنی ہونگے کہ سارے رمضان کے روزے کھا گیا۔

(۳) **مغالطہ اتفاق یا عوارض** ایک شے کو ایک مقدمے میں بغیر کسی شرط کے لیتے ہیں اور دوسرے مقدمہ میں بعض اتفاقی امور یا عوارض اوس پر عاید کر دیتی ہیں۔ زید کو جس شئے سے مارا وہ وہی تھی جس سے میں نے اسکو پٹتے ہوئے دیکھا۔
میں نے زید کو اپنی آنکھوں سے پٹتے ہوئے دیکھا۔

زید جس سے پٹا گیا وہ میری آنکھیں تھیں۔

(۲) جو چیز منڈی میں خریدی جاتی ہے کھائی جاتی ہے۔
کچا گوشت منڈی میں خریدا جاتا ہے۔
کچا گوشت کھایا جاتا ہے۔

(۴) **مغالطہ ترکیب** جو امر افراد میں سے ایک یا دو پر صادق آتا ہے۔ وہ کل مجموعہ افراد پر بھی صادق آسکتا ہے ہر صورت میں یہ مسئلہ کلیۃً صحیح نہیں ہوتا
مثلث کے سب زاوئے دو قائموں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اگر سب کے معنی ہر ایک کے لئے جائیں تو یہ قضیہ صحیح ہے لیکن کل یا مجموعہ کے معنی لئے جائیں تو یہ مغالطہ ہے۔

(۲) خالد بہت اچھا آدمی ہے۔
خالد موسیقی داں ہے۔
خالد بہت اچھا موسیقی داں ہے۔

(۳) زید اور اسکی بیوی جب تنہا رہتے ہیں تو بہت غمگین رہتی ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ ساتھ رہکر بھی غمگین رہیں گے۔

(۴) کانسل کا ہر ممبر اگر فرداً فرداً کسی خاص مسئلہ پر غور کرے تو دھوکہ کھا جاتا ہے اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اگر وہ سب ممبر ملکر بھی اوسی مسئلہ پر غور کرینگے تو دھوکہ کھا جائینگے۔

(۶) **مغالطہ تقسیم** مغالطہ ترکیب کا عکس ہے جو امر مجموعہ افراد پر صادق آتا ہے وہ اس مجموعہ کے ہر فرد پر بھی صادق آسکتا ہے ہر صورت میں یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں ہوتا۔
مثلث کے سب زاوئے دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں ا ب ج مثلث

کا زاویہ ہے لہذا ا ب ج دو قائموں کے برابر ہے۔

انجمن ترقی اردو کے ممبروں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

زید و خالد انجمن ترقی اردو کے ممبر ہیں۔

زید و خالد نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

جو نتیجہ کسی جماعت کے کسی فعل سے پیدا ہوتا ہے ضرور نہیں ہے کہ وہ اُس جماعت کے ہر فرد سے پیدا ہو۔ مثلاً ایک پلٹن نے ایک قلعہ فتح کیا تو یہ نتیجہ نکالنا کہ اوس پلٹن کا ہر ایک سپاہی اوس قلعہ کو فتح کر سکتا ہے غلط ہے یہ مغالطہ اکثر طرف مجموعی کو طرف کلی کے معنوں میں استعمال کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

اگر کسی واقعہ کی نسبت زیادہ شہادت مل جائے تو وہ صحیح خیال کیا جاتا ہے ایک مجرم پر عدالت میں تین آدمیوں کی شہادت سے چوری کا جرم ثابت ہوا مجرم نے بیان کیا کہ میں تیس شاہد ایسے پیش کر سکتا ہوں جنھوں نے مجھے چوری کرتے نہیں دیکھا

(۶) **مغالطہ عکس**۔ کسی شے کو صحیح ثابت کرنے میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں اگر اون میں ناکامیابی ہو تو ہر صورت میں یہ قیاس صحیح نہیں ہو سکتا کہ اوس کا برعکس نتیجہ صحیح ہوگا۔ کوئی جرم فوجداری مقام ا پر ہوا زید پر مجرم ہونے کا شبہ کیا گیا زید نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ مقام ا پر نہیں بلکہ اوس وقت مقام ب پر تھا اور اس کے ثابت کرنے میں اوس کو ناکامیابی ہوی تو عدالت کا یہ قیاس کرنا غلط ہو سکتا ہے کہ ملزم چونکہ اپنا مقام ب پر ہونا ثابت نہ کر سکا لہذا وہ ضرور مقام ا پر تھا بلکہ مقام ا پر ہونے کے دوسرے قوی دلائل ہونے چاہئیں۔

تمام بہادر آدمی فیاض ہوتے ہیں اس کا عکس یہ ہو سکتا ہے کہ تمام فیاض آدمی بہادر ہیں لیکن یہ غلط ہے موضوع کی کوئی حد مقرر کرنی چاہئے۔ بحث کی سرگرمی میں لوگ اسی طرح عکس کیا کرتے ہیں لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

تمام آم پھل ہیں۔ اس کا عکس ہے بعض پھل آم ہیں لیکن اس کا عکس یہ لینا کہ تمام پھل آم ہیں غلط ہے کیونکہ اصل مقدمہ میں پھل اپنے کل معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ لہذا نتیجہ میں بھی اوس کو کل معنوں میں نہیں لے سکتے۔

(۷) **مغالطہ عدل** تمام دھاتیں عنصر ہیں اس کا عدل یہ ہے کہ دھاتیں غیر عنصر نہیں ہیں لیکن یہ نتیجہ نکالنا کہ جو چیز دھات نہیں وہ عنصر نہیں ہے غلط ہے۔

کسی قیاس کے ثبوت میں جو دلایل پیش کی جا سکتی ہیں اگر وہ دلائل ناکافی ہوں تو بھی ہر صورت میں وہ قیاس غلط نہیں ہوا کرتا۔ علم جر ثقیل میں ایک عام قانون ہے جو قوائے آلیہ کا متوازی الاضلاع کہلاتا ہے۔ اس قانون کے صحیح ہونے میں شک نہیں لیکن بڑے بڑے ماہرین فن نے کوشش کی اور کوئی دلیل اوس کی صحت کی پیش نہ کر سکے جب تک کہ کوئی ایسا ہی دوسرا قیاس بلا ثبوت تسلیم نہ کریں۔

(۸) **مغالطہ مصادرہ علی المطلوب** جو چیز ثابت کرنی ہے اوس کو پہلے سے ہی ثابت شدہ تسلیم کر لیا جائے۔ سخاوت عمدہ صفت ہے۔ لہذا فقیروں کو دینا جائز ہے سخاوت کے معنی ہی فقیروں کو دینا فرض کر لئے گئے۔

کسی شئے کا کوئی نام رکھ دینا اور یہ سمجھ لینا کہ ہم نے اوس کی توجیہہ کر دی۔ ایک بچے نے پوچھا کہ شیشہ میں سے کیوں دکھائی دیتا ہے۔ باپ نے جواب دیا اس سبب سے کہ شیشہ شفاف ہے دراصل یہ مغالطہ ہے کیونکہ یہ کہنا کہ اُس شے کے ارپار دکھائی دیتا ہے یا وہ شے شفاف ہے ایک ہی بات ہے اسکو **برہان دوری** بھی کہتے ہیں۔ احمد کاہل ہے۔ اس وجہ سے وہ کام نہیں کرتا۔ احمد کیوں کام نہیں کرتا اس وجہ سے کہ وہ کاہل ہے۔

(۹) عام طور پر جو امر مفید یا حق ہے وہ خاص خاص حالتوں میں بھی مفید ہوگا

مرغن غذا طاقت بخشتی اور جسم کی پرورش کرتی ہے۔ جو شخص ضعف معدہ میں گرفتار ہے اوس کو بھی مرغن غذا مفید ہو گی غلط دلیل ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ جو امر خاص خاص حالتوں میں بجا ہے وہ کلیتہً بھی درست و بجا ہے۔ ایک شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا ڈاکٹر نے ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اگر ہر بیمار کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے تو وہ اچھا ہو جائیگا۔ جو چیز کسی خاص حالت میں مفید ہے ضرور نہیں کہ عام طور پر بھی فائدہ بخش ہو عرقیات حالت بیماری میں مفید ہوتے ہیں ہر صورت میں صحیح نہیں ہے کہ حالت صحت میں بھی اون کا استعمال مفید ہوگا۔

(۱۰) کسی شئے کے متعلق کوئی صفت بڑھادی جائے یا گھٹادی جائے درآنحالیکہ اوس صفت کا بیان یا ترک مقصود نہ ہو۔

تم نے کل جو کچھ خریدا تھا وہ آج کھا رہے ہو۔

کل تم نے کچا گوشت خریدا تھا۔

آج کچا گوشت کھا رہے ہو۔

دراصل گوشت کے ساتھ کچا بڑھانے کی حاجت نہ تھی کیونکہ کبرٰے میں فقط گوشت بلالحاظ کچا و پکا مراد ہے۔

(۱۱) جس مقصد پر بحث ہو رہی ہے اوسکو چھوڑ کر دوسرا مقصد ایسا اختیار کریں جو زیر بحث نہیں ہے بلکہ اصول مقصد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یا کم و بیش اس سے متعلق ہے ایسے مغالطہ بڑی بڑی بحثوں میں پیدا ہوتے ہیں جنمیں ہزاروں الفاظ اور مغالطہ انگیز ترکیبیں اختیار کی جاتی ہیں اسی قسم کا یہ مغالطہ ہے کہ مطلب زیر بحث چھوڑ کر کسی شخص کے رویہ پیشہ وغیرہ پر نکتہ چینی کرنی تاکہ مخاطب پریشان ہو جائے اور دوسرے لوگوں کی نظر میں وہ شخص حقیر ثابت ہو۔

(۱۲) کوئی سوال اس طریقے سے کرنا کہ خواہ اوس کا جواب منفی دیا جائے یا مثبت جواب دینے والا الزام ٹھیرے مثلاً کسی شخص سے یہ سوال کرنا کہ کیا اب تم نے اپنی ماں کو مارنا چھوڑ دیا ہے۔

(۱۳) **دلیل استقرائی** کے مغالطوں میں بڑا خطرناک یہ مغالطہ ہے کہ جن دو چیزوں میں ذرا مشابہت پائی جاتی ہو۔ اون میں مشابہت تامہ فرض کرلیں اگر ایک دوا نے ایک شخص کو فائدہ پہونچایا تو یہ فرض کرلینا کہ اس مرض کے تمام مریض اس دوا سے صحت یاب ہو جاینگے۔ اور مریض کی طبیعت عمر۔ مقام کی آب وہوا وغیرہ کا کچھ خیال نہ کرنا غلطی ہے۔

(۱۴) یہ فرض کرنا کہ جو کیفیت عام طور پر بہت سی اشیاء کی ہے وہی کسی خاص شئے کی بھی ہے درآنحالیکہ وہ شئے اوس قسم سے نہیں ہے۔ چلتی ریل پر سے کودنا یا چڑھنا جرم ہے لیکن ریل کے گارڈ وغیرہ ملازم چلتی ریل میں سے اترتے چڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو مجرم خیال کرنا غلطی ہے کیوں کہ ان کو اس کام کی مشق ہوتی ہے۔ یہ **مغالطہ عام سے خاص** پر ہے۔

(۱۵) **مغالطہ خاص سے عام پر**۔ خاص خاص اشخاص یا چیزوں پر جو امر صادق آتا ہے اوس کو قاعدہ کلیہ سمجھ لیتے ہیں۔ خاص خاص حالتوں میں سنکھیا کچلا افیون کھانے کی دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں لیکن یہ سمجھ لینا کہ یہ چیزیں ہر حالت میں کھا لینی مفید ہیں سخت غلطی ہے۔

(۱۶) **مغالطہ خاص سے خاص پر**۔ کسی خاص شئے سے ایک خاص شئے پر دلیل کرنا درآنحالیکہ اون میں واقعی تناسب نہیں ہے اگر زید پر عمر حملہ کرے تو زید کو حق حفاظت خود اختیاری حاصل ہے اس لئے اگر دو پہلوان کشتی لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو مار ڈالے تو جائز ہے۔ درحقیقت یہ

ایک مغالطہ ہے کیونکہ یہ دونوں صورتیں بالکل مختلف ہیں۔ پہلوانوں کی لڑائی ضرر رسانی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ صرف زور آزمائی کے لئے ہوتی ہے

(۱۷) **مغالطہ علت** کسی شئے یا واقعہ کو کسی دوسری شئے یا واقعہ کی علت قرار دے لینا۔ درآنحالیکہ اوس کے لئے کافی دلائل نہ ہوں جیسے دمدار ستارول کا نکلنا۔ قحط۔ پلیگ یا بادشاہوں کی موت کا باعث قرار دینا۔ کسوف و خسوف کو دنیا پر مصیبت آنے کی علامت قرار دینا۔

کسی واقعہ کی اصل علت کو نظرانداز کر دینا اور غلطی سے اوسکی دوسری علت فرض کر لینا۔ ایک بزرگ کے مزار پر نیم کا درخت اُگا ہوا ہے اسکی نسبت یہ مشہور کرنا کہ آتشک کا بیمار اسکے پتے پیکر اچھا ہو جاتا ہے۔ درآنحالیکہ یہ خاصیت ہر ایک نیم کی ہے۔

ایک معلول کا ایک جزو ایک علت سے پیدا ہوتا ہے اور باقی اجزاء اور علتوں سے لیکن غلطی سے اوسی ایک علت کو تمام معلول کی علت قرار دینا مثلاً یہ کہنا کہ فلاں شہر میں چونکہ گورنمنٹ کالج موجود ہے وہاں کے لڑکے زیادہ تعلیم یافتہ اور لایق ہوتے ہیں پوری علت نہیں ہے۔ بلکہ شہر کے باشندوں کی ذہانت اون کا تمول اور میلان طبع کو بھی اس میں دخل ہے۔

(۱۸) **مغالطہ عدم مشاہدہ امثلہ** یہ غلطی اس طرح واقع ہوتی ہے کہ انسان امثال موجبہ پر غور کرتا ہے اور امثال سالبہ پر غور نہیں کرتا مثلاً خواب میں جو کچھ دیکھا بعض اوقات ویسا ہی ظہور میں آتا ہے یا رمالوں کی پیشینگوئی بعض دفعہ صحیح ہوتی ہے تو لوگ اُن کے معتقد ہو جاتے ہیں لیکن اون صدہا امور پر غور نہیں کرتے۔ جنمیں یہ پیشین گوئیاں صحیح ثابت نہیں ہوتیں جب انسان کے دل میں کسی خاص امر سے تعصب تنفر محبت وغیرہ

ہو تو وہ اُن مثالوں کو بطور دلیل پیش کرتا ہے جو اوس کے موافق طبع ہوں اور اوس کے خلاف تمام مثالوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یورپ کے سیاح ہندوستان یا کسی غیر ملک میں جاتے ہیں تو وہاں کے گاڑی بانوں ہوٹلوں کے ملازموں اور اسی طرح ادنےٰ قسم کے پیشہ وروں سے اون کو سابقہ پڑتا ہے اور وہ اون کے اخلاق و عادات کے بموجب تمام قوم کے عادات فرض کر لیتے ہیں اور بعض تو اپنے سفرناموں میں بھی لکھ دیتے ہیں۔

(۱۹) غلط مشاہدہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی خاص مثال سے جس قدر عوارض متعلق ہیں اون میں سے بعض کو نظر انداز کر دینا۔ مثلاً ایک بیماری کے چند اسباب میں سے صرف ایک کو لینا اور باقی پر غور نہ کرنا۔

(۲۰) **سوءِ مشاہدہ کی غلطیاں** جیسے آفتاب کو متحرک اور زمین کو ساکن دیکھکر یہ فرض کر لینا کہ آفتاب متحرک اور زمین ساکن ہے۔

(۲۱) **مغالطہ تمثیل کاذب**۔ تمثیل ایسا استدلال ہے کہ دو واقعات جن کا مشاہدہ کیا گیا ہو بعض اُمور میں ایک دوسرے کے موافق ہیں تو دونوں واقعات ایسے امور میں بھی جو ہمارے مشاہدے کی حد سے باہر ہیں موافق ہونگے مثلاً اناج اور کوئلہ مفید چیزیں ہیں۔ سونا اور چاندی بھی مفید چیزیں ہیں۔ اناج اور کوئلہ کی مقدار اگر دنیا میں دو چند ہو جائے تو انسان کی بہبودی اور آسایش کے لئے بہت مفید ہو گا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ سونے اور چاندی کی مقدار بھی اگر دو چند ہو جائے تو انسان کی آسایش کے لئے مفید ہو گا کیونکہ اناج اور کوئلہ کے استعمال اور سونے چاندی کے طریق استعمال میں فرق ہے۔

# تمنائے دید

اخلاق معاشرت تمدن کے مسایل قصہ کے پیرایہ میں بیان کئے ہیں قصہ نہایت دلچسپ اور دردانگیز ہے زندگی کے مدوجزر اور طبایع انسانی کی تصویریں اس کے مطالعہ سے نظر کے سامنے پھر جاتی ہیں بہت سی نئی معلومات حاصل ہوتی اور بیش بہا سبق ملتے ہیں۔ لطف زبان کے لحاظ سے بے نظیر ہے حجم ۱۵۰ صفحہ . . . . . . . . قیمت ۱۰/

# تسہیل البلاغت

علم معانی بیان وبدیع کا ذکر ایسی شرح وبسط سے کیا ہے کہ مبتدی بھی اس کو نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے طرز بیان نہایت دلچسپ ہے۔ فصاحت وبلاغت کی تعریف زبان میں غلطیوں سے بچنے کے قاعدے۔ مطلب کو صحیح الفاظ دل اویز شستہ اور سلیس زبان میں بیان کرنے کے طریقے الفاظ محاورہ روزمرہ کا صحیح استعمال۔ حسن بیان اور انشا پردازی کے بہت سے نکات بیان کئے ہیں دہلی اور لکھنو کی زبان کا فرق بھی بتایا ہے اردو زبان میں اس سے بہتر کوئی کتاب اصول انشا پردازی سکھانے والی موجود نہیں ہے۔ قیمت تین روپیہ

# الفہرست

اُردو زبان میں ہر علم وفن میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوچکی ہیں سب کی مکمل فہرست معہ نام مصنف وتعداد صفحات وقیمت ونام مطبع وغیرہ یہ کتاب نہ صرف تاجران کتب وشایقین علم وفن ہی کے لئے مفید ہے بلکہ مصنفوں اور علمی انجمنوں کے لئے بھی کہ ہر فن میں جس درجہ تک کتابیں موجود ہیں اب اون سے اعلیٰ درجہ کی کتابیں تصنیف فرما کر زبان کا پایہ بلند کریں . . . . . . . . . زیر طبع

This is a good book on Logic.

# فہرست تصنیفات پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی

**حکمت عملی** ۔ فلسفہ عملی میں جامع اور مبسوط کتاب ہے/

**الانسان** ۔ انسان کے خصایص طبعی کا مفصل بیان عہ/

**تمنائے دید** ۔ اخلاق و معاشرت و تمدن کے مسایل قصہ کے پیرایہ میں ۔ ۱۰/

**تسہیل البلاغت** ۔ علم معانی ۔ بیان و بدیع کے مسایل سلیس و دلچسپ طریقہ سے ہے/

**الفہرست** ۔ ہر علم و فن کی اردو کتابوں کے متعلق مفید معلومات زیر طبع

**الاستدلال** علم منطق کے اصول سلیس زبان میں سہل طریقہ سے بیان کئے ہیں ہے

سوداگروں یا زیادہ تعداد میں خریدنے والوں کو (۲۵) فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔

کتابوں کے ملنے کا پتہ پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی ۔ بازار عیسیٰ میاں حیدرآباد دکن